تالیف
فضیلۃ الشیخ محمد صدیق المنشاوی

اردو قالب:
ڈاکٹر عدیل الرحمن

اعداد و تقدیم:
ابوضیا محمود احمد غضنفر

حدیبیہ پبلیکیشنز
رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

تالیف
فضیلۃ الشیخ محمد صدیق المنشاوی

اردو قالب:
ڈاکٹر عدیل الرحمن

حیاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے درخشندہ واقعات

اعداد و تقدیم:
ابوضیا محمود احمد غضنفر

حدیبیہ پبلیکیشنز
رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب .... **حیاتِ صحابہؓ کے درخشندہ واقعات**

مؤلف .... فضیلۃ الشیخ محمد صدیق المنشاوی

تعداد .... ایک ہزار

ناشر .... محمد سمیع اللہ جنجوعہ

مطبع .... قدوسیہ اسلامک پریس

آئینہ

حیاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے درخشندہ واقعات

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر بن خطاب

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ

سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین و بعد

آسمان رسالت کے چمکتے ستارے اور آغوش نبوت کی پروردہ ہستیاں صحابہ کرام ﷢ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنہیں ایمان کی حالت رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ جو آپ ﷺ کے چشمہ علم سے فیض یاب ہوئے۔ جن کے رگ و ریشے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت رچ بس چکی تھی، جو کفار پر بھاری اور آپس میں رحم دل تھے۔ جنہوں نے زندگی کے ہر شعبے میں قابل رشک کارنامے سرانجام دیے۔ جنہوں نے اپنی پوری زندگی دن کو شہسواری اور رات کو عبادت گزاری میں بسر کی۔ صحابہ کرام کی سیرت کا مطالعہ شخصیت سازی میں بڑا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مسلم معاشرے کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ صحابہ کرام ﷢ کے طرز عمل کو اجاگر کیا جائے۔ ان کے نقوش حیات کو مشعل راہ بنایا جائے۔ ان کی زندگی کے ایک ایک پہلو کو نمایاں کیا جائے۔ جو اشاعتی ادارے رسول اللہ ﷺ کے پروردہ صحابہ کرام ﷢ کی سوانح حیات کو دیدہ زیب انداز میں شائع کرنے کا اہتمام کرنے میں وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

ان کا یہ کارنامہ لائق تحسین ہے۔ موجودہ دور میں ان چراغوں کو روشن کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

جس قدر صحابہ کرام ﷢ کی محبت دلوں میں اجاگر ہوگی اسی مقدار میں

اسلام کی سربلندی کے لیے جذبہ عمل پیدا ہو گا۔ حدیبیہ پبلی کیشنز کی طرف سے "حیات صحابہ کے درخشندہ واقعات" کے نام سے کتاب منظر عام پر آئی ہے جسے ڈاکٹر عدیل الرحمان صاحب نے عمدہ، دلکش، دلربا اور دل آویز انداز میں ترتیب دیا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوف کی اس خدمت کو شرف قبولیت عطا کرے۔

امید ہے یہ کتاب علمی، ادبی اور روحانی حلقوں میں بنظر استحسان دیکھی جائے گی۔

وصلی اللہ علی النبی محمد و علی آلہ و اصحابہ و سلم

ابوضیاء محمود احمد غضنفر

٢١ فروری ٢٠٠٩ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

چند سطروں میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ: آپ کا نام عبداللہ بن عثمان بن عامر القرشی اور کنیت ابوبکر بن ابی قحافہ التیمی ہے، آپ خلفاء راشدین میں سے پہلے ہیں اور پہلے پہل اسلام لانے والے سابقین الاولین میں سے ہیں اور جنت کی خوش خبری دیئے گئے دس اشخاص میں سے ایک ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام تر کوششیں اور اموال، اشاعت اسلام کے لیے صرف کیا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت جرأت و بہادری سے دفاع کیا' آپ رضی اللہ عنہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین و ملت کا تحفظ کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو ایمان اور یقین کی دولت سے بہرہ یاب کیا، آپ رضی اللہ عنہ روٴساء قریش میں سے تھے اور منافقین و مرتدین کے خلاف تلوار تھے۔ عام الفیل کے اڑھائی سال بعد آپ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، جب آپ رضی اللہ عنہ سن بلوغت کو پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ کا دامنِ عفت نہایت اجلا اور شفاف تھا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ دور جاہلیت کی نجاستوں سے دور رہے، آپ رضی اللہ عنہ اخلاقِ کریمانہ کے حامل، اچھے رفیق اور وعدے کو پورا کرنے والے تھے۔ محبت کو آپ رضی اللہ عنہ پسند کرتے تھے اور اسلام سے پہلے ہی آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے شراب کو حرام قرار دیا اور سخاوت واحسان کرنے لگے تو انہوں نے فقیروں کو کھلایا اور ضعیفوں کی غمخواری کی۔ آپ رضی اللہ عنہ عرب کے نسب ناموں سے آشنا تھے اور ان کی اصل اور شاخوں تک کو جانتے تھے' کمزوروں پر رحم کرنے والے اور طاقت وروں سے محبت کرنے والے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کے سردار تھے اور جب آپ رضی اللہ عنہ کے پاس دیتوں کا کوئی مسئلہ آتا تو آپ رضی اللہ عنہ کسی چیز کے

ضامن ہوتے تو وہ سب آپ کی تصدیق کرتے اور جب آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور اس معاملہ کا کفیل بنتا تو وہ اس کو قبول نہ کرتے۔ آپ رضی اللہ عنہ ذی وجاہت، باحیثیت' معاملہ فہم اور تجربہ کار تاجر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ خوابوں کی اچھی تعبیر کرتے تھے، انسان کو نیند میں جو بھی دکھائی دیتا تھا اس کی تعبیر بتلاتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے پرنور چہرے' اچھے نسب اور خالص نسل کی بناء پر آپ کا نام ''عتیق'' رکھا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ میں کوئی معیوب اور قابل مذمت عادت نہیں تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ عقلمند' ذہین' صائب الرائے' شکیل اور وجیہہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ گورے' دبلے' گہری آنکھوں والے' پتلے رخساروں والے' نمایاں پیشانی والے اور چہرے پر کم گوشت والے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ تاجدارِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کے دیدار کے لیے ہمہ وقت مضطرب اور بے قرار رہتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بغیر کسی شک وشبہ اور تامل کے اسلام لائے اور ایمان کے دامن کو پختگی کے ساتھ تھام لیا، اپنے مال کو غریب مسلمانوں کو آزاد کرانے اور دین اسلام کی ترویج میں وقف کر دیا، مشرکین کی تکالیف کو برداشت کیا اور جس وقت ان کی ایذاء رسانیاں شدت اختیار کر گئیں اور جب انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کا ناطقہ بند کر دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کرتے ہوئے مکہ کو چھوڑ دیا' چنانچہ ابن دغنہ نے آپ کو پناہ دی تو واپس لوٹ آئے' پھر اس کی پناہ کو رد کر دیا اور اللہ واحد و زبردست کے دین کا نعرہ بلند کیا۔

واقعہ اسراء کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آپ کی جانب سے ہر انکار کا دفاع کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام ''صدیق'' رکھا' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کے محبوب اور دوست تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی پاکدامن و پاکیزہ بیٹی جس کے آباؤ اجداد معزز اور خوبصورت تھے' کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بوقت سحر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور ''غار ثور'' میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور خدمت کی، آپ رضی اللہ عنہ نے نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر غزوہ میں شرکت کی اور داد شجاعت دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سختیوں کا سامنا کیا، غزوات میں سرگرم رہے اور اللہ عزوجل

نے ان کی فتوحات کے ذریعے مدد فرمائی۔

آپ رضی اللہ عنہ شب زندہ دار اور دن کے وقت روزہ رکھنے والے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نہایت متواضع، منکسر المزاج، دنیا سے بے رغبت، عابد، زاہد اور (دین دار) تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ستودہ صفات کے مالک تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے بھلائی کے دروازوں میں سے کسی دروازے کو کھٹکھٹائے بغیر نہیں چھوڑا اور نیکی کا کوئی راستہ نہیں ترک کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نہایت رقیق القلب، چمکدار چہرے والے اور متقی تھے۔ نبی معزز صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آگ سے نجات کا پروانہ اور پاکباز لوگوں کے ساتھ جنت میں دخول کی خوشخبری دی۔ امام ہونا قرار پایا تو آپؓ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو بھیجا' اسلام سے مرتد ہونے والوں اور زکوۃ نہ دینے والوں اور سرکش دشمنوں کے خلاف لڑائی لڑی اور کئی اسلامی لشکر بھیجے تو بادشاہ لرزہ براندام ہوگئے اور ان کے تخت ہل گئے اور کامرانیوں اور کامیابیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں چومے، آپؓ کے پاس کامرانیاں اور نصرتیں آئیں اور کئی ایک فتوحات آپ رضی اللہ عنہ نے حاصل کیں...... اور قرآن کو جمع کیا اور دین وایمان کو پھیلایا......

آپؓ جلیل القدر حکمران، عظیم خلیفہ' نرمی و بردباری سے مزین اور دین وعلم سے آراستہ تھے۔ اسلام لانے میں' سلام کو پھیلانے میں' نماز کی امامت کروانے میں سب لوگوں پر سبقت لے گئے اور خلافت کی ذمہ داریوں کو بطریق احسن پورا کیا، بڑوں کا احترام کرتے اور چھوٹوں پر رحم فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاں ناتواں شخص قوی تھا حتی کہ وہ اس سے اپنا حق لے لے اور قوی شخص آپ رضی اللہ عنہ کے ہاں ناتواں تھا یہاں تک کہ اس سے حق لے لیا جائے۔ آپؓ پیدل چلتے اور آپ کے سپہ سالار سواریوں پر سوار ہوتے تھے اور آپ قبیلے کی بکریوں کا دودھ دوہتے اور بچے پیتے۔ آپؓ نے چار شادیاں کیں اور آپؓ کے چھ بچے تھے۔ آپؓ بڑے معزز اور رقتِ قلب کے مالک تھے' آپؓ نے دنیا میں بھی اور قبر میں بھی نبی مطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اختیار کی اور حوض پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہوں گے اور محشر کے دن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہوں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ تیرہ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور مخلوق میں سے بہترین شخصیت صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس

میں دفن کیے گئے' جو انبیاء کے خاتم اور چنیدہ لوگوں کے امام تھے۔

واقعہ 1:

آپ رضی اللہ عنہ کو (قبولیت اسلام میں) کوئی توقف نہیں تھا

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا شمار تاریخ اسلامی میں دلاورانِ تیغ زن میں ہوتا ہے۔ ایک دن قریش کی زبانی ایک بات سنی کہ قریش آپؓ کے گہرے دوست اور ساتھی محمد امین ﷺ کو لعن طعن کرتے ہیں تو آپؓ ہوا کی سی تیزی کی طرح آپ کی طرف چلے اور آپ ﷺ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور آپ ﷺ سے نرمی کے ساتھ پوچھنے لگے: کیا یہ بات درست ہے؟ اے محمد ﷺ! جو قریش کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ان کے الہہ چھوڑ دیئے ہیں اور ان کی عقلوں کو ناسمجھ قرار دیا ہے؟ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں! یہ بات درست ہے، بلاشبہ میں اللہ کا رسول اور اس کا نبی ہوں اور اس نے مجھے اس لیے بھیجا ہے تاکہ میں اس کا پیغامِ حق تم تک پہنچاؤں، پس میں تمہیں بھی اس پیغامِ حق کی دعوت دیتا ہوں۔ اے ابوبکر! میں تمہیں ایسے اکیلے اللہ کی طرف بلاتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں ہے' تم اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرو اور اسی کی فرمانبرداری اور اطاعت کرو۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر اسلام لے آئے اور انہوں نے کوئی پس و پیش نہیں کیا' کیونکہ وہ نبی کریم ﷺ کی سچائی' آپ کی طبیعت کے اچھے ہونے اور آپ کے بہترین اخلاق کو بخوبی جانتے تھے کہ جو لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتے وہ اللہ پر کیونکر جھوٹ بول سکتے ہیں۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے جسے بھی دعوتِ اسلام دی اس نے توقف و تامل کیا سوائے ہونا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کہ انہوں نے اس سلسلہ میں تامل نہیں کیا جس وقت میں نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔

(البداية والنهاية:۲۶/۳-۲۷۔ السيرة النبوية :۲۵/۲)

واقعہ 2:

اگر آپ ﷺ نے ایسا ہی فرمایا ہے تو آپ نے سچ فرمایا

چاشت کے وقت نبی معظم ﷺ بیت الحرام میں بیٹھے ہوئے تھے اور

آپ ﷺ کا منہ اللہ کے ذکر و تسبیح سے معطر تھا' اسی دوران اللہ کے دشمن ابوجہل نے آپ ﷺ کو دیکھا جو کہ اپنے گھر سے نکلا اور بیت الحرام کے گرد سرگرداں پھر رہا تھا۔ چنانچہ وہ غرور و فخر کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے نزدیک ہوا اور ازراہ مذاق کہنے لگا: اے محمد! کیا کوئی نئی بات ہے؟ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آج رات مجھے سیر کے لیے لے جایا گیا۔ ابوجہل مسکرایا اور بطور مذاق کے کہنے لگا: کس جانب؟ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: بیت المقدس کی طرف۔ ابوجہل نے مسکرانا بند کر دیا اور آپ ﷺ کے نزدیک ہو گیا اور نفرت کا اظہار کرتے ہوئے سرگوشی کی: آپ کو راتوں رات بیت المقدس لے جایا گیا اور آپ ﷺ نے ہمارے درمیان صبح بھی کر لی' پھر یہ پوچھتے ہوئے مسکرایا: اے محمد! اگر میں تیرے پاس لوگوں کو اکٹھا کرلوں تو کیا آپ اس طرح کی بات ان کو بھی کہیں گے جو آپ ﷺ نے مجھے کہی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں' میں اس طرح کی بات ان کو بھی بتاؤں گا۔ چنانچہ ابوجہل رشک اور شادمانی سے چلا اور لوگوں کو اکٹھا کیا اور انہیں وہ بات جو نبی کریم ﷺ نے کہی تھی، بیان کرنے لگا۔ لوگوں کا رش لگ گیا' حیران ہونے لگے اور ان کے درمیان سے حقارت آمیز آوازیں بلند ہونے لگیں اور اظہارِ نفرت کی بڑبڑاہٹیں اٹھنے لگیں۔ اس وقت کچھ لوگ ان میں سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف کھسک گئے اور انہوں نے ان دونوں کے درمیان تفرقہ کی نیت سے پرامید ہو کر آپ کو اس بات کی خبر دی جو آپؓ کے ساتھی سیدنا محمد ﷺ نے کہی تھی تاکہ آپؓ اپنے دوست کو جھٹلائیں۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر آپ ﷺ نے ایسا ہی فرمایا ہے تو آپ ﷺ نے سچ کہا ہے' پھر فرمایا: تمہارا بیڑا غرق ہو! میں تو آپ ﷺ کی اس سے بھی زیادہ بعید از فہم باتوں کی تصدیق کرتا ہوں، میں آپ ﷺ پر صبح و شام آسمان سے آنے والی وحی کی تصدیق کرتا ہوں تو میں آپ ﷺ کے رات کو بیت المقدس جانے کی تصدیق کیوں نہ کروں؟ پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں چھوڑا اور ہوا کی طرح اس گھر کی جانب آئے جہاں نبی کریم ﷺ تھے اور قوم آپ ﷺ کے

گرداگرد تھی اور آپ ﷺ انہیں بیت المقدس کے اوصاف بیان کر رہے تھے۔ جس وقت بھی نبی ﷺ نے کچھ فرمایا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ﷺ نے سچ فرمایا' آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ چنانچہ اسی دن سے نبی مکرم ﷺ نے آپ کا نام ''صدیق'' رکھا۔ (البداية و النهاية :۱۱۳/۳)

واقعہ 3:

اپنے ساتھی کو پکڑیئے

''اے ابوبکر! اپنے ساتھی کی خبر لیجئے'' یہ الفاظ سنتے ہی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ منکشف (کھلے) سر چلے، یہاں تک کہ آپؓ بیت الحرام پہنچے اور آپ رضی اللہ عنہ کے بال چار چٹیوں کی صورت میں اڑ رہے تھے۔ آپؓ نے مشرکین کو پایا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو زمین پر پھینکا ہوا ہے اور وہ آپ ﷺ کو لاتیں مار مار کر اپنے دل کی بھڑاس نکال رہے تھے اور ساتھ ساتھ یہ کہہ رہے تھے: تم وہی ہو جس نے بہت سے معبودوں کو ایک ہی معبود بنا دیا ہے؟ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو نبی اکرم ﷺ پر فدا کرنے کے لیے آپ ﷺ پر پھینک دیا اور کسی کو دھکا دینے لگے اور کسی کو مارنے لگے اور فرمانے لگے: تمہارے لیے ہلاکت ہو! کیا تم ایک ایسے آدمی کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پروردگار کی جانب سے روشن نشانیاں تمہارے پاس لایا ہے؟ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے گرد موجود لوگوں کو یہ قصہ بیان کرنے کے بعد فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دلاتا ہوں کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ بہتر ہیں یا آل فرعون کا ایماندار شخص؟ تو قوم نے چپ سادھ لی۔ چنانچہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: تم کیوں مجھے جواب نہیں دیتے؟ اللہ کی قسم! سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وہ وقت زمین کے بھراؤ برابر آل فرعون کے مومن شخص سے زیادہ بہتر ہے۔ اس شخص نے اپنے ایمان کو چھپایا تھا اور اس شخص نے اپنے ایمان کو ظاہر کر دیا۔

(المجمع :۱۷/۶۔ الاستیعاب:۲۴۷/۲۔ المجمع :۴۷/۹)

واقعہ 4:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے بعد سرداران قریش دار الندوہ میں اکٹھے ہوئے اور انہوں نے بچھوؤں کی دموں کی مانند زبانیں تیز تیز چلائیں اور وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں مشاورت کرنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے کہا: اس کے لیے ایک شخص متعین کرو جو اسے پکڑے اور اسے ہمارے معبودوں کی طرف دعوت دے۔ چنانچہ انہوں نے طلحہ بن عبیداللہ کو آپ کی جانب بھیجا اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ آپؓ کے پاس آئے اور اس حالت میں کہ آپ رضی اللہ عنہ قوم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو آواز دے کر بلایا: اے ابوبکر! میری جانب کھڑے ہو جایئے! سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: تم مجھے کس کی جانب بلاتے ہو؟ تو وہ کہنے لگے: میں آپ کو لات اور عزیٰ کی عبادت کی جانب بلاتا ہوں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لات کون سا؟ طلحہؓ نے فرمایا: اللہ کی بیٹیاں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کی ماں کون ہے؟ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ چپ کر گئے اور کسی بات کے ساتھ بھی اپنے ہونٹوں کو حرکت نہیں دی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ طلحہ کے اصحاب کی طرف یہ کہتے ہوئے متوجہ ہوئے: اپنے صاحب کو جواب دو' چنانچہ وہ سب چپ رہے اور جواب نہ دیا۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے کافی دیر تک ان کی طرف دیکھا کہ وہ بھیانک سکوت میں ڈوبے ہوئے اور سرگرداں ہیں۔ چنانچہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے دوسری مرتبہ پکارا: اے ابوبکر! کھڑے ہو جایئے' میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور میں اس بات کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ تھاما اور آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ (عیون الاخبار: ۱۹۸/۲-۱۹۹)

واقعہ 5:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پناہ چھوڑ دیتے ہیں

سپیدۂ سحر طلوع ہوا اور اس نے اپنے ہاتھوں سے اندھیرے کو ہٹایا' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ساز و سامان اکٹھا کیا اور اپنا زادِ راہ تیار کیا' پھر اپنا عصا اپنے کندھے پر رکھا اور کوچ کرنے لگے۔ اپنے پہلوؤں میں اپنے ایمان کو اٹھایا اور اس کے ساتھ ہی مکہ چھوڑتے ہوئے چل پڑے اور آپ رضی اللہ عنہ کا دل ایمان سے لبریز تھا اور آپؓ کے چہرے کا رخ سرزمین حبشہ کی جانب تھا۔ یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ ''برک الغماد'' (یمن میں ایک جگہ) پہنچے تو آپ کو قبیلہ قارہ (جو تیر اندازی میں مشہور قبیلہ ہے) کا سردار ابن دغنہ ملا اور اس نے بھاری تیز آواز میں کہا: اے ابوبکر! تم کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نرمی کے ساتھ کہا: میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے تو میرا ارادہ ہے کہ زمین میں سیر کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔ ابن دغنہ نے یہ کہتے ہوئے تاسف سے اپنے سر کو حرکت دی اور کہا کہ اے ابوبکر! آپ جیسے شخص کو کیونکر نکالا جا سکتا ہے، کیونکہ آپ تو محروم کو کما کر دیتے ہیں (ضرورت مند کو نوازتے ہیں) صلہ رحمی کرتے ہیں' یتیموں اور بوڑھوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' مہمان کی خاطر مدارات کرتے ہیں اور آپ ان کی خاطر مصائب و آلام کو برداشت کرتے ہیں۔ میں آپ کو پناہ دیتا ہوں، چنانچہ آپ واپس پلٹ جایئے اور اپنے شہر میں اپنے پروردگار کی عبادت کیجئے۔

آپؓ واپس پلٹ آئے اور آپ کے ساتھ ابن دغنہ بھی روانہ ہوا' شام کے وقت ابن دغنہ نے قریش کے معززین کے ہاں چکر لگایا اور انہیں کہا: یقیناً ابوبکر کی مثیل نہیں ہے کہ نہ وہ خود نکلتا ہے اور نہ اس کو نکالا جاتا ہے' کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو محروم کو کما کر دیتا ہے، جو صلہ رحمی کرتا ہے' بوجھ اٹھاتا ہے' مہمان کی آؤ بھگت کرتا ہے اور حق کی خاطر مصائب پر تعاون کرتا ہے؟ قریش نے ابن دغنہ کی پناہ کو مان لیا' پھر اس سے کہا کہ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دے کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت

کریں اور اسی گھر میں ہی نماز ادا کریں اور جو چاہیں وہیں پڑھیں اور اس کی وجہ سے ہمیں اذیت نہ دے اور نہ اس کام کو ظاہر کرے، کیونکہ ہم ڈرتے ہیں کہ یہ ہماری عورتوں اور ہمارے بچوں کو فتنہ میں نہ ڈال دے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں ہی اسی طرح اپنے رب کی عبادت کرتے رہے اور اپنی نماز کو ظاہر نہ کرتے اور نہ اپنے گھر کے سوا تلاوت کرتے' پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں خیال آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے آنگن میں مسجد بنا لی اور اس مسجد میں نماز پڑھتے اور قرآن کی تلاوت فرماتے۔ چنانچہ مشرکین کی عورتوں اور ان کے بچوں کی آپؓ کے ہاں بھیڑ لگ گئی اور وہ آپ کو دیکھتے تھے جبکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ انتہائی رونے والے شخص تھے کہ جب آپ قرآن کی تلاوت کرتے تو آپؓ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے اس معاملہ نے مشرکین کو پریشان کر دیا' چنانچہ انہوں نے ابن دغنہ کو بلا بھیجا تو وہ ان کے پاس چلا آیا۔ انہوں نے کہا: بلاشبہ ہم نے تیری پناہ کی وجہ سے ابوبکر کو پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرے' لیکن اس نے اس سے تجاوز کیا اور اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنا لی اور نماز کھلے عام پڑھتا ہے اور اس مسجد میں تلاوت بھی ظاہراً کرتا ہے اور ہمیں اندیشہ ہے کہ یہ ہماری عورتوں اور ہمارے بچوں کو فتنہ میں نہ ڈال دے' اس لیے تم اسے روکو' اور اگر وہ اس سے رکتا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ ہم اسے یہاں سے نکال دیں گے۔ ابن دغنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپؓ کے پاس آرام سے بیٹھ گیا اور آپؓ سے کہا: آپ کو معلوم ہے جس پر ہم نے اتفاق کیا ہے' پس یا تو تم اس سے باز آجاؤ یا یہاں سے چلے جاؤ کیونکہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ عرب کے لوگ مجھے یہ کہیں کہ میں عہد شکن ہوں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پختہ دل کے ساتھ فرمایا: میں تمہاری جانب تمہاری پناہ لوٹاتا ہوں اور میں اللہ عزوجل کی پناہ پر راضی ہوں۔

(السیرۃ النبویۃ:۹۳/۲)

واقعہ 6:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا مسلمان ہونا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی تعداد اڑتیس (۳۸) تھی' کی وجہ سے گھر تنگی داماں کی شکایت کرنے لگا۔ نئے دین اور کلمہ حق کی وجہ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک نئی تجویز سوجھی تو آپ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حق کا ظاہری اعلان کرنے اور بیت اللہ کی طرف جانے پر اصرار کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ہم تھوڑے ہیں۔ لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلسل ضد کرتے رہے' یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور مسلمان مسجد کے اطراف میں چلے اور ہر شخص اپنے قبیلہ کے ساتھ داخل ہوا۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کے درمیان بطور خطیب کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن مشرکین کی رگوں میں غصے کا آتشیں مادہ بھڑکا تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں پر حملہ کیا اور انہیں خوب مارا پیٹا حتیٰ کہ وہ ہلاکت کے گڑھے کے کنارے پہنچ گئے۔ بنوتیم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بے جان جسم کو اٹھایا، یہاں تک کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کو آپؓ کے گھر لے آئے اور انہیں آپؓ پر موت کا شک نہ تھا' پھر بنوتیم واپس پلٹے اور برہنہ سر مسجد میں داخل ہوئے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! اگر ابوبکر مر گئے تو ہم ضرور بہ ضرور عتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے۔

چنانچہ وہ واپس سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹے' ابوقحافہ اور بنوتیم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کلام کر رہے تھے اور وہ صحتِ ادراک سے عاری (صحیح سمجھنے سے قاصر) تھے اور انہیں کوئی جواب نہیں دے رہے تھے۔ دن کے اختتام تک بھی ان کے ہونٹوں نے حرکت نہ کی اور پہلا کلمہ جو ان کے ہونٹوں سے نکلا، وہ یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ بنوتیم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے غصہ ہو گئے اور ان کی ماں سے کہنے لگے: دیکھو! اسے کچھ کھلاؤ پلاؤ' پھر وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر حیران ہتھیلیاں پلٹتے ہوئے واپس مڑ گئے۔ لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اس سوال سے نہیں رکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟

آپ رضی اللہ عنہ سے ام جمیل بنت خطاب کہنے لگی: وہ یقیناً خیریت سے ہیں اور صحیح سالم ہیں، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہونٹ مسکراہٹ سے کھل گئے اور انتہائی خوشی کے ساتھ آپ کا چہرہ دمک اٹھا' پھر یہ پکارتے ہوئے اپنے بستر سے اٹھے: آپ کہاں ہیں؟ ام جمیل کہنے لگی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابن ابی ارقم کے گھر میں ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور آپ کی آنکھوں میں خوشی چمک رہی تھی: اللہ کی قسم! میں ہرگز کھانا نہیں کھاؤں گا اور نہ پانی پیوں گا، یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ چلا جاؤں۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تیزی سے پیدل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب چلے لیکن آپ رضی اللہ عنہ درد کی شدت کی وجہ سے طاقت نہیں رکھتے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں اور ام جمیل کا سہارا لے لیا حتیٰ کہ ابن ابی ارقم کے گھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دیکھا تو آپ کی طرف متوجہ ہوئے، آپ کو بوسہ دیا اور مسلمان بھی آپ کی جانب متوجہ ہوئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید ترس آیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں' مجھے کوئی تکلیف نہیں سوائے اس درد کے جو میرے چہرے پر فاسق سے پہنچی تھی، اور یہ میری ماں ہے جو اپنے بیٹے پر مہربان ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بابرکت ہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے اللہ سے دعا فرمائیں اور اسے اسلام کی طرف دعوت دیں۔ قریب ہے کہ آپ کی وجہ سے اللہ اس کو آگ سے محفوظ فرما لے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی تو وہ مسلمان ہوگئیں۔

(حیاة الصحابة :۲۷۳/۱)

واقعہ 7:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میرے لیے رفاقت ہے؟

منہ جھلسا دینے والے اور دہکتے دن میں' کہ گرمی مکہ پر اپنی آگ اُگل رہی تھی اور آگ کی سی تمازت لوگوں پر پھینک رہی تھی۔ دوپہر کے وقت جبکہ گرمی میں چہرے جھلس رہے تھے اور کھالیں جل رہی تھیں' نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ

کی طرف آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن کے دونوں کناروں یعنی صبح یا شام کو ہی اپنے گھر سے نکلا کرتے تھے حتی کہ اس دن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کی اجازت دی اور مکہ سے اور اپنی قوم کے درمیان سے نکلنے کی بھی اجازت مرحمت فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس گھڑی میں آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نہیں آیا کرتے تھے۔

جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نظر اپنے حبیب اور اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کی طرف پڑی تو آپ کھڑے ہوتے ہوئے متوجہ ہوئے اور عجیب انداز میں سرگوشی کی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گھڑی میں صرف کسی ضروری معاملہ کے لیے آئے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی چارپائی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پیچھے ہٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہما کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے پاس موجود لوگوں کو مجھ سے دور کر دو۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو دونوں میری بیٹیاں ہیں، میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نکلنے اور ہجرت کرنے کی اجازت دے دی ہے۔

چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ دو زانو بیٹھے اور فرطِ مسرت سے آنسو آپ رضی اللہ عنہ کے گالوں پر بہہ رہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاؤں گا اور کیا میرے لیے آپ کی رفاقت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تیرے لیے رفاقت ہوگی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: اللہ کی قسم! اس دن سے قبل میں بالکل نہیں جانتی تھی کہ کوئی خوشی کی وجہ سے بھی روتا ہے یہاں تک کہ میں نے اس روز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ فرطِ مسرت سے رو رہے ہیں۔ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال (پانچ ہزار درہم) اٹھا لیا۔ اور وہ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کے لیے نکل پڑے۔

جب ابوقحافہ آئے جو بہت بوڑھے تھے اور ان کی نظر بھی جا چکی تھی۔ وہ

اونچی آواز میں چلائے: اللہ کی قسم! میں یقیناً اسے دیکھتا ہوں کہ اس نے اپنے مال کی وجہ سے تمہیں سخت تکلیف پہنچائی ہے۔ چنانچہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ان سے کہنے لگیں: اے اباجان! ایسا ہرگز نہیں ہے' کیونکہ انہوں نے تو ہمارے لیے بڑی بھلائی چھوڑی ہے۔ اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے جس جگہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مال رکھا کرتے تھے' گھر کے ایک طاق (دیوار میں ایک محراب دار ڈاٹ) میں کچھ پتھر لے کر رکھ دیئے' پھر ان پر کپڑا ڈال دیا' پھر ابوقحافہ کا ہاتھ تھاما اور کہنے لگیں: اے ابوجان! اس مال پر اپنا ہاتھ رکھیں۔ چنانچہ انہوں نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا اور اسے ٹٹولنے لگے اور خوش ہوتے ہوئے کہنے لگے: کوئی بات نہیں' کیونکہ اس نے یہ مال تمہارے لیے چھوڑا ہے اور اچھا کیا ہے اور اس مال میں تمہارے لیے مقصد تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! انہوں نے ہمارے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا، لیکن میں نے ارادہ کیا کہ اس طرح سے میں بوڑھے باپ کو چپ کرا دوں۔ (السيرة النبوية لابن هشام:۱۰۸/۲-۱۱۳۔ البداية و النهاية:۱۷۹/۳۔ كنز العمال :۶۸۲/۱۲-۶۸۳)

واقعہ 8:

رومی مغلوب ہو گئے ہیں

جنگ کے طبل بج اٹھے' دشمن چوکنے ہو گئے' گرد اٹھنے لگی' جلا دینے والے سورج کی روشنی کے نیچے تلواریں چمکنے لگیں اور لاشیں گرنے لگیں۔ مکہ میں آوازیں بلند ہوئیں کہ اہل فارس کی رومیوں کے خلاف مدد کی گئی ہے۔ مشرکین خوش ہوئے کیونکہ اہل فارس اہل کتاب نہیں تھے اور مسلمان پسند کرتے تھے کہ رومی اہل فارس پر غالب آئیں کیونکہ روم والے اہل کتاب تھے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام اتارا:

﴿ الٓمّٓ ○ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ○ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ○ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ﴾ [سورة الروم : ١-٤]

''الف لام میم' اہل روم مغلوب ہو گئے۔ نزدیک کے ملک میں اور وہ مغلوب

ہونے کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گے۔ چند ہی سال میں"۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان آیات کو مکہ کے راستوں پر تلاوت کر رہے تھے تو مشرکین کہنے لگے: اے ابوبکر! بلاشبہ تمہارا ساتھی فرماتا ہے کہ روم والے چند سال میں ہی اہل فارس پر غالب آ جائیں گے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا ہے۔ تو مشرکین کہنے لگے: کیا تم ہم سے شرط اور جوا لگاتے ہو؟ (شرط اور جوئے کی حرمت سے قبل) چنانچہ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے چار جوان اونٹنیوں پر سات سال تک معاملہ طے کر لیا۔ سات سال بیت گئے اور کوئی بھی نیا واقعہ نہ ہوا تو مشرک لوگ اس وجہ سے مسرور ہوئے اور یہ بات مسلمانوں پر گراں گزری۔ یہ بات نبی معظم ﷺ کو بتائی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے ہاں "بضع سنین" سے کیا مراد ہے؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دس سے کم۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: جاؤ' ان سے دو سال مزید مدت بڑھا دو۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ گئے اور ان سے شرط کے دو سال مزید بڑھا دیے، دو سال بھی نہ گزرے تھے یہاں تک کہ قافلہ آیا اور اس نے رومیوں کی نصرت اور غلبے کی خوش خبری دی۔ (الدر المنثور :۵/ ۲۸۹)

واقعہ 9:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات آل عمر سے بہتر ہے

صبح کے وقت لوگ بیٹھے باہم تبادلہ خیال کر رہے تھے' ان کی باتوں سے تھا کہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے رہے تھے' اس بات کی خبر امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تک جا پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے حتی کہ ہجوم کے وسط میں کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات آل عمر سے بہتر ہے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان سے بہتر ہے' پھر آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کیا جو کہ عظیم انسان تھے تاکہ لوگوں کے سامنے ان کا مقام واضح کر دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک رات رسول

اللہ ﷺ نکلے اور غار کی جانب چلے، آپ ﷺ کے ساتھ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے تو آپ کچھ دیر آپ ﷺ کے سامنے چلے اور کچھ دیر آپ ﷺ کے پیچھے چلے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سمجھ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم کبھی میرے پیچھے چلتے ہو اور کچھ دیر میرے آگے چلتے ہو؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غمگین آواز کے ساتھ فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں طلب کو یاد رکھتا ہوں (یعنی آپ ﷺ کی تلاش میں کون ہے جو آپ ﷺ کو تلاش کرتا ہے) تو میں آپ ﷺ کے پیچھے چلتا ہوں' پھر میں گھات کو ذہن میں لاتا ہوں (کون ہے جو آپ ﷺ پر گھات لگاتا ہے اور نظر رکھتا ہے) تو میں آپ ﷺ کے آگے چلتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! اگر کوئی چیز ہوتی تو میں چاہتا کہ تم ہی میرے سامنے ہو۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جوش و ولولے سے فرمایا: جی ہاں! اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا' جب وہ دونوں غار کے پاس پہنچے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کو روکا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اپنی جگہ پر رکیے! میں آپ ﷺ سے پہلے داخل ہوں گا، کیونکہ اگر کوئی سانپ یا اور کوئی موذی چیز ہو تو آپ ﷺ سے پہلے مجھے نقصان دے۔

چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے اور اپنے ہاتھ سے سوراخوں کو ٹٹولنے لگے' جب بھی کوئی سوراخ پاتے تو اس کو اپنے کپڑے سے بند کر دیتے، یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے سارے کپڑے کے ساتھ یہی کیا لیکن صرف ایک سوراخ باقی رہ گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر اپنا قدم رکھا' پھر نبی مکرم ﷺ داخل ہوئے۔ جب صبح روشن ہوئی اور روشنی نے کائنات کو منور کیا، تو نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ پر کوئی کپڑا نہیں ہے تو آپ ﷺ نے حیرانگی سے پوچھا: اے ابوبکر! تمہارا کپڑا کہاں ہے؟ چنانچہ انہوں نے جو کیا تھا آپ کو بتلایا تو نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو دعا کرنے کے لیے اٹھایا: اے اللہ! قیامت کے روز

ابوبکر کو میرے ساتھ میرے درجہ میں کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی کہ یقیناً اللہ نے آپ کی یہ دعا قبول کر لی ہے' پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! آپؓ کی وہ رات آل عمر سے بہتر ہے۔

(البداية والنهاية:۳/ ۱۸۰۔ حلية الاولياء: ۱/ ۳۳)

واقعہ 10:

زہریلے سانپوں کی بل

نبی معظم ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار کے اندھیرے میں چھپ گئے اور رات کی سیاہی میں گم ہو گئے، شرک کی صدائیں تھم گئیں اور وہ اندھیروں کی سخت گرفت کے مقابل پیچھے ہٹ گئیں' نیند آئی اور نبی کریم ﷺ کی پلکوں سے خوش طبعی کرنے لگی تو اس نے آپ ﷺ کی آنکھوں کو بند کر دیا اور آپ ﷺ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں سو گئے۔ اسی دوران سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس پاؤں کو ڈسا گیا جس سے آپؓ نے زہریلے سانپوں کی بل کو بند کر رکھا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے بالکل حرکت نہ کی اس اندیشے سے کہ رسول اللہ ﷺ اٹھ نہ جائیں۔ چنانچہ سخت تکلیف کی وجہ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آنسوؤں میں سے ایک آنسو رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر گر پڑا تو نبی اکرم ﷺ بیدار ہو گئے اور فرمایا: اے ابوبکر! تجھے کیا ہوا ہے؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے درد کے عالم میں کہا: میری ماں اور میرا باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں! مجھے ڈسا گیا ہے۔

چنانچہ نبی مکرم ﷺ نے اپنا لعاب مبارک اس جگہ لگایا جہاں سانپ نے ڈسا تھا درد ختم ہو گیا۔ اور جس وقت نبی ﷺ فوت ہوئے تو زہر کا اثر پلٹ آیا۔

(مشكوٰة المصابيح:۳/ ۶۰۲۵)

واقعہ 11:

پریشان نہ ہو! یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے

شرک کے اژدہے تیزی سے آ جا رہے تھے اور کفر کے شیطان نبی معظم ﷺ

اور آپ ﷺ کے ساتھی کو تلاش کر رہے تھے اور وہ ہر بلند زمین کی طرف اور ہر جانب سوار ہو کر گئے حتیٰ کہ وہ ثور پہاڑ پر آ گئے اور اس غار کے دھانے پر آ کھڑے ہوئے جس میں رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی روپوش تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ لیا اور پریشان ہو گئے اور گھبراہٹ کا شکار ہو گئے کہ وہ نبی رحمت ﷺ کو پا کر فتحیاب نہ ہو جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کی جانب دیکھا اور آپ رضی اللہ عنہ سے سرگوشی کی تاکہ آپ کا ڈر کم ہو جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: گھبرایئے مت! بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خوفزدہ آواز سے کہا: اگر ان میں سے کسی ایک نے اپنے قدموں تلے دیکھ لیا تو وہ ضرور ہمیں دیکھ لے گا۔ چنانچہ نبی پاک ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوبکر! تیرا گمان کیا ہے ان دو کے بارے میں جن کا تیسرا اللہ ہے؟ یہ کہہ کر نبی ﷺ نماز پڑھنے لگے اور دعا کی:

﴿ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۝ ﴾ [سورة التوبة: ٤٠]

''تو اللہ نے ان پر سکینہ نازل فرمایا اور ان کی ایسے لشکروں سے مدد کی جو تمہیں نظر نہیں آتے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے''۔ (السیرة النبویة:۲/ ۱۰۸۔ مجمع الزوائد: ۶/ ۵۲۔ کتب التفسیر (سورة التوبة: ۴۰) سلسلة الموسوعة الاسلامیة (ابوبکر الصدیق) ص ۴۹)

واقعہ 12:

میں اپنے پروردگار سے خوش ہوں

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پھٹی پرانی بوسیدہ عباء پہنے جس کے کناروں میں کھجور کے پتے اور جڑی بوٹیوں کی شاخیں الجھی ہوئی تھیں' رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ

جبرائیل علیہ السلام ان دونوں پر نازل ہوئے اور فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا بات ہے کہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ایسی عباء دیکھتا ہوں جس کے دامن کو پیوند کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرائیل! انہوں نے اپنا مال فتح سے قبل مجھ پر خرچ کر دیا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام کہنے لگے: اللہ آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں کہ ان سے کہیے: کیا تم اپنی اس فقیری میں مجھ سے راضی ہو یا ناراض؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! بلاشبہ اللہ تمہیں سلام کہتے ہیں اور تمہیں فرماتے ہیں: کیا تم اپنی اس حالتِ فقر پر مجھ سے راضی ہو یا ناراض؟ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں اپنے رب سے ناراض ہوسکتا ہوں؟ پھر وارفتگی کے عالم میں فرمایا: میں اپنے رب سے راضی ہوں' میں اپنے پروردگار سے خوش ہوں' میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ (رواہ ابونعیم فی حلیۃ الاولیاء: ۷/ ۱۰۵' وقال غریب من حدیث الثوری۔ صفۃ الصفوۃ: ۱/ ۲۴۹-۲۵۰)

واقعہ 13:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنت میں ہوں گے

رات نے اپنے کجاوے اتارے اور اپنی وسیع و عریض چادر زمین پر لٹکا دی' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد پھیلے ہوئے تھے گویا کہ ستارے چاند کے گرد ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی میٹھی باتوں کے ساتھ ان پر رقت طاری کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک ایسا شخص داخل ہوگا کہ جنت میں ہر بالا خانے والا اس سے کہے گا: خوش آمدید' مرحباً! ہمارے پاس آؤ، ہمارے ہاں آؤ۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تشویق سے فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ شخص کون ہوگا؟ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرت سے کھلتے ہوئے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھا اور انہیں یہ کہتے ہوئے خوش خبری دی: اے ابوبکر! تم ہی وہ شخص ہو۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان کی طرف معراج کرائی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل ہوئے اور وہ جنت عدن تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

"حور العین" میں سے ایک حور دیکھی جو چودھویں کے چاند کی طرح تھی اور اس کی مثل کبھی نہیں دیکھی گئی' اس کی آنکھوں کی پلکیں گدھوں کے پروں کے اگلے حصوں کی مانند تھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: تو کس شخص کے لیے ہے؟ وہ کہنے لگی: میں تیرے بعد جو خلیفہ ہے اس کے لیے ہوں۔ (مجمع الزوائد: ۹/ ۴۹۔ قال الهيثمي: رواه الطبراني فى الكبير والا وسط ورجاله رجال الصحيح غير احمد بن ابی بکر السالمی وهو ثقة)

واقعہ 14:

جنت کے دروازے

نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گروہ میں چارزانو بیٹھے ہوئے تھے اور اپنے منہ سے موتی بکھیر رہے تھے اور صحابہ کرام کے کانوں کو اپنی باتوں سے معطر کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرے گا، اس کو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا۔ اے اللہ کے بندے! یہ خیر ہے۔ اور جو شخص (اہل صلاۃ) نماز والوں سے ہوگا، اس کو باب الصلاۃ (نماز کے دروازے) سے پکارا جائے گا اور جو جہاد کرنے والوں میں سے ہوگا، اسے باب الجہاد (جہاد کے دروازے) سے بلایا جائے گا اور جو روزہ داروں میں سے ہوگا، اس کو باب الریان (سیرابی کے دروازہ) سے بلایا جائے گا اور جو شخص (اہل الصدقہ) صدقہ کرنے والوں میں سے ہو گا، اسے باب الصدقہ (صدقہ کے دروازے) سے بلایا جائے گا۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرا باپ اور میری ماں آپ ﷺ پر قربان جائیں' ظاہراً ان تمام دروازوں سے کسی شخص کو بلائے جانا ضروری نہیں ہے' کیا کوئی ایسا بھی ہے جسے ان تمام دروازوں سے بلایا جائے۔ نبی رحمت ﷺ کے ہونٹ مبارک کھلے اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں' میں امید کرتا ہوں کہ تم انہی میں سے ہو گے۔ (صحیح البخاری کتاب رقم الحدیث: ۱۸۹۷)

واقعہ 15:

ہمیں صرف بھوک نے باہر نکالا ہے

سورج آسمان کے جگر میں سیدھا ہوا اور سخت گرمی کی لہر اٹھی اور گرمی نے آگ کے کوڑے کے ساتھ ریت کو دہکا دیا' ایسی سخت گرم گھڑی میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ دوپہر کو مسجد کی طرف نکلے تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو فرمایا: اے ابوبکر! اس گھڑی آپ کو کس چیز نے نکالا ہے؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بھوک کی شدت نے باہر نکالا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے بھی اسی نے نکالا ہے اس دوران کہ یہ دونوں باتیں کر رہے تھے تو ان کی جانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور ان دونوں سے فرمایا: اس گھڑی تم دونوں کو کس نے گھر سے نکالا ہے؟ دونوں نے کہا: ہم صرف اس سخت بھوک کی وجہ سے نکلے ہیں جو ہم اپنے پیٹوں میں پاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے بھی اسی بھوک نے گھر سے نکالا ہے۔ پس تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔ چنانچہ وہ چلے اور سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آئے۔ اور سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دودھ اور کھانا رکھتے تھے، لیکن اس دن آپ کو دیر ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وقت پر نہیں آئے تھے تو انہوں نے وہ کھانا اپنے گھر والوں کو کھلا دیا اور وہ اپنے کھجوروں کے باغ کی جانب چلے گئے جس میں وہ کام کیا کرتے تھے۔ جس وقت یہ سب سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچے تو ان کی بیوی باہر نکلیں اور کہنے لگیں: اللہ کے نبی کو اور ان کے ساتھیوں کو خوش آمدید۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوایوب رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟ جب سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ نے سنا تو وہ دوڑتے ہوئے تیزی سے آئے اور فرمایا: اللہ کے نبی اور ان کے ساتھیوں کو خوش آمدید، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ نے اپنے مقررہ وقت سے تاخیر کر دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے اپنا سر ہلایا اور فرمانے لگے: تو نے سچ کہا' چنانچہ سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ گئے اور کھجور کا ایک ایسا گچھا لائے جس میں ہر طرح

کی کچی پکی اور نیم پختہ کھجوریں تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے شفقت سے فرمایا: تم نے کھجوروں میں سے ہمارے لیے اچھی کھجوریں چنیں کیوں نہیں؟ سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے چاہا کہ آپ ﷺ کچی پکی اور نیم پختہ ہر طرح کی کھجوریں کھائیں اور میں آپ ﷺ کے لیے اس دوران ایک جانور ذبح کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو ذبح کرے تو دودھ والے جانور کو ذبح نہ کرنا۔ چنانچہ آپ نے ایک بکری کا بچہ لیا اور اسے ذبح کر دیا اور اپنی بیوی سے کہا: ہمارے لیے آٹا گوندھو اور روٹیاں پکاؤ، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس بکری کے بچے کے گوشت کا نصف پکالیا اور دوسرا نصف بھون لیا۔ جب نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے دونوں ساتھیوں کے سامنے کھانا رکھا، تو انہوں نے اس سے کھایا اور نبی کریم ﷺ کی آنکھیں آنسو بہانے لگی اور آپ ﷺ نے فرمایا: روٹی، گوشت، خشک کھجور، نیم پختہ کھجور اور تر کھجور، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے متعلق تم سے قیامت کے روز پوچھا جائے گا۔ اور اس میں اللہ کے اس قول کی جانب اشارہ ہے کہ

﴿ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ [سورة التكاثر:٨]

''پھر اس روز تم سے (شکر) نعمت کے بارے میں پرسش ہوگی''۔

(الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۵۲۱۶)

واقعہ 16:

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! ان دونوں کو چھوڑ دو

اچانک بغیر کسی خبر کے عید کے روز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے تو آپ کو دف بجانے اور گانا گانے کی آوازیں سنائی دیں تو آپ رضی اللہ عنہ تیزی سے گھر کے صحن میں آئے تو انصار کی بچیوں میں سے دو بچیوں کو پایا جو جنگ ''بعاث'' کے گیت گا رہی تھیں اور نبی کریم ﷺ اپنا چہرہ پھیرے ہوئے بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو کرخت غصیلی آواز میں ڈانٹا: کیا اللہ کے

رسول ﷺ کے گھر میں شیطان کے باجے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! ان دونوں کو چھوڑ دیجیے! کیونکہ ہر قوم کے لیے ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔ پس جب نیند نے نبی کریم ﷺ کی پلکوں سے چھیڑ چھاڑ، دل لگی کی تو آپ ﷺ سو گئے۔ سیدہ عائشہ ؓ نے ان دونوں بچیوں کو آنکھ سے اشارہ کیا تو وہ دونوں بچیاں چلی گئیں۔

(صحیح البخاری' رقم الحدیث:۹۵۰-۹۵۲)

واقعہ 17:

خوشخبری دینے میں وہ مجھ سے سبقت لے گئے

مدینہ کے آسمان میں ہلکے پھیکے ستارے پھیلے ہوئے تھے جو کمزوری سے شرماتے ہوئے اندھیرے کو زائل کر رہے تھے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ ' سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر ؓ بکھری ہوئی لمبی بات کر کے واپس پلٹے اور مدینہ کی گلیوں میں چل رہے تھے، تو انہوں نے ایک شخص کی آواز سنی جو مسجد میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ ٹھہرے اور اس کی قرأت سننے لگے۔ قریب تھا کہ ہم اس شخص کو پہچان لیں، آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو پسند ہو کہ وہ قرآن کو ایسے پڑھے جیسے وہ نازل کیا گیا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ابن ام عبد یعنی سیدنا ابن مسعود ؓ کی قرأت پر پڑھے' پھر سیدنا ابن مسعود ؓ بیٹھ گئے اور دعا کرنے لگے، تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: مانگو' تمہیں دیا جائے' مانگو! تجھے عطا کیا جائے گا۔ پھر وہ سب اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے اور سیدنا ابن مسعود ؓ اپنے گھر واپس آ گئے۔ سیدنا عمر ؓ نے ارادہ کیا کہ وہ سیدنا ابن مسعود ؓ کو جلدی سے خوشخبری دیں، تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! کل صبح میں ضرور ان کے پاس جاؤں گا اور انہیں خوشخبری دوں گا' پھر فرمایا: جب میں صبح ان کے پاس پہنچا تا کہ انہیں خوشخبری دوں تو میں نے سیدنا ابوبکر ؓ کو ان کے ہاں سے نکلتے دیکھا کہ وہ ان کی طرف مجھ سے آگے بڑھ گئے ہیں اور انہیں خوشخبری دے دی ہے' اللہ کی قسم! کبھی کسی بھی بھلائی کی جانب میں آگے نہیں بڑھا مگر سیدنا ابوبکر ؓ اس بھلائی

میں مجھ سے سبقت لے جاتے۔

(مسند ابی یعلیٰ : ۱/ ۱۷۳، رقم الحدیث : ۱۹۴)

واقعہ 18:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور فنحاص یہودی

شیطانی سرنگوں میں یہودی زہریلے سانپ اکٹھے ہوئے اور مکر و فریب و چالوں اور خفیہ سازشوں کے جال بن رہے تھے' وہ ایسی زبانوں کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے انتقام لے رہے تھے گویا کہ وہ ایسے خنجر ہیں جو جانوں اور عزتوں کو خون آلود کرتے ہیں۔ اچانک سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اس ہنگامہ و فریب سے لبریز فضا میں زبردستی گھسے اور انہیں انہی میں سے ایک ''فنحاص'' نامی شخص کے پاس جمع پایا جو کہ یہودیوں کے علماء میں سے تھا۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے فنحاص! تیرا ناس ہو اللہ سے ڈر، اور اسلام لے آ۔ اللہ کی قسم! تم جانتے ہو کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ تمہارے پاس اللہ کی جانب سے حق لے کر آئے ہیں اور تم اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں ان کا تذکرہ لکھا ہوا پاتے ہو۔ فنحاص نے سختی سے کہا: اے ابوبکر! اللہ کی قسم! ہمیں اللہ کی طرف کوئی محتاجی نہیں ہے، بلکہ اللہ ہمارا ضرورت مند ہے اور ہم اس کی جانب اس طرح نہیں تضرع و گریہ زاری کرتے جس طرح کہ وہ ہماری طرف گڑگڑاتا ہے' ہم اس سے بے نیاز ہیں اور وہ ہم سے بے نیاز نہیں ہے اور اگر وہ ہم سے بے نیاز ہوتا تو وہ ہم سے ہمارے مال بطور قرض طلب نہ کرتا، جیسا کہ تمہارا صاحب کہتا ہے۔ وہ تمہیں تو سود سے روکتا ہے اور ہمیں سود دیتا ہے اور اگر وہ ہم سے بے نیاز ہوتا تو وہ ہمیں سود نہ دیتا (نعوذ باللہ) چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر سخت غضب ناک ہوئے اور فنحاص کی طرف تیزی سے بڑھے اور اس کے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ مارا' پھر ایسی آواز سے پکارے جو شیر کی دھاڑ سے بھی زیادہ سخت تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر ہمارے اور تمہارے درمیان

معاہدہ نہ ہوتا تو اے اللہ کے دشمن! میں ضرور تیرے سر کو اڑا دیتا۔ فخاص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا اس حال میں کہ اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے: اے محمد! دیکھئے آپ ﷺ کے صحابی نے میرے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جو تم نے کیا، اس پر تمہیں کس چیز نے ابھارا؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! بلاشبہ اس اللہ کے دشمن نے بڑی ناگوار بات کہی ہے اور اس کا گمان ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور یہ مالدار ہے۔ تو جب اس نے یہ کہا، مجھے اللہ کے لیے غصہ آ گیا اور میں نے اس کے چہرے تھپڑ پر دے مارا۔ فخاص نے انکار کرتے ہوئے کہا: اے محمد! ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جھوٹ بولا ہے' میں نے یہ نہیں کہا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فخاص کے قول کے جواب میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ﴾[سورۃ آل عمران : ۱۸۱]

''اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا ہے، جو کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم امیر ہیں' یہ جو کچھ کہتے ہیں ہم اس کو لکھ لیں گے اور پیغمبروں کو جو یہ ناحق قتل کرتے رہے ہیں، اس کو بھی (قلمبند کر رکھیں گے) اور (قیامت کے روز) کہیں گے کہ عذاب (آتش) سوزاں کے مزے چکھتے رہو''۔

(سيرة ابن هشام:۲/ ۲۰۷-۲۰۸)

واقعہ 19:

ابو قحافہ کا قبولِ اسلام

نبی اکرم ﷺ کو مکہ فتح کیے اور کفر و شرک کے وجود کو نیست و نابود کیے اور بیت اللہ میں داخل ہو کر بتوں کو توڑے ابھی کچھ وقت ہی گزرا تھا اور اللہ اکبر کی

صدائیں بلند کیے ہوئے، جنہوں نے ہر کونے کنارے کو ہلا کر رکھ دیا' زیادہ گھڑیاں نہیں گزری تھیں، یہاں تک کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اس حالت میں کہ اپنے باپ ابوقحافہ کے آگے آگے چل رہے تھے اور ابوقحافہ کی نظر بند ہو چکی تھی یعنی نابینا ہو گئے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا تو صدیق اکبر کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا: تو نے اس بزرگ کو ان کے گھر ہی میں کیوں نہ چھوڑا، یہاں تک کہ میں خود ان کے پاس وہاں آ جاتا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ زیادہ مستحق ہیں کہ آپ ﷺ کی طرف چل کر آئیں، بہ نسبت اس کے کہ آپ ﷺ خود ان کی جانب چل کر جائیں۔ پھر ابوقحافہ نبی مکرم ﷺ کے سامنے بزرگوں کی طرح بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے اپنا مبارک ہاتھ ان کے سینے پر پھیرا، تا کہ اس سے کفر کی غلاظت نکل جائے اور آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اسلام لے آیئے' چنانچہ وہ اسلام لے آئے اور آپ ﷺ کے ہاتھوں پر اللہ نے ان کو ہدایت دی۔

(الموسوعة الاسلامية (ابوبکر) ص ۸۱)

واقعہ 20:

تین اشیاء مکمل طور پر برحق ہیں

ایک شخص نے غیر مناسب الفاظ کے ساتھ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر زبان درازی کی اور آپ رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع اور سب و شتم کی بارش برسا دی' آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی بکواسات کے بدلے میں اس شخص کو کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور نبی کریم ﷺ بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پڑوس میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے خاموش ہونے پر شادمانی کے عالم میں مسکرا رہے تھے۔ جب اس شخص نے گالی گلوچ کی کثرت کر دی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مہر سکوت کو توڑتے ہوئے اس شخص کو کچھ جواب دیا تو نبی ﷺ ناراض ہوئے اور کھڑے ہو کر چل دیئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے غصہ کو سمجھ گئے اور آپ ﷺ سے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ شخص مجھے

گالیاں دیتا رہا اور آپؐ بیٹھے رہے، جب میں نے اس کو کچھ جواب دیا تو آپ ﷺ مجھ پر ناراض ہو گئے اور اٹھ کھڑے ہوئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمہاری جانب سے جواب دے رہا تھا، جب تم نے اس کو جواب دیا تو تمہارے اور فرشتہ کے درمیان شیطان واقع ہو گیا تو میں شیطان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! تین چیزیں حق سچ ہیں: جب کسی بندے پر ظلم ہو اور وہ اللہ کی خاطر اس پر خاموش رہے تو اللہ اس کی مدد فرما کر اسے عزت دے دیتے ہیں، اور دوسرا وہ شخص جو صلہ رحمی کا ارادہ کرتے ہوئے صدقہ کرتا ہے تو اللہ اس کو اس کے اس عمل کی وجہ سے بہت زیادہ دیتے ہیں اور تیسرا وہ شخص جو اس وجہ سے سوال کرتا ہے کہ اس کا مال زیادہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے مال کی قلت کو بڑھا دیتے ہیں۔ (مسند احمد: ۲/ ۴۳۶)

واقعہ 21:

کیا کوئی مقابلہ پر آنے والا ہے؟

عبدالرحمٰن بن ابی بکر جو بڑے مضبوط کٹریل جوان تھے، مشرکین کی صفوں سے جسارت اور پیش قدمی کرتے ہوئے نکلے اور ابھی انہوں نے ایمان کا ذائقہ نہیں چکھا تھا۔ پس وہ پکارنے لگے: کیا کوئی ہے جو مجھ سے مقابلہ کرے؟ ان کی آواز ہوا کے دوش پر اڑی یہاں تک کہ ان کے والد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کانوں سے آ ملی جو کہ رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شیر کی مانند کھڑے ہوتے ہوئے جوش میں آئے اور تیزی سے بڑھے، تاکہ اس پکارنے والے کی طرف نکلیں جو کہ ان کے جگر کا گوشہ اور ان کے دل کا پھل تھا، وہ آپ رضی اللہ عنہ کے مقابل تھا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو روکا اور انہیں کہا: اے ابوبکر! اپنی جان کے ساتھ ہمیں فائدہ دیں۔ (مستدرک حاکم: ۳/ ۴۷۳)

واقعہ 22:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے کے مابین تبادلہ الفاظ

عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے بدر کے دن مشرکین کے ساتھ مل کر یورش کی اور جب وہ مسلمان ہو گئے تو اپنے باپ کے پاس بیٹھے اور ان سے کہا: بلاشبہ میں نے بدر کے دن آپ کو دیکھا اور میرے لیے آپ کو نشانہ بنانا آسان تھا، تو میں آپ سے پھر گیا اور میں نے آپ کو قتل نہیں کیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لیکن اگر تم میرے لیے ہدف بنتے تو میں تم سے نہ پھرتا اور تمہیں ضرور بہ ضرور قتل کر دیتا۔

(تاریخ الخلفاء، ص: ٦٤)

واقعہ 23:

اللہ تجھے بڑی خوشنودی عطا فرمائے

لوگوں کے گروہ کی صورت میں ''وفد عبدالقیس'' نے مدینہ کی جانب پیش قدمی کی اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے گرد جماعت کی شکل میں خلقہ بنا لیا' حکمت و دانائی ان کے کلام سے ٹپک رہی تھی تو ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کلام کیا اور اس کلام میں کوئی غلطی کی۔ نبی اکرم ﷺ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ ہوئے اور حیران ہوتے ہوئے فرمایا: اے ابوبکر! تو نے سنا جو اس نے کہا، اور تو نے اسے سمجھا؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں جواب دو۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیا اور اس شخص نے جو بات کہی تھی، اس کی بھی ان پر تردید کی اور بہترین جواب دیا۔ نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک دمک اٹھا اور اس کے سبب مسکراتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ تجھے بڑی خوشنودی عطا فرمائے۔ اس شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! رضوان اکبر سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آخرت میں اللہ اپنے بندوں کے لیے عام تجلی فرمائیں گے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے خصوصی تجلی فرمائیں گے۔ (مستدرک حاکم: ٤/ ٧٨)

واقعہ 24:

اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم! آپ ﷺ حق پر ہیں

صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں پر یہ گراں گزرا کہ وہ بیت الحرام کی خوشبو سونگھے بغیر مدینہ لوٹ جائیں۔ چنانچہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جو کہ سخت دل کے مالک تھے، کھڑے ہوئے اور سوزاں دل لیے نبی معظم ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے بات کی' پھر آپ ﷺ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور فرمایا: اے ابوبکر! کیا یہ اللہ کے نبی ﷺ حق پر نہیں ہیں؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو پھر ہم اس وقت اپنے دین میں کمزوری کیوں دکھائیں؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایمانی سکون اور اللہ پر اعتماد کے ساتھ فرمایا: اے عمر! بلاشبہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ اپنے پروردگار کی معصیت نہیں کریں گے اور اللہ ان کا مددگار ہے تو تم اسی کے دامن سے وابستہ رہو، یہاں تک کہ تمہیں موت آ جائے' اللہ کی قسم! آپ ﷺ برحق ہیں۔ چنانچہ اللہ کا کلام اترا:

﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ﴾ [سورة الفتح : ١]

''(اے محمدؐ!) ہم نے تمہیں فتح دی فتح بھی صریح وصاف''۔

چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور یہ کہتے ہوئے نبی عظیم ﷺ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہ فتح ہے؟ آپ ﷺ نے خوشی سے کھلکھلاتے ہوئے فرمایا: ہاں یہ فتح ہے۔ تو آپ کا دل خوش ہو گیا اور واپس پلٹ گئے۔ (سیرة ابن هشام : ٢/ ٣٠٨-٣٢٢۔ فتح الباری:٧/ ٤٣٩)

واقعہ 25:

آلِ ابی بکر کی برکتیں

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں نکلیں۔ اس دوران کہ وہ

لوگ ''بیداء'' جگہ میں تھے تو آپ کا ہار ٹوٹ گیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس ہار کی تلاش کے لیے ٹھہرے اور لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہی ٹھہر گئے اور ان کے پاس پانی نہیں تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کام کیا؟ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ٹھہرا لیا اور لوگ نہ تو پانی کے چشمے پر ہیں اور نہ ان کے پاس پانی موجود ہے۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ غضبناک اور اپنی پیشانی پر بل ڈالے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر سر رکھے ہوئے پایا اور آپ ﷺ گہری نیند میں گم تھے، تو آپ رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں بیٹھ گئے اور ان کی کوکھ میں اپنے ہاتھ سے ضرب لگانے لگے اور اپنی زبان سے یہ کہتے ہوئے انہیں سخت ملامت کرنے لگے: تو نے رسول اللہ ﷺ کو روک لیا ہے اور لوگ نہ کسی پانی کے چشمہ پر ہیں اور نہ ان کے پاس پانی موجود ہے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فہمائشی کلمات کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کو طعن و تشنیع کرنے لگے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: مجھے حرکت کرنے سے نہیں روکا مگر یہ کہ رسول اللہ ﷺ میری ران پر موجود تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے پاس پانی نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت اتار دی تو سب نے تیمّم کر لیا۔ سیدنا سید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے آل ابی بکر! یہ تمہاری پہلی برکت تو نہیں ہے۔ جس وقت وہ اونٹ اٹھا جس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں تو اس کے نیچے سے ہار مل گیا۔ (صحیح البخاری رقم: ۳۴۴)

واقعہ 26:

فضیلت والوں کے لیے ہی فضل ہے

نبی کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گچھے کی صورت میں تھے اور انہوں نے آپ ﷺ کو ایسے گھیرا ہوا تھا جس طرح کہ کنگن کلائی کا احاطہ کر لیتا ہے اور وہ آپ کی شگفتہ اور تر وتازہ باتیں سن رہے تھے۔ اسی دوران سیدنا

علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے سلام کہا' پھر کھڑے رہے' اپنی نظر دوڑائی شاید کہ کوئی جگہ ہو جہاں وہ بیٹھیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں کی جانب دیکھا کہ ان میں سے کون آپ رضی اللہ عنہ کے لیے مجلس میں کشادگی کرتا ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی مجلس سے ذرا ہٹے' پھر فرمایا: اے ابوالحسن! یہاں آ جائیے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان بیٹھ گئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس فراخ دلی پر مسکرائے اور آپ کا چہرہ دمک اٹھا اور اس میں کھلکھلاہٹ دکھائی دینے لگی' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانب یہ کہتے ہوئے جھکے: اے ابوبکر! یقیناً معزز لوگوں کے مرتبہ کو باکمال لوگ ہی پہچانتے ہیں۔

(البدایۃ والنہایۃ :۷/ ۳۵۹)

واقعہ 27:

حب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اشعار

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب علیل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نحیف بدن کے ساتھ اپنے بستر پر سوئے ہوئے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی طرف آئے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیمار پرسی کریں۔ جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر پڑے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت زیادہ غمگین ہوئے۔ جس وقت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کی جانب واپس پلٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کی پریشانی کی وجہ سے بیمار ہو گئے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض سے تندرست ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عیادت کی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بے مثال محبت کے متعلق چند اشعار کہے:

مَرِضَ الْحَبِيْبُ فَعُدْتُهٗ فَمَرِضْتُ مِنْ أَسَفِي عَلَيْهِ

شُفِيَ الْحَبِيْبُ فَزَارَنِیْ فَشَفَيْتُ مِنْ نَظْرِیْ إِلَيْهِ

''جب حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو میں نے ان کی تیمارداری کی' پس میں ان کی پریشانی

سے بیمار ہوا' حبیب ﷺ تندرست ہو گئے تو انہوں نے میری زیارت کی تو میں ان کی طرف دیکھتے ہی تندرست ہو گیا۔'' (من وصایا الرسول: ۲/ ۳۹۴)

واقعہ 28:

جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والا

دوپہر کے وقت نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ''اسراء'' کے بارے میں کچھ بیان کر رہے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جبرائیل نے میرا ہاتھ تھاما اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت اس میں داخل ہو گی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑے شوق سے فرمایا: اے اللہ کے رسول! میں چاہتا ہوں کہ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہوں یہاں تک کہ میں اسے دیکھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم بلاشبہ میری امت کے پہلے آدمی ہو جو اس میں داخل ہو گے۔

(مستدرك حاكم: ۳/ ۷۳۔ وقال: حديث صحيح على شرط صحيحين)

واقعہ 29:

تم قسم نہ کھانا

صبح کی پہلی کرن نے اندھیرے کو زائل کیا' ایک شخص نبی رحمت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے رات خواب میں بادل دیکھا جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے اور میں نے لوگوں کو دیکھا وہ اس میں سے اپنے ہاتھوں کو بھر رہے ہیں، تو ان میں کوئی زیادہ لینے والا ہے اور کوئی کم۔ اور میں نے ایک آسمان سے زمین کی جانب لٹکی ہوئی رسی دیکھی اور میں نے آپ کو دیکھا آپ ﷺ نے اسے تھاما اور آپ ﷺ اوپر چلے گئے' پھر ایک شخص نے آپ ﷺ کے بعد اسے تھاما اور وہ بھی اوپر چلا گیا' پھر اسے ایک اور شخص نے تھاما اور وہ بھی اوپر چلا گیا' پھر اس کو ایک اور شخص نے تھاما تو وہ ٹوٹ گئی' پھر اس کو جوڑا گیا تو وہ بھی اوپر چلا گیا۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرا باپ آپ ﷺ پر فدا ہو' اللہ کی قسم!

آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں تو میں اس کی تعبیر کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی تعبیر کرو۔ سیدنا ابوبکر ؓ نے فرمایا: بادل دراصل اسلام کا بادل ہے اور جو گھی اور شہد ٹپک رہا تھا وہ قرآن مجید ہے اور اس کی مٹھاس اور نرمی ہے اور جو اس سے لوگ مٹھی بھر رہے تھے تو کوئی قرآن سے زیادہ لینے والا ہے اور کوئی کم لینے والا ہے۔ اور جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکی ہوئی رسی وہ حق ہے جس پر آپ ﷺ ہیں' آپ ﷺ نے اسے پکڑا اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اوپر اٹھالیں گے' پھر اسے آپ ﷺ کے بعد ایک شخص پکڑے گا اور اس کے ساتھ وہ اوپر چڑھ جائے گا' پھر ایک اور شخص اس کو پکڑے گا اور وہ بھی اس کے ساتھ اوپر چلا جائے گا' پھر ایک اور شخص اس کو تھامے گا تو وہ ٹوٹ جائے گی' پھر وہ اس کے لیے جوڑ دی جائے گی تو وہ بھی اوپر چڑھ جائے گا' پھر آپ ؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں! آپ ﷺ مجھے بتلایئے کہ کیا میں نے صحیح تعبیر بتائی ہے یا غلط؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ تو نے درست تعبیر کی اور کچھ غلط کی۔ سیدنا ابوبکر ؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم آپ ﷺ مجھے ضرور بتائیں جو میں نے غلطی کی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم قسم نہ کھاؤ۔ (جامع ترمذی، رقم:۳۲۹۳)

واقعہ 30:

نبی اکرم ﷺ کے ہاں لوگوں میں پسندیدہ ترین آدمی

ایک آدمی غزدہ سے واپس آیا اور اس کے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان عورتوں کی طرف سے کوئی قرابت داری تھی۔ نبی کریم ﷺ سیدہ عائشہ ؓ کے گھر میں تھے، تو وہ آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا تو نبی کریم ﷺ نے دمکتے چہرے کے ساتھ فرمایا: خوش آمدید' مرحبا ایسے آدمی کو جو مال غنیمت لایا۔ اس آدمی نے کہا: لوگوں میں سے آپ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جو میرے پیچھے ہے یعنی سیدہ عائشہ ؓ۔ یہ کہتے ہوئے اس آدمی نے اپنے سر کو حرکت دی: میں نے عورتوں کے متعلق نہیں پوچھا تھا، بلکہ میری مراد مرد تھے؟ چنانچہ آپ ﷺ

نے فرمایا: اس کا باپ یعنی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ (المطالب العالیہ: ۴/ ۴۴)

واقعہ 31:

خوشی مناؤ! تمہارے پاس مدد آ گئی

جمعہ کے روز سترہ رمضان کی صبح غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چھپر میں داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی داخل ہوئے اور آپ دونوں کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اپنے پروردگار سے نصرت و مدد کی نہایت تضرع کے ساتھ دعا کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے اللہ! اگر آج یہ تھوڑی سی جماعت بھی ہلاک ہو گی تو پھر تیری عبادت نہیں کی جائے گی'' اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تھے، آپ کو تسلی دینے لگے: اے اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کرے گا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر کھڑے رہنے کے بعد بیٹھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ نیند سی آئی' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نیند سے بیدار ہوئے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! خوشخبری ہو! اللہ کی مدد آ گئی' یہ جبرائیل گھوڑے کی لگام تھامے اس پر اس طرح سوار ہیں کہ ان کے دونوں طرف گرد و غبار ہے۔

(سیرۃ ابن ھشام : ۲/ ۲۷۹)

واقعہ 32:

میں نے اسے سنا دیا جس سے سرگوشی کی

ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور لوگوں کے حالات کا جائزہ لینے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اس حالت میں کہ ان کی آواز پست تھی' پھر کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو انہیں نماز پڑھتے ہوئے پایا اور وہ بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے۔ جب وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! میں

تیرے پاس سے گزرا اور تم نماز پڑھ رہے تھے اور تمہاری آواز پست تھی؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے جس سے سرگوشی کی، اسے سنا دیا۔ نبی مکرم ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں تمہارے پاس سے گزرا اور تم بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں سونے والے کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے کشادہ سینے سے جو سنا، اس پر خوش ہوتے ہوئے اور میانہ روی و اعتدال کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے ابوبکر! اپنی آواز کو اونچا کرو، اور اے عمر! تم اپنی آواز کو پست کرو۔

(سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۱۳۳)

واقعہ 33:

اگر میں کسی کو دوست بناتا

رسول اللہ ﷺ اپنے مرض الموت میں اپنے سر پر پٹی باندھے ہوئے نکلے اور منبر پر جا بیٹھے، اللہ کی حمد بیان کی اور اس کی ثنا کی پھر کمزور آواز سے فرمایا: بلاشبہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ مجھ پر اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ احسان کرنے والا لوگوں میں سے کوئی نہیں ہے اور اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا لیکن اسلامی بھائی چارگی زیادہ بہتر ہے' پھر آپ ﷺ نے حکمیہ لہجہ میں اپنی آواز بلند فرمائی: اس مسجد کے تمام دروازے سوائے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے بند کردو۔ (صحیح البخاری رقم:۴۶۷)

واقعہ 34:

اے ابوبکر! اللہ تجھے بخشے

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے مابین گفتگو ہوئی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ربیعہ رضی اللہ عنہ کو کوئی ایسا کلمہ کہا جو انہیں ناگوار گزرا' پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پشیمان ہوئے اور فرمایا: اے ربیعہ! تم بھی مجھے اس کی مثل کہو تاکہ اس کا بدلہ ہو

جائے۔ ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں یہ نہیں کروں گا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا تم مجھے اس طرح کہو یا پھر میں تمہارے خلاف رسول اللہ ﷺ سے شکایت کروں گا۔ سیدنا ربیعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایسا نہیں کروں گا۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور سیدنا ربیعہ رضی اللہ عنہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے تھے۔ اسلم قبیلہ کے لوگ ربیعہ رضی اللہ عنہ کے گرد اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے کہا: اللہ ابوبکر پر رحم فرمائے! وہ کس چیز کے متعلق تمہارے خلاف رسول اللہ ﷺ سے مدد مانگ رہے ہیں۔ سیدنا ربیعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہیں؟ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں' اور یہ مسلمانوں کے بزرگ ہیں۔ تم چھوڑو' اگر انہوں نے مڑ کر دیکھا تو وہ دیکھیں گے کہ تم ان کے خلاف میری مدد کر رہے ہو، تو وہ ناراض ہوں گے، اور ان کے ناراض ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ ناراض ہو جائیں گے، اور ان دونوں کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ عزوجل ناراض ہو جائیں گے، میں تو اس طرح ہلاک ہو جاؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے کہا: تو آپ رضی اللہ عنہ ہمیں کس چیز کا حکم فرماتے ہیں؟ سیدنا ربیعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واپس پلٹ جاؤ۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے سیدنا ربیعہ رضی اللہ عنہ اکیلے چلے، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ربیعہ! تیرا اور صدیق کا کیا معاملہ ہے؟ سیدنا ربیعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! انہوں نے مجھے ایسا کلمہ کہا جسے میں نے ناپسند کیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ تم بھی مجھے وہی کہو جو میں نے کہا ہے، یہاں تک کہ بدلہ اتر جائے تو میں نے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ربیعہ! کہہ دو' بلاشبہ اے ابوبکر! اللہ نے تجھے بخش دیا ہے۔ چنانچہ سیدنا ربیعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوبکر! اللہ تجھے بخش دے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ واپس لوٹے دراں حالیکہ آپ رضی اللہ عنہ رو رہے تھے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۹۲-۹۲)

واقعہ 35:

فضیلت والے لوگ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ قرابت داری کی بناء پر سیدنا مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ پر خرچ کرتے

تھے اور ''واقعہ افک'' میں منافقین کے دام فریب میں آ کر انہوں (مسطح) نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف نازیبا کلمات کہہ دیے، جن سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف پہنچی۔ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی برأت کے متعلق آیات نازل کیں تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں مسطح پر کبھی بھی کچھ نہیں خرچ کروں گا، اس کے بعد کہ جو انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہا۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [سورة النور : ۲۲]

''اور جو لوگ تم میں سے صاحب فضل اور صاحب وسعت ہیں، وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور وطن چھوڑ جانے والوں کو کچھ خرچ نہیں دیں گے، ان کو چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں' کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے؟ اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے''۔

چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ضرور' اللہ کی قسم! مجھے بلاشبہ یہ محبوب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے اور مسطح کو وہ اخراجات دیئے جو دیا کرتے تھے اور فرمایا: اللہ کی قسم! میں اب یہ ان سے کبھی نہیں روکوں گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۲۶۶۱-۲۶۷۹)

واقعہ 36:

تم سب میری خاطر میرے ساتھی کو چھوڑ دو

بوجھل قدموں کے ساتھ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی چادر کے کنارے کو پکڑے ہوئے آئے، یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے سے کپڑا ہٹ گیا اور آپ کا چہرہ متغیر تھا اور اس پر غم و پریشانی واضح تھی۔ چنانچہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہچان گئے کہ ان کے

اور ابن خطاب کے درمیان کچھ ہوا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف تیزی سے گئے اور ان سے سوال کیا کہ وہ انہیں معاف کر دیں، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کیا۔ تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تیرے سامنے آتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ تجھے معاف کرے۔ تین بار فرمایا' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شرمندہ ہو گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے تو انہیں نہ پایا۔ چنانچہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے اور جس وقت آپؓ کے قریب ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سرخ ہو گئیں یہاں تک کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈر گئے اور اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور گڑگڑاہٹ کے ساتھ فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم! میں نے ہی ظلم کیا تھا۔ اللہ کی قسم! میں نے ہی ظلم کیا' پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ نے مجھے تمہاری جانب بھیجا ہے اور تم نے کہا کہ تو نے جھوٹ بولا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو نے سچ بولا اور انہوں نے اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ میری غمخواری کی، تو کیا تم میری خاطر میرے ساتھی کو چھوڑنے والے نہیں ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا۔ چنانچہ اس کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایذاء نہیں دی گئی۔ (صحیح البخاری، رقم: ۳۶۶۱)

واقعہ 37:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے دکھ نہیں دیا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے آئے' منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان فرمائی' پھر فرمایا: اے لوگو! سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی مجھے دکھ نہیں دیا۔ پس تم ان کا مقام پہچان لو۔ اے لوگو! بلاشبہ میں ان سے راضی اور خوش ہوں۔

(الخلفاء الراشدون : ۴۲)

واقعہ 38:

ہمہ گیر بھلائی و نیکی اور جنت کی خوشخبری

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک گروہ میں بیٹھے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان سے استفسار کیا: آج کے دن تم میں سے کس نے حالتِ روزہ میں صبح کی؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: تم میں سے کون جنازہ کے ساتھ گیا؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم میں سے کس نے مریض کی تیمارداری کی ہے؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے' چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ان صفات سے متصف ہوگا، وہ جنت میں جائے گا۔(صحیح مسلم، رقم: ۱۰۲۸)

واقعہ 39:

اس بزرگ کو کیا چیز رُلاتی ہے؟

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اور ان کو وعظ و نصیحت کر رہے تھے گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو آخری الوداعی خطاب کر رہے ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو نمودار ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف نظر جما کر دیکھ رہے تھے: بلاشبہ اللہ نے ایک بندے کو جو اپنے پاس موجود نعمتیں ہیں ان کے درمیان اور دنیا کے درمیان اختیار دیا، تو اس نے جو اللہ کے ہاں ہے اسے پسند فرمایا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زور دار چیخ ماری اور اس نے لوگوں کو خوفزدہ کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے جبکہ آنسو آپ رضی اللہ عنہ کے رخساروں پر بہہ رہے تھے: ہماری مائیں اور ہمارے باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں، ہمارے باپ اور ہماری مائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان جائیں! لوگوں نے اپنی ہتھیلیوں کو الٹ پلٹ کیا اور اپنے ابروؤں کو دہشت کے ساتھ حرکت دی، یہ بزرگ آخر کیوں روتے ہیں؟ کس چیز نے انہیں ان کی خاموشی اور ان کے وقار سے نکال باہر کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بندے کے متعلق گفتگو فرما رہے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اللہ کے پاس موجود اشیاء کے

درمیان اختیار دیا، تو اس نے جو اللہ کے پاس ہے اسے اختیار فرمایا۔ تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کس لیے چیختے اور روتے ہیں؟ لیکن قوم کو معلوم تھا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان میں سے زیادہ علم والے اور ان میں سے زیادہ معرفت والے ہیں اور یہ بندہ جسے دنیا اور آخرت کے درمیان اللہ نے اختیار دیا، تو اس نے اپنے رب کے پڑوس کو منتخب کیا اور وہ بندہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ روئے اور کچھ دن نہیں گزرے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرما لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ روح اپنے پروردگار کے جوار میں چلی گئی۔ (المشکاۃ المصابیح:۵۹۵۷)

واقعہ 40:

بلاشبہ تم سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ والیاں ہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض شدت اختیار کر گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرض کی تکلیف اور درد کی وجہ سے نماز بیٹھ کر پڑھنے لگے، ایک دن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آئے اور آپ سے نماز پڑھانے کا کہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کندھے سے مرض کی چادر دور کی اور کمزور آواز سے فرمایا: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بلاشبہ ابوبکر رقیق القلب اور نرم دل آدمی ہیں' جب نماز میں کھڑے ہوں گے تو انہیں رونا آئے گا، اور آپ ان کی قرأت بھی ان کے رونے کی وجہ سے نہ سن سکیں گے۔ کاش کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیں۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول پر اصرار کیا اور دوسری مرتبہ اسے دہرایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا: تم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ ابوبکر رقیق القلب شخص ہیں اور جب وہ نماز پڑھائیں گے تو لوگ شدید رونے کی بناء پر ان کی تلاوت نہیں سن سکیں گے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیں۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ ہوتے ہوئے فرمایا: بے شک تم صواحبِ یوسف

جیسی ہو۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جس وقت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل میں کچھ خفت پائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور دو آدمیوں کے درمیان لڑکھڑاتے ہوئے چلنے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں زمین پر نشان بنا رہے تھے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آہٹ سنی تو اپنی جگہ سے پیچھے ہٹے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ پر ہی ٹھہرے رہیں۔ لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹے، یہاں تک کہ صف میں برابر ہو گئے۔ جب نماز ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں کس چیز نے روکا تھا کہ تم اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو، جبکہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سر جھکائے ہوئے منکسرانہ آواز میں فرمایا: ابن ابی قحافہ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز پڑھائے۔ (صحیح البخاری ، رقم: ۶۷۸-۶۸۴-۱۱۳)

واقعہ 41:

تم لوگوں نے اچھا کیا

نماز کا وقت ہوا اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں بیمار تھے، تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: نماز کا وقت ہو گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر موجود نہیں ہیں تو کیا میں آپ رضی اللہ عنہ کے لیے اذان اور اقامت کہہ دوں، تاکہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو۔ چنانچہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور اقامت کہی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ دوسری یا تیسری مرتبہ آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جی میں کچھ سکون اور فرحت پائی، تو مسجد آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو پایا کہ وہ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کس نے نماز پڑھائی؟ انہوں نے کہا: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے

لبوں سے فرمایا: تم نے اچھا کیا' کسی قوم کے لیے یہ لائق نہیں کہ ان میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں اور ان کی امامت ان کے سوا کوئی دوسرا کرائے۔ (المطالب العالیہ لابن حجر عسقلانی: ۴/ ۳۳-وعزاہ لاحمد بن منیع فی "مسندہ")

واقعہ 42:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور موت کتنی دلکش ہے!

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ کے مضافات میں بالائی حصے کی بستیوں کی جانب گئے تاکہ آپ رضی اللہ عنہ آرام کریں اور اپنے بعض امور نمٹا لیں۔ ابھی کچھ وقت بھی نہیں گزرا تھا کہ ایک آدمی دوڑتا ہوا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی اندوہ ناک خبر سنائی، یہ خبر سنتے ہی سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ حواس باختہ ہو گئے۔ اس حواس باختگی کے عالم میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خبر دینے والے کی طرف دیکھنے لگے جو سوزاں آنسوؤں کے ساتھ پریشان کن دکھائی دے رہا تھا اور اس کی منتشر سانسوں کے جمع ہونے کے بعد اس نے اپنے بوجھل ہونٹوں سے سرگوشی کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دل لرز گیا اور آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور آپ رضی اللہ عنہ فوراً غم واندوہ اور افسردگی کی حالت میں تیزی سے مدینہ کی جانب چلے' اس اندوہ ناک اور روح فرسا حادثے نے آپ رضی اللہ عنہ کے اوسان خطا کر دیے۔ آپ کو اپنے نیچے زمین حرکت کرتی محسوس ہونے لگی اور اپنے گرد پہاڑ حرکت کرتے محسوس ہونے لگے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئے اور وہاں لوگوں کا ہجوم تھا' ہنڈیا کی طرح جوش مارنے کی مانند رونا اور سسکیاں بھر کر رونا تھا۔ وہ لوگ تلا کر پریشانی سے بول رہے تھے اور آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئیں تھیں، یہاں تک کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسا مضبوط شخص بھی اپنے حواس کھو بیٹھا تھا اور اپنی میان سے تلوار نکال کر سونت لی اور اپنی کرخت آواز سے کہا: جس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں، میں اپنی اس تلوار سے اس کی گردن مار دوں گا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو

ان کی ہیجانی حالت میں چھوڑتے ہوئے تیزی سے گھر میں داخل ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے دیوار کے نیچے گھر کے کونے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چادر لیے ہوئے پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھاری دار چادر تھی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں گر پڑے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے پردہ ہٹایا اور جھک کر آپ کو الوداعی بوسہ دیا، تو آپ رضی اللہ عنہ کی ناک میں خوشبودار کستوری کی مہک پہنچی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر سے پھوٹ رہی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور موت کتنی عمدہ ہے، اے اللہ کے رسول! سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بوجھل قدموں کے ساتھ اٹھے اور آپ کی پنڈلیاں آپ رضی اللہ عنہ کے کمزور جسم کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتی تھیں، اور آپ رضی اللہ عنہ نے گھر کے باہر توجہ کی جہاں لوگ جمع تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو بلاشبہ اللہ زندہ ہے اور وہ نہیں مرے گا' پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ کا کلام پڑھا:

﴿ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○ ﴾ [سورة آل عمران : ١٤٤]

''اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف پیغمبر ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر گزرے ہیں' بھلا اگر یہ مرجائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے (یعنی مرتد ہو جاؤ گے) اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا اور اللہ شکر گزاروں کو ثواب دے گا''۔

(البداية والنهاية : ۵/ ۲۴۳-۲۴۴)

واقعہ 43:

بدکارہ عورتیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر روشنی کی مانند آہستہ آہستہ پھیلی' محفلوں اور

مجمعوں میں لوگوں نے باتیں کیں حتی کہ یہ خبر ''کندہ'' اور ''حضرموت'' کی زمین پر اتری تو نفاق کی آوازیں اٹھیں اور نفاق ہر بری صورت کے ساتھ گرجا اور زہریلے سانپ اپنی بلوں سے نمودار ہوئے اور چند عورتیں اٹھیں جو کہ خوشی سے حرکت کرنے لگیں' انہوں نے اپنے ہاتھوں کو مہندی لگائی اور گروہوں کی صورت میں نکلیں' دف بجا رہی تھیں۔ چنانچہ اسلام پر غیرت کھانے والا ایک مرد اٹھا، جسے پیدا کیا گیا کہ وہ نفاق کے خلاف سرکشی کرے۔ اس نے مدینہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانب ایک خط بھیجا' اس خط میں وہ کہتا ہے:

أَبْلِغْ أَبَابَكْرٍ إِذَا مَا جِئْتَهٗ أَنَّ الْبُغَايَا رُمْنَ أَیَّ مَرَامِ
أَظْهَرْنَ مِنْ مَوْتِ النَّبِیِّ شَمَاتَةً خَضَبْنَ أَيْدِيَهُنَّ بِالْعُلَّامِ
فَاقْطَعْ هُدِيْتَ أَكُفَّهُنَّ بِصَارِمٍ كَالْبُرْقِ أَوْمَضَ مِنْ مُتُوْنِ غَمَامِ

''جب تو ان کے پاس جائے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پہنچا دے کہ بدکارہ عورتوں نے تہمتیں لگائی ہیں' انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر خوشی کا اظہار کیا ہے اور اپنے ہاتھوں کو مہندی سے رنگا ہے۔ آپ کو توفیق ملے تو آپ رضی اللہ عنہ ایسی تلوار کے ساتھ ان کے ہاتھ کاٹ دیں جیسے بجلی بادلوں کے اندر چمکتی ہے''۔

یہ خط کڑک دار بجلی کی طرح تھا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے متحمل مزاج اور عاجزی اختیار کرنے والا شخص بھی آتش فشاں پہاڑ میں بدل گیا اور سونتی ہوئی تلوار بن گیا' آپ رضی اللہ عنہ نے شمشیر بے نیام کو نیام میں نہیں ڈالا، یہاں تک کہ باطل کا قلع قمع کر دیا اور نفاق کو جڑ سے کاٹ دیا۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل ''المھاجر'' کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام لے، تو اس نے ان عورتوں کو اکٹھا کیا اور انہیں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس لا حاضر کیا اور ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے۔

(عیون الاخبار: ۳/ ۱۱۶)

واقعہ 44:

جس آدمی میں یہ تین اشیاء ہوں

سقیفہ بنی ساعدہ کے قریب ہر اونچی جگہ اور ہر جہت لوگوں کا ہجوم تھا' معاملہ نہایت سنگین ہو چکا تھا۔ مشتعل شور وغوغا میں آوازیں باہم ٹکرا رہی تھیں اور ان کی باتیں ان کے بھڑکے ہوئے جذبات سے خلط ملط ہو رہی تھیں، تو انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے ہو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں، پھر آپ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قریب ہوئے اور ان کا ہاتھ تھاما اور سوال کرتے ہوئے کہنے لگے تاکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت واضح کریں، آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: کس آدمی میں یہ تین خوبیاں موجود ہیں؟ ''**اذ یقول لصاحبه**'' میں ''**صاحبه**'' سے کون مراد ہے؟ لوگوں نے کہا: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**إذ هما فی الغار**'' میں ''**هما**'' سے کون مراد ہیں؟ لوگوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**إن اللّٰه معنا**'' میں، اللہ کا کس کے ساتھ ہونا مراد ہے؟ انہوں نے کہا: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو یہ پسند کرتا ہو کہ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھے؟ انہوں نے کہا: ہم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھیں **نعوذ باللّٰه**۔ (ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں) چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اپنا ہاتھ پھیلائیے! میں آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر لوگ بھی کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

(فضائل الصحابه للنسائی :۵۶۔ مستدرك حاکم: ۳/ ۶۷)

واقعہ 45:

پہلا خطبہ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تذبذب اور گھبراہٹ کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر

کی جانب بڑھے' ایک ٹانگ کو آگے بڑھایا اور دوسری کو پیچھے کیا' پہلی سیڑھی پر قدم رکھنے سے پہلے لمحہ بھر سوچنے لگے' پھر دوسری سیڑھی پر آئے اور اس پر چڑھ گئے' پھر تیسری سیڑھی پر آئے تو لرزتے ہوئے کھڑے ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے بمشکل اپنے آپ پر کنٹرول کیا اور اپنے نفس کو آپ ﷺ کی جگہ چڑھنے پر آمادہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آنسوؤں کی موٹی موٹی بوندوں کو اپنے ہاتھوں سے صاف کیا' آپ نے لوگوں کے مجمع کی طرف رخ کیا اور آپ کی آنکھوں کے سامنے خلافت کی مسئولیت تھی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! میں تم پر والی مقرر کیا گیا ہوں اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں' اگر میں اچھا کروں تو تم میری معاونت کرنا اور اگر میں برا کروں تو تم مجھے سیدھا کر دینا۔ خبردار! یقیناً تم میں سے جو ناتواں ہے وہ میرے ہاں قوی ہے حتیٰ کہ میں اس کا حق لے لوں اور تم میں سے جو قوی ہے وہ میرے ہاں ناتواں ہے حتیٰ کہ میں اس سے دوسرے کا حق لے لوں۔ تم سب میری پیروی کرنا، جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول نافرمانی کروں تو تم پر میری کوئی اطاعت نہیں ہے۔

(الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۱۳۳-۱۳۸۔ کنز العمال: ۵/ ۶۰۷-۶۰۸)

واقعہ 46:

اگر مانعین زکوٰۃ نے ایک رسی دینے سے بھی انکار کیا تو میں ضرور ان سے قتال کروں گا

نبی مکرم ﷺ کی وفات کی خبر ایسے پھیلی جیسے آگ سوکھی گھاس میں پھیلتی ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے وصال کی خبر اطرافِ عرب میں پھیل گئی، مدینہ میں منافقین نے اسے دلچسپی سے سنا اور ان کے چہروں سے نقاب ہٹ گئے اور لومڑیوں کی کچلیاں ظاہر ہوگئیں (یعنی عیاری و مکاری واضح ہوگئی) اور افواہیں پھیلانے والے منتشر ہو گئے اور وسیع و عریض مجمع پہلے للکارنے والے کے پیچھے چلا اور وہ مجمع جھٹلانے والوں کے

سامنے سجدہ میں گر گیا۔

چنانچہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد ارتداد کی آگ بھڑک اٹھی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اور انصار کو اکٹھا کیا اور ان سے مشورہ کیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: بلاشبہ لوگوں نے اپنے اونٹوں اور بکریوں کی زکوٰۃ دینے کو ترک کر دیا ہے، انہوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ اب تو محمد ﷺ کا وصال ہوگیا ہے، لہٰذا زکوٰۃ دینے کی ضرورت نہیں۔ آپ سب لوگ مجھے ان کے بارے میں مشورہ دو کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ آپؓ ان سے فی الحال زکوٰۃ وصول نہ کریں کیونکہ یہ نئے نئے جاہلیت کے زمانہ سے آئے ہیں (یعنی نومسلم ہیں) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قوم کی جانب دیکھا تو محسوس کیا کہ جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا وہ بھی اس پر راضی ہیں۔

اسی وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے اٹھے اور منبر پر چڑھے، اللہ کی حمد وثنا بیان فرمائی' پھر اپنی آواز بلند کی اور اپنے ایمان کے آتشیں مادے کو ظاہر کیا اور اپنے کمزور جسم کو حملہ آور شیر کی طرح بدلا اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں اللہ کے حکم پر قتال کرتا رہوں گا حتی کہ اللہ اپنے وعدے کو پورا فرما دیں اور ہم میں سے جو قتال کرے گا، وہ شہید ہو کر اہل جنت میں سے ہو جائے گا۔

اللہ کی قسم! اگر انہوں نے ایک رسی بھی زکوٰۃ کی نہ دی جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو ادا کرتے تھے، تو میں اس پر بھی ان سے قتال کروں گا۔ اگرچہ ان کے ساتھ درخت' پتھر' انسان اور جن سب مل کر لڑیں۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نعرہ لگایا: **اللہ** اکبر' اللّٰہ اکبر' پھر فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے جان لیا کہ یہی حق و سچ ہے۔

(البداية والنهاية:٦/ ٣١١ ـ كنز العمال، رقم الحديث: ١٤١٦٤)

واقعہ 47:

نہ میں سوار ہوں گا اور نہ تم سواری سے اترو گے

نوعمر سپہ سالار سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے بھورے رنگ کے گھوڑے کی

پیٹھ پر سوار ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ شیر کی مانند نکلے' دل اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے لبریز تھا اور آپ رضی اللہ عنہ حلاوتِ ایمان سے بہرہ ور تھے۔

باوقار اور پر رعب انداز میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور لشکر کے ایک ایک آدمی سے مصافحہ کرنے لگے' پھر نوعمر سپہ سالار کے قریب ہوئے اور ان کے گھوڑے کے پہلو کی طرف لپکے، تو آپ رضی اللہ عنہ کے دونوں پاؤں ریت میں دھنس رہے تھے اور گھوڑوں کے سم آپ رضی اللہ عنہ پر مٹی اور گرد وغبار اڑا رہے تھے۔ اس بہادر سپہ سالار کو مسلمانوں کے خلیفہ پر ترس آیا، تو اس نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہایت ادب اور عزت سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول کے خلیفہ! اللہ کی قسم! آپ میرے گھوڑے پر سوار ہوں، میں اتر جاتا ہوں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم سواری سے نیچے نہ اترو اور اللہ کی قسم! میں سوار نہیں ہوں گا۔ کیا ہوا کہ اگر کچھ دیر میرے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے۔ (البداية و النهاية ٦/ ٣٠٣-٣٠٥)

واقعہ 48:

کپڑا فروش

اس سے پہلے کہ سورج اپنی نیند سے بیدار ہو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کپڑوں کا ڈھیر اور کپڑے کے تھان اپنے سر پر اٹھائے ہوئے گھر سے نکلے اور فرحت و مستعدی کے ساتھ بازار کی جانب جانے لگے، تو انہیں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا اور دونوں نے جلدی سے آپ کا راستہ روکا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کرخت آواز میں کہا: اے اللہ کے رسول کے خلیفہ! کہاں جا رہے ہیں؟ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بازار کی جانب۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ بازار میں کیا کریں گے؟ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حیران ہوتے ہوئے جواب دیا: اے عمر رضی اللہ عنہ! کپڑوں کو فروخت کروں گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کے پاس جو آیا، اس نے آپ کو مشغول کر دیا ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے' پھر فرمایا: تمہاری

مراد خلافت ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو الٹ پلٹ کیا: اے ابن خطاب! پھر میں اپنے بچوں کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم بیت المال سے کچھ آپ رضی اللہ عنہ کے لیے مقرر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے احوال کی اصلاح کے لیے اِسے قبول کرلیا اور بازار نہیں گئے۔ (الخلفاء الراشدون، ص:۶۴)

واقعہ 49:

سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کا رونا

غم کے بادل بلند ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چہرے پژمردہ اور رنجیدہ ہوگئے، افسوس اور تلخی سے اس غم و اندوہ سے معمور فضا میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے غم سے نکالا اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ہمارے ساتھ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس چلو، تا کہ ہم ان کی زیارت کریں، جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زیارت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب وہ دونوں آپ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ رونے لگیں، تو دونوں نے کہا: کیا چیز آپ کو رلا رہی ہے؟ کیا آپ نہیں جانتیں کہ جو اللہ کے ہاں ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہترین ہے؟ تو سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: بلاشبہ میں اس لیے نہیں روتی، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ اللہ کے ہاں جو ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زیادہ بہتر ہے، لیکن میں اس وجہ سے رو رہی ہوں کہ بلاشک آسمان سے وحی آنا منقطع ہوگئی ہے، آپ رضی اللہ عنہا نے ان دونوں کو بھی رونے پر ابھارا تو ان کے ساتھ ساتھ سیدنا صدیق اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما نے بھی رونا شروع کر دیا۔ (مشکاۃ المصابیح :۳/ ۵۹۶۷)

واقعہ 50:

شہد کی مکھیوں اور بھڑوں سے گھرا ہوا شخص

ایک قوم کسی سفر میں نکلی تو ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور سیدنا ابوبکر د

سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دینے لگا۔ چنانچہ لوگوں کو اس پر غصہ آیا اور انہوں نے اسے کہا: اے شخص! رک جاؤ' باز آ جاؤ' تم کیا کہتے ہو؟ کیا تم سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما جو دونوں پاکباز بزرگ اور رسول اللہ ﷺ کے وزیر ہیں' کو برا بھلا کہتے ہو؟ لیکن وہ شخص باز نہ آیا اور برا بھلا کہتا رہا، اور اس کے منہ سے مسلسل ناموزوں کلمات نکلتے رہے۔ کچھ دیر بعد وہ شخص بیت الخلاء کے لیے نکلا تا کہ وہ قضائے حاجت کرے، تو اس پر شہد کی مکھیوں اور بھڑوں کی بڑی تعداد نے حملہ کر دیا' اسے ڈسنے لگیں اور کاٹنے لگیں، تو وہ چیختے ہوئے مدد طلب کرنے لگا۔ چنانچہ لوگ جلدی سے اس کے پاس گئے اور جب بھی وہ اس کے قریب جاتے تو ان پر بھڑیں حملہ کرتیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کو چھوڑ دیا اور دور سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔ اسے شہد کی مکھیوں اور بھڑوں نے نہیں چھوڑا مگر اس کے بدن کو چھلنی، ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کا دفاع کرتے ہیں۔ (فضائل الصحابہ، رقم: ۲۲۴)

واقعہ 51:

تم نے احتیاط کا دامن تھاما

مدینہ منورہ میں سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سنجیدگی اور تواضع کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے اور دونوں آپ ﷺ کی طرف کان لگائے ہوئے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: تم وتر کب پڑھتے ہو؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ ادب کے ساتھ فرمایا: میں پہلی رات وتر پڑھتا ہوں، پھر رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھا، اور ان سے سوال کیا: تم وتر کب ادا کرتے ہو؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم نے احتیاط پر عمل کیا اور اس نے یعنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قوت پر عمل کیا۔ (سنن ابی داؤد، رقم: ۱۴۳۴)

واقعہ 52:

چور اور قصاص

لوگوں کے گھیرے میں اور چیخ و پکار کے دوران رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے قتل کر ڈالو۔ انہوں نے تعجب سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اس نے تو صرف چوری کی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! صرف اس نے چوری کی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا ہاتھ کاٹ ڈالو۔ ابھی کچھ دن گزرے تھے کہ اس آدمی نے دوسری مرتبہ چوری کی، تو اس کا پاؤں کاٹ دیا گیا' پھر اس نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں تیسری مرتبہ چوری کی تو اس کا دوسرا ہاتھ کاٹا گیا، پھر اس نے چوتھی مرتبہ چوری کی، تو اس کا دوسرا پاؤں بھی کاٹ دیا گیا اور اس کی چاروں اطراف اسی طرح کاٹ دی گئیں' پھر اس نے پانچویں مرتبہ چوری کی، تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اس کو زیادہ جانتے تھے، جب آپ ﷺ نے فرمایا: اسے قتل کر دو' پھر آپ ﷺ نے اسے قریش کے نوجوانوں کے سپرد کر دیا، تاکہ وہ اس کو قتل کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ (سنن النسائی، رقم:۴۸۹۱)

واقعہ 53:

افضل کون ہے؟

کوفہ اور بصرہ سے لوگوں کا ایک وفد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہوں نے مدینہ میں پڑاؤ ڈالا۔ قوم کے درمیان بات ہوئی اور انہوں نے سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کیا تو کچھ لوگوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی، ان لوگوں میں ''جارود بن معلیٰ'' بھی تھے، جنہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر ترجیح دی۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنا درہ لے کر ان کے پاس آئے اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، جنہوں نے ان کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی تھی اور انہیں کوڑے

سے مارنے لگے حتی کہ ان میں سے کوئی شخص نہ بچا مگر وہ شخص جو آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں کے ساتھ تھا۔ چنانچہ جارود نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہوش کیجئے! ہوش میں آیئے! ہم لوگوں کو یہ زیبا نہیں کہ ہم آپ کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیں' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تو آپ رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ کافور ہوگیا، پھر آپ واپس پلٹ گئے۔ جب شام ہوئی آپ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کی' پھر فرمایا: خبردار! اس امت کے افضل ترین شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، جو میرے اس مقام (خطبہ) کے بعد اس کے علاوہ کچھ کہے تو وہ جھوٹ گھڑنے والا ہے' اس کی بھی وہی سزا ہے جو جھوٹ بولنے والے کی ہوتی ہے۔

(الخلفاء الراشدون، ص: ٤٦)

واقعہ 54:

جس وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رو دیئے

ایک مرتبہ بصرہ کے امیر سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے نکلے اور آپ رضی اللہ عنہ جب بھی خطبہ دیتے تو اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرماتے اور آپ ہر جمعے میں اسی طرح کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص جس کا نام ضبۃ بن محصن تھا' سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے تنگ آگیا اور سختی کے ساتھ آپ کو کہنے لگا: آپ کون ہوتے ہیں کہ آپ عمر رضی اللہ عنہ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیں؟ تو سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ناراض ہو گئے اور امیر المومنین کی طرف خط لکھا: بلاشبہ ضبۃ بن محصن میرے خطبے کے متعلق مجھ سے تعرض کرتا ہے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ کو لکھا: اسے میری جانب بھیج دو۔ ضبۃ بن محصن مدینہ آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا ہوا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ تجھے خوش آمدید اور نہ تجھے اہلا وسہلا مرحباً۔ ضبۃ کہنے لگا: کشادگی تو اللہ کی طرف سے ہے، آپ نے مجھے میرے شہر سے بغیر کسی گناہ کے کیوں بلایا ہے، حالانکہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا؟ آپ رضی اللہ عنہ

نے فرمایا: تمہارے درمیان اور سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان کیا کوئی جھگڑا ہوا ہے؟ ضبۃ نے کہا: اے امیر المومنین! اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ جب بھی خطبہ دیتے ہیں تو اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں' پھر آپ کے لیے دعا فرماتے ہیں، تو اس بات نے مجھے غصہ دلایا۔ چنانچہ میں نے انہیں کہا: آپ کون ہوتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیں؟ تو انہوں نے لکھا اور میری شکایت کی۔ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رونے لگے اور آنسو آپ کے رخساروں پر بہنے لگے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم ان سے زیادہ سمجھدار اور رشد والے ہو، کیا کوئی میرا گناہ بخشنے والا ہے، اللہ تعالیٰ تیرا قصور معاف فرمائے؟ ضبۃ نے کہا: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور آپ اپنے بہنے والے آنسوؤں کو صاف کر رہے تھے: اللہ کی قسم! سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات اور ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان سے بہتر ہے۔

(ابن قدامة المقدسی فی (الرقة والبکاء) ص : ۱۵۴-۱۵۵)

واقعہ 55:

اس تیر نے میرا بیٹا شہید کر دیا

غزوہ طائف میں سیدنا عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو تیر مارا گیا، تو وہ شہید ہو گئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا: اے میری بیٹی! بلاشبہ عبداللہ کی موت میرے ہاں بکری کے کان کی طرح ہے جسے ہمارے گھر سے نکالا گیا ہو (یعنی آپ مصیبت کی حیثیت گھٹا رہے تھے) چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہر تعریف اس اللہ کی ہے جس نے آپ کے دل کو مضبوط کر دیا اور آپ کو آپ کی ہدایت پر برداشت عطا فرمائی۔ اور آپ نکلے' پھر داخل ہوئے اور فرمایا: اے بیٹی! شاید تم نے عبداللہ کو دفن کر دیا ہو اور وہ زندہ ہو؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: اے ابا جان! ''انا للّٰہ وانا الیہ راجعون'' ''بلاشبہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں''

آپ رضی اللہ عنہ نے غمگین ہوتے ہوئے فرمایا: میں اللہ سننے اور جاننے والے کی پناہ شیطان مردود سے طلب کرتا ہوں' پھر اپنی بات کو جاری رکھا: اے بیٹی! کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کے لیے دو اثر نہ ہوں (وسوسہ جو دل میں واقع ہوتا ہے) ایک اثر فرشتے کی طرف سے اور ایک اثر شیطان کی طرف سے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کے پاس ''ثقیف قبیلہ'' کا وفد آیا اور وہ تیر آپ کے پاس ہمیشہ موجود تھا، تو آپ نے اس کو ان کے لیے نکالا اور فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اس تیر کو پہچانتا ہے؟ سعد بن عبید جو ''بنو عجلان'' میں سے تھے، نے فرمایا: اس تیر کو میں نے تراشا ہے اور میں نے ہی اس کو چلایا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً اس تیر نے میرے بیٹے عبداللہ کو شہید کیا ہے اور ہر تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے تیرے ہاتھ سے اسے عزت بخشی اور وہ شہید ہو گیا اور اس کے ہاتھوں تجھے خوشی نہیں (یعنی تم کافر مرو گے) کیونکہ وہ بہت خود دار ہے۔

(مستدرك حاكم: ۳/ ۴۷۷)

واقعہ 56:

مجھ سے قصاص لے لو!

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صدقات کے اونٹوں کے متعلق فرمایا کہ انہیں لوگوں میں بانٹ دیا جائے تو جب وہ حاضر کیے گئے' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی آدمی ہمارے پاس بغیر اجازت کے نہ آئے۔ ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا: یہ مہار پکڑو' شاید اللہ ہمیں اونٹ نواز دے۔ چنانچہ وہ آدمی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو اس نے آپ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پایا کہ وہ دونوں اونٹوں کی طرف گئے ہیں' یہ بھی ان دونوں کے پاس چلا گیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو ایک آدمی کو اپنے سامنے کھڑے ہوئے پایا، اس حالت میں کہ اس کے ہاتھ میں لگام ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: تمہیں کس چیز نے ہم پر داخل کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے لگام پکڑی اور اس کے ساتھ اسے مارنے لگے۔ جس وقت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اونٹوں کو بانٹنے سے فارغ ہوئے، تو اس آدمی کو

بلایا اور اسے مہار دی اور فرمایا: مجھ سے قصاص لے لو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ آدمی قصاص نہیں لے گا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اس نے مجھ سے قصاص نہ لیا، تو قیامت کے روز اللہ سے مجھے کون بچائے گا؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے راضی کر دیجئے۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو ایک سواری، اس کے کجاوے کے ساتھ اور چادر اور پانچ دینار دینے کا حکم دیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ اسے خوش کر دیا اور وہ آدمی بخوشی واپس گیا' قریب تھا کہ رشک اس کے دل کو دہلا دے۔

(السنن الکبریٰ :۸/ ۴۹۔ کنز العمال رقم: ۱۴۰۵۸)

واقعہ 57:

اس مسکین کے بارے میں اللہ سے ڈرو

سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے اپنے دل کو ایمان کی روشنی سے منور کیا اور ان کی شفاف روح نے اللہ عزوجل کی قربت کے انس کو محسوس کیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی مہک سے اپنے جسم و جان کو معطر کیا۔ جب کفر کے سرداروں کو ان کے متعلق علم ہوا اور انہوں نے آپ کی آواز سنی، جو حق کی روشنی کے ساتھ تیز تھی تو انہوں نے آپ کی گردن میں لوہے کے طوق ڈال دیئے اور انہوں نے آپ کو مکہ کے دو پہاڑوں کے درمیان گھمایا' پھر آپ کو جلتی ریت پر پھینک دیا، ایسی تپتی ریت جو انگارے سے زیادہ شدید حرارت والی ہو' پھر ایک بڑا پتھر لائے اور اسے آپ کے سینے پر رکھ دیا، تاکہ یہ ان کے معبودوں کی طرف پلٹ آئے۔ ان وحشیانہ مظالم کی وجہ سے ان کے ایمان کو مزید تقویت ملی اور ان کا دل نورِ ایمان سے مزید روشن ہوا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں کپکپاتے ہونٹوں کو ہلایا، اور کہا: احد' احد.....احد' احد۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک صبح ان کے پاس سے گزرے آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کا آقا امیہ بن خلف ان پر روح فرسا اور دلدوز مظالم ڈھا رہا ہے، تو آپ نے امیہ بن خلف سے کہا: کیا تم اس مسکین کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے؟ امیہ نے کہا: تم

نے ہی اس کو خراب کیا ہے، تو تم ہی اس کو اس سے بچاؤ جو تم دیکھ رہے ہو۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نو اوقیہ چاندی کے عوض آپ کو خرید لیا، جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو لے جانے لگے، تو امیہ نے آپ کو مذاقاً کہا: اسے لے جاؤ! لات اور عزیٰ کی قسم! اگر تم اس کو ایک اوقیہ چاندی کے عوض بھی خریدتے تو میں اسے اس کے عوض بیچ دیتا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تم نو اوقیہ چاندی سے زیادہ کا بھی مطالبہ کرتے، تو میں تمہیں اس کے بدلے سو اوقیہ چاندی بھی دے دیتا۔

(حلیة الاولیاء: ۱/ ۱۴۸۔ رجال حول الرسول ﷺ ص: ۸۶)

واقعہ 58:

یہی وہ چیز ہے جس نے مجھے رُلایا

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پُر ہیبت اور عاجزانہ انداز میں بیٹھے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے باتیں کر رہے تھے' کچھ ہی دیر بعد آپ رضی اللہ عنہ نے ایک غلام سے سوال کیا کہ وہ انہیں پانی پلائے۔ کچھ دیر غلام غائب رہا' پھر مٹی کا ایک برتن اٹھائے ہوئے آیا اور وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا، تاکہ وہ پئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ برتن کو تھاما اور ارادہ کیا کہ اسے اپنے منہ کی جانب اٹھائیں تاکہ بھڑکتی ہوئی پیاس بجھائیں، تو آپ رضی اللہ عنہ نے برتن پانی ملے ہوئے شہد سے بھرا ہوا پایا اور وہ خالص شہد نہیں تھا۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے برتن اپنے منہ سے ہٹا دیا اور پانی نہ پیا' پھر غلام کی طرف سوال کرتے ہوئے دیکھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سر جھکایا اور برتن میں غور سے دیکھنے لگے' چند لمحے نہیں گزرے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے سینے کو پکڑا اور زار و قطار رونے لگے اور آپ کے لیے گونج دار آواز تھی' پھر آپ رضی اللہ عنہ اتنا زیادہ روئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی ہچکیاں بندھ گئی، قوم آپ کی طرف متوجہ ہوئی اور انہوں نے آپ کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اے اللہ کے رسول ﷺ کے خلیفہ! کس چیز نے آپ کو رلا دیا؟ ہماری مائیں اور باپ آپ پر

قربان ہوں، یہ سسکی کیسی ہے؟ لیکن آپ رونے سے نہ رکے حتی کہ آپ کے جو اردگرد تھے، انہیں بھی آپ نے رلا دیا۔ جب آپ کے آنسو تھم گئے، تو لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ سے پوچھا: اے ابوبکر! اے اللہ کے رسول ﷺ کے خلیفہ! یہ رونا کیسا ہے؟ وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو سسکیاں بھرنے پر ابھارا؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نبی اکرم ﷺ کے پاس ان کے مرض الموت میں تھا، تو میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے ہاتھوں سے کسی چیز کو دور کر رہے ہیں، اور میں اس چیز کو نہ دیکھ پایا اور آپ نحیف اور تھکی ماندی آواز کے ساتھ فرما رہے تھے: مجھ سے دور ہو جاؤ' مجھے سے پرے ہٹ جاؤ۔ میں نے دیکھا اور مجھے کچھ دکھائی نہ دیا، تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ ﷺ کو دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ کسی چیز کو دور کرتے ہیں اور وہ چیز مجھے نظر نہیں آتی۔ نبی مکرم ﷺ نے اپنی سانسوں کو جمع کیا اور میری جانب متوجہ ہوئے، اور مجھ سے فرمانے لگے: یہ دنیا تھی، جو اپنی رنگینیوں اور رعنائیوں کے ساتھ میرے سامنے آئی، تو میں نے اسے کہا: مجھ سے دور ہٹ جاؤ' مجھ سے دور ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ مجھ سے پرے ہٹ گئی اور کہنے لگی: اگرچہ آپ ﷺ مجھ سے بچ نکلے لیکن آپ ﷺ کے بعد جو ہیں، وہ میری دلکشیوں اور دلفریبیوں سے بچ نہیں سکیں گے۔ غم و اندوہ کے ساتھ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا سر ہلایا' پھر غمگین آواز کے ساتھ فرمایا: اے لوگو! مجھے اس پانی ملے شہد سے اندیشہ ہے کہ یہ دنیا ہو، جو مجھے گھیر رہی ہو۔ پس یہی وہ چیز ہے جس نے مجھے رلایا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء:۱/ ۳۰)

واقعہ 59:

سب سے پہلا مسلمان

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اردگرد کثیر تعداد میں علماء کرام تشریف فرما تھے، تو امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے علم کے میدان میں اور علماء کے باغیچہ میں شعبی بیٹھے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ لوگوں میں سے سب سے پہلے کون اسلام لایا؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما

نے فرمایا: کیا تم نے سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار نہیں سنے:

إِذَا تَذَكَّرْتَ شَجْواً مِنْ أَخِ ثِقَةٍ فَاذْكُرْ أَخَاكَ اَبَابَكْرٍ بِمَا فَعَلَا
خَيْرُ الْبَرِيَّةِ أَتْقَاهَا وَأَعْدَلَهَا إِلَّا النَّبِيَّ وَأَوْفَاهَا لِمَا حَمَلَا
وَالثَّانِي التَّالِي الْمَحْمُوْدُ مَشْهَدُهُ وَأَوَّلُ النَّاسِ مِنْهُمْ صَدَّقَ الرُّسُلَا

''جب تم کسی مضبوط وثقہ بھائی کا غم کی وجہ سے تذکرہ کرو تو اپنے بھائی ابوبکرا کو یاد کرو جو انہوں نے کیا' ساری مخلوق میں سے نبی کریم ﷺ کے بعد بہترین اور ان میں سب سے زیادہ متقی' عادل اور جو انہوں نے اٹھایا، اس کو پورا کرنے والے ہیں یعنی خلافت۔ اور وہ ثانی اثنین ہیں، ایسے جن ؓ کے موجود وحاضر ہونے کی تعریف کی گئی ہے اور وہ لوگوں میں سے سب سے پہلے ہیں جنھوں نے رسولوں کی تصدیق کی''۔ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ نے سچا فرمایا...... آپ رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔ (مجمع الزوائد: ۹/ ۴۶)

واقعہ 60:

اللہ کے آزاد کردہ

سیدہ عائشہ بنت طلحہ رضی اللہ عنہا اپنی ماں ام کلثوم بنت ابی بکر سے فرمانے لگیں: میرے والد تمہارے باپ سے بہتر ہیں۔ تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا میں تم دونوں کے مابین فیصلہ نہ کروں؟ پھر فرمانے لگیں: بلاشبہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم اللہ کی آگ سے آزاد کردہ ہو۔ ام المومنین کہنے لگیں: پس اس دن سے آپ کا نام ''عتیق'' رکھ دیا گیا' پھر فرمانے لگیں: سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے طلحہ رضی اللہ عنہ! تم ان میں سے ہو جس نے اپنی نذر کو پورا کر دیا۔

(المطالب العالیہ لابن حجر: ۴/ ۳۶)

واقعہ 61:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے

جب نبی معظم ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجنے کا قصد فرمایا، تو اپنے

اصحاب جن میں ابوبکرؓ عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم تھے، سے مشورہ لیا۔ تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ رضی اللہ عنہ ہم سے مشورہ نہ لیتے تو ہم کلام نہ کرتے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ میں ان امور میں جن میں میری طرف وحی نہیں کی گئی، میں تمہاری طرح ہوں۔ چنانچہ قوم میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی رائے دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! تیری کیا رائے ہے؟ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری رائے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کی طرح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے آسمان کے اوپر اس کو ناپسند کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ غلطی کریں۔

(مجمع الزوائد : ۹/ ۴۹۔ وقال: رجاله ثقات وله شواهد)

واقعہ 62:

تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق ہے

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکرؓ عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے، اچانک پہاڑ حرکت کرنے لگا اور سختی کے ساتھ ہلا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہاڑ پر اپنا پاؤں مارا اور فرمایا: ٹھہر جاؤ' تم پر ایک نبیؐ ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔ صدیق ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور دو شہید عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما ہیں۔

(صحیح البخاری ، رقم: ۳۶۸۶)

واقعہ 63:

سیف اللہ کا قبولِ اسلام

جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا پختہ عزم کرلیا تو اس اثناء میں وہ سو گئے، چنانچہ انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک تنگ اور قحط زدہ ملک میں تھے' پھر ایک سرسبز اور وسیع ملک کی طرف نکلے۔ چنانچہ آپ نے کہا: بلاشبہ یہ تو ایک خواب ہے۔ جب آپ مدینہ آئے تو فرمایا: میں اس خواب کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ضرور بیان کروں گا تو انہوں نے وہ خواب آپ کو بتایا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیرا نکلنا یہ

ہے کہ اللہ نے تجھے اسلام کی طرف راہ دکھائی ہے اور تنگی وہ ہے، جس میں تم شرک کے ساتھ تھے۔ (الخلفاء الراشدون صفحہ: ۱)

واقعہ 64:

عورتیں گھوڑوں کو تھپڑ مارتی ہیں

نبی اکرم ﷺ فتح کے سال مکہ میں داخل ہوئے، تو آپ ﷺ نے کفار کی عورتوں کو دیکھا کہ وہ گھوڑوں کے چہروں پر دوپٹوں کے ساتھ تھپڑ مارتی ہیں، تو نبی کریم ﷺ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے ہوئے آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: اے ابوبکر! سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کیسے اشعار کہے ہیں؟ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اشعار پڑھے:

عَدِمْتُ ثُنَيَّتِي إِنْ لَمْ تَرَوْهَا تُثِيرُ النَّقَعَ مِنْ كَتَفَيْ كَدَاءِ
يُنَازِعْنَ الْاعِنَّهَ مُسْرِعَاتٍ يُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءِ

''میں اپنی اولاد سے محروم ہوں اگر تم اس لشکر کو نہ دیکھو جو کداء کے دونوں کناروں سے گردوغبار اڑاتا ہے اور سواریاں تیزی کے ساتھ کھینچتی ہیں اور عورتیں ان سواریوں کو دوپٹوں کے ساتھ تھپڑ مارتی ہیں''۔ اس پر نبی ﷺ مسکرا دیئے۔ (مستدرك حاكم: ۳/ ۷۲ و صححه)

واقعہ 65:

حکمران کا اجتہاد

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں انتہائی افسوس وغم کے ساتھ بیٹھ گئے، جس وقت ان کی خلافت کی بیعت کی گئی۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں ملامت کرنے لگے اور انہیں فرمایا: تم ہی ہو جس نے مجھے اس معاملے کا مکلف بنایا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کس طرح کروں؟ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو فرمایا: کیا آپ جانتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ والی جب اجتہاد کرتا ہے اگر اس کا اجتہاد مبنی بر حق ہو تو اس کو دوہرا اجر ملتا ہے اگر غلط ہو تو اکہرا اجر ملتا ہے۔

(کنز العمال : ۵/ ٦٣٠، رقم :١٤١١٠)

واقعہ 66:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی زبان کو ادب سکھاتے ہیں

ایک دن سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف گئے اور جب آپ رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے تو انہیں دیوار کے نیچے بیٹھا ہوا پایا، اس حالت میں کہ آپؓ نے اپنی زبان کا کنارہ پکڑ رکھا تھا، گویا کہ آپ اسے ادب سکھا رہے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر حیران ہوئے اور آپ سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ کے خلیفہ! کیا کر رہے ہیں؟ اپنی زبان کو کیوں ادب سکھا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اور آپ استغفار میں منہمک تھے: کیا یہی مجھے ہلاکت کے مقامات پر نہیں لائی۔ (الزهد للامام احمد، رقم:١١٢)

واقعہ 67:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل ہیں

جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زمامِ خلافت سنبھالی تو ابوسفیان، علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی طرف آئے اور غصہ کے ساتھ فرمایا: کیا ہوا کہ یہ خلافت کا معاملہ قریش کے قلیل المرتبہ اور کم حیثیت شخص یعنی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیا گیا؟ پھر جوش میں مشتعل ہوئے: اللہ کی قسم! اگر میں چاہوں تو میں ان کے خلاف یہاں گھوڑوں اور پا پیادہ لوگوں کو اکٹھا کر لوں۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ایک عرصہ سے تم نے اسلام اور اس کے ماننے والوں کی دشمنی کی ہے، اے ابوسفیان! تم اس سلسلہ میں انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یقیناً ہم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کا اہل پایا ہے۔

(مستدرك حاكم : ٣/ ٧٨)

واقعہ 68:

قریب تھا کہ تم مجھے ہلاک کر دو

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا، جو آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کام کاج کرتا تھا۔ ایک روز یہ غلام کچھ کھانا اٹھائے ہوئے آیا، تو اس نے وہ کھانا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے وہ کھا لیا۔ غلام نے کہا: بلاشبہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس جب بھی میں کھانا لاتا، تو آپ رضی اللہ عنہ مجھ سے یہ سوال کرتے کہ تم یہ کہاں سے لائے ہو؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بھوکا تھا' اس وجہ سے تم سے پوچھ نہ سکا کہ تم یہ کھانا کہاں سے لائے تھے؟ غلام نے کہا: میں نے جاہلیت میں کسی شخص کے لیے کہانت کی تھی اور مجھے اچھی کہانت نہیں آتی تھی، مگر میں نے تو اسے دھوکہ دیا تھا۔ چنانچہ وہ مجھے ملا، تو اس نے مجھے یہ کھانا دیا اور مجھے بتایا کہ یقیناً تمہاری کہانت سچی ہوئی۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غصہ کے ساتھ فرمایا: قریب تھا کہ تم مجھے ہلاک کر دیتے' پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اپنے حلق میں داخل کیا اور قے کر دی اور جو کھایا تھا نکال دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا: ایک لقمہ کی وجہ سے آپ نے اتنی مصیبت کیوں جھیلی؟ تو آپؓ نے فرمایا: اگر میں اس طرح نہ کرتا تو میں تباہ و برباد ہو جاتا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر وہ جسم جو حرام مال سے پرورش پائے تو وہ آگ کا زیادہ مستحق ہے''۔ چنانچہ میں ڈر گیا کہ میرے جسم کا کوئی حصہ اس لقمہ سے پروان چڑھے۔

(صحیح البخاری' رقم :۳۸۴۲۔ حلیۃ الاؤلیاء : ۱/ ۳۱)

واقعہ 69:

نبیوں کے بعد لوگوں میں افضل شخص

ایک روز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی کام کی غرض سے جا رہے تھے کہ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ سے آگے ہو کر چلنے لگے۔ جب نبی

کریم ﷺ نے سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ابودرداء رضی اللہ عنہ کو ڈانٹتے ہوئے اور نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے ابودرداء! تم ایک ایسے شخص کے آگے چل رہے ہو کہ نبیوں کے بعد اس سے بہتر وافضل شخص کوئی نہیں ہے۔ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے اپنے اس فعل پر شرماتے ہوئے اپنے سر کو جھکا لیا اور آپ کی آنکھیں غم وافسوس کی وجہ سے آنسوؤں سے بھر گئیں، پھر اس کے بعد آپ کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہی چلتے دیکھا گیا۔ (مجمع الزوائد:۹:۴۶-۴۷)

واقعہ 70:

اے اللہ! مدینہ کو ہمارے نزدیک محبوب کر دے

جب نبی کریم ﷺ مدینہ آئے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے اور بیماری نے انہیں سخت تڑپایا۔ آپ کے پاس سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہنے لگیں: اے اباجان! آپ ﷺ کیسے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ   وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

''ہر شخص اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے اور موت اس کی جوتی کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے''۔

یہ سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے پاس گئیں اور انہیں معاملہ بتایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! مدینہ کو ہماری نظروں میں محبوب بنا دے جیسا کہ ہماری محبت مکہ سے ہے یا اس سے بھی زیادہ، اور اس کی آب وہوا ٹھیک کر دے اور ہمارے لیے اس کے مد اور صاع (پیمانوں) میں برکت فرما، اور اس کے بخار کو منتقل فرما اور اس بخار کو جحفہ پہنچا۔ (صحیح البخاری، رقم: ۵۶۷۷)

واقعہ 71:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور نبی کریم ﷺ کے نواسے

نبی کریم ﷺ کی وفات کے چند دن بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ عصر کی نماز کے

لیے نکلے، آپ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تھے، جب آپ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرے اور وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جلدی سے ان کی طرف گئے اور انہیں اپنے کندھے پر اٹھا لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ کہنے لگے:

بِأَبِي شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ   لَيْسَ شَبِيْهًا بِعَلِيِّ

''میرے باپ تم پر قربان جائیں، یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں ہیں''۔

اور یہ سن کر سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہنسنے لگے۔

(مسند احمد : ۱/ ۸۔ مستدرك حاكم: ۳/ ۱۶۸)

واقعہ 72:

کنواری اور شادی شدہ

ہجرت سے کچھ قبل اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا جائزہ لینے آئیں تو انہوں نے آپ کو اکیلے پایا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کی وجہ سے ترسیدہ ہو گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمانے لگیں: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم شادی نہیں کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کس سے کروں؟ وہ کہنے لگیں: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو کنواری سے کرلیں اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو شادی شدہ سے کرلیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کنواری کون ہے اور شادی شدہ کون ہے؟ حضرت خولہ کہنے لگیں: کنواری تو اللہ کی مخلوق میں سے آپ کو سب سے زیادہ پسندیدہ کی بیٹی یعنی سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہیں اور شوہر دیدہ تو سیدہ سودہ بنت زمعۃ رضی اللہ عنہا ہیں۔ چنانچہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنواری اور شادی شدہ دونوں سے شادی کر لی۔ (کتب ستہ)

واقعہ 73:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عقبہ بن ابی معیط

اس دوران کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الحرام میں بیٹھے اپنے رب کی عبادت کر

رہے تھے، اللہ کا دشمن عقبہ بن ابی معیط آیا اور اس نے اپنے کپڑے کو مضبوطی کے ساتھ لپیٹا، پھر اس کو آپ کی گردن میں ڈال دیا اور آپ ﷺ کا گلا گھوٹنے لگ گیا، قریب تھا کہ آپ ﷺ کی روح آپ ﷺ کے بدنِ اطہر سے نکل جاتی، کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ عقبہ بن ابی معیط کو اس قبیح حرکت سے روکے، حتی کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور عقبہ بن ابی معیط کے کندھے سے پکڑ کر پیچھے کیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرتے ہو، جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔ (مستدرك حاكم: ۳/ ۶۷ وصححه)

واقعہ 74:

یہی وہ آدمی ہے جس کا نام اللہ نے "صدیق" رکھا ہے

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رات کے وقت اپنے ساتھ بیٹھے لوگوں سے بطور خوش طبعی کے باتیں کر رہے تھے، تو ایک شخص نے ان سے کہا: آپ ہمیں اپنے ساتھیوں کے بارے میں بتائیں۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: سب اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھی میرے بھی ساتھی ہیں۔ انہوں نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ ہمیں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتائیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوشبودار سانس لی اور فرمایا: یہی تو وہ شخص ہیں جن کا نام اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کی زبان کے ساتھ "صدیق" رکھا۔

(صحيح البخاری ، رقم الحديث: ۳۸۵۶)

واقعہ 75:

تین چاند

ایک دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سوئی ہوئیں تھیں، تو انہوں نے دیکھا گویا کہ ان کے گھر میں تین چاند اتر آئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے وہ خواب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بیان کیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تمہارا خواب سچا ہو جائے تو زمین والوں میں

سے بہترین تین اشخاص تیرے گھر میں ضرور بہ ضرور دفن ہوں گے۔ جب نبی کریم ﷺ کی روح قبض کی گئی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ تیرے تین چاندوں میں سے بہترین ہیں۔ (الخلفاء الراشدون لعبد الستار الشیخ ص :۴۱)

واقعہ 76:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ چار وجہ سے مجھ پر سبقت لے گئے

ایک شخص سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا، تو اس نے آپ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: اے امیرالمومنین! مہاجرین اور انصار کا کیا معاملہ ہے کہ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کو رتبتاً آگے بڑھاتے ہیں؟ جبکہ آپ ان کی بہ نسبت زیادہ منقبت والے ہیں اور ان سے اسلام لانے میں بھی مقدم ہیں؟ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ذہانت اور حاضر جوابی کے ساتھ فرمایا: اگر تم قریشی ہو، تو میرا گمان ہے کہ تم قریش کے قبیلہ ''عائذہ'' سے ہو۔ اس شخص نے کہا: جی ہاں! اے امیرالمؤمنین۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو مومن نہ ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا، اور اگر تو زندہ بھی رہا، تو تُو مجھ سے خوفزدہ ضرور رہے گا۔ پھر اس سے کہا: تیرا ستیاناس جائے' یقیناً سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تو چار وجوہ کی بناء پر مجھ سے آگے بڑھ گئے ہیں: نماز کی امامت کروانے میں، خلافت میں، غار کی جانب ہجرت کرنے میں اور اسلام پھیلانے میں بھی مجھ پر سبقت لے گئے ہیں۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کی مذمت کی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور فرمایا:

﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ ﴾ [سورة التوبة : ٤٠]

''اگر تم ان (نبی مکرم ﷺ) کی مدد نہ کرو تو اللہ ہی نے ان کی مدد کی''۔

(کنز العمال:۴/ ۳۶۵)

واقعہ 77:

اللہ کے راستے میں کئی قدم

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر بھیجا اور ان پر یزید بن ابی سفیان' عمرو

بن العاص اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم کو امیر بنایا۔ جب یہ کوچ کرنے لگے، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جلدی سے ان کی جانب گئے، انہیں الوداع کرتے وقت ان کو چند نصیحتیں کیں۔ اور جب وہ سوار ہو گئے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ لشکر کے ساتھ پیدل چلنے لگے یہاں تک کہ ''ثنیۃ الوداع'' پہنچے۔ تو امیروں نے کہا: اے اللہ کے رسول کے خلیفہ! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ پیدل چلیں اور ہم سوار ہوں؟ آپ نے عاجزی کے ساتھ فرمایا: بے شک میں چاہتا ہوں کہ میرے یہ قدم اللہ کے راستے میں گرد آلود ہوں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹/ ۸۵۔ ابن عساکر: ا/ ۴۵۵۔ ۴۵۶)

واقعہ 78:

ساتھیوں کی آزمائش

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم ان دو آیات کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ﴾ [سورة فصلت: ۳۰]

''واقعی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر اسی پر قائم رہے''۔

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾ [سورة الانعام: ۸۲]

''جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کیا''۔

انہوں نے کہا: ''وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر اس پر ڈٹے رہے، اور اس سے منحرف نہیں ہوئے۔ اور جن لوگوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا: تو ظلم سے مراد غلطی ولغزش ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تحقیق آپ نے ان آیات کے مفہوم کو نہیں سمجھا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر استقامت اختیار کی، تو انہوں نے اللہ کے سوا کسی اور معبود کی طرف توجہ نہیں کی۔ اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ نہیں ملایا۔

(حلیۃ الاولیاء: ا/ ۳۰)

واقعہ 79:

اللہ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے

نبی کریم ﷺ اپنے ساتھیوں کے مابین عاجزی اور ہیبت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے' اس نے اپنی بیٹی کی شادی میرے ساتھ کی، اور مجھے دارالہجرت کی طرف لے گئے اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا۔ اللہ عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، انہوں نے حق بات کہی' خواہ وہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو اور ان کی تصدیق کرنے والا بھی کوئی نہ ہو۔ اللہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، جن سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ اللہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے' اے اللہ! حق کو ان کے ساتھ کردے جہاں بھی یہ جائیں۔ (جامع ترمذی، رقم: ۳۷۱۴)

واقعہ 80:

آپ رضی اللہ عنہ نے دونوں مرتبہ سچ بولا

ایک شخص سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھا، آپ رضی اللہ عنہ سے سوال کر رہا تھا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی جاہلیت میں شراب پی؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اعوذ باللہ (میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں) تو آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیوں؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنی عزت کو بچاتا تھا اور اپنے آدابِ نفسانیہ (مروءت) کی میں حفاظت کرتا تھا' کیونکہ جو شراب پیتا ہے وہ اپنی عزت اور اپنی مروت کو ضائع کرنے والا ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ بات نبی مکرم رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دونوں بار سچ کہا ہے۔ (کنزالعمال رقم الحدیث: ۳۵۵۹۸)

واقعہ 81:

کھانے کی برکت

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ تین مہمان لیے اپنے گھر کی طرف آئے اور انہیں

گھر میں اپنے بیٹے کے ساتھ چھوڑا' پھر آپ رضی اللہ عنہ چلے گئے تا کہ رات کا کھانا نبی کریم ﷺ کے ساتھ کھائیں، تو جتنا اللہ نے چاہا رات گزر گئی' پھر آپ واپس لوٹے تو آپ اپنی بیوی سے فرمانے لگے: کس چیز نے تجھے اپنے مہمانوں سے روکے رکھا؟ یعنی تو نے انہیں کھانا کیوں نہیں دیا؟ وہ کہنے لگیں: انہوں نے کھانے سے انکار کیا، یہاں تک کہ آپ آ جائیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں یہ کھانا کبھی نہیں کھاؤں گا۔ ان مہمانوں کو کھانا پیش کیا' پھر فرمایا: کھاؤ' چنانچہ انہوں نے کھایا، تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! ہم لقمہ نہیں پکڑتے تھے مگر اس لقمے کے نیچے سے اس سے زیادہ نکل آتا، حتیٰ کہ ہم سیر ہو گئے اور کھانا جو ابھی باقی تھا، وہ اس کھانے سے زیادہ تھا جو انہیں پیش کیا گیا تھا۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھانے کی طرف دیکھا تو وہ اتنا ہی تھا یا جتنا ان کو دیا تھا۔ آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا: اے بنوفراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگیں: یہ تو اب اس سے تین گنا زیادہ ہے جتنا اس سے پہلے تھا' پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کھانے کو اٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف لے گئے۔

(جامع کرامات الاولیاء : ۱/ ۱۲۷)

واقعہ 82:

بدر والے

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مال آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے لوگوں کے درمیان برابر برابر تقسیم کیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کے خلیفہ! آپ نے بدر والوں اور دوسرے لوگوں کے درمیان برابر تقسیم کیا؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ دنیا تو گزارہ کی مقدار کفایت ہے اور بہترین کفایت اس کا کشادہ ہونا ہے اور ان کا فضل تو ان کے اجر میں ہے۔ اسی دوران کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وفود بھیج رہے تھے اور امیر بھیج رہے تھے اور مہمات تقسیم فرما رہے تھے۔ آپ سے ایک شخص نے کہا جس وقت اس نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اہل بدر میں سے کسی ایک کو نہیں بھیجا: اے اللہ

کے رسول ﷺ کے خلیفہ! کیا آپ بدر والوں کو کسی کام پر مقرر نہیں فرماتے؟ آپ نے فرمایا: میں ان کی منزلت و مقام جانتا ہوں، لیکن میں ناپسند کرتا ہوں کہ انہیں دنیا کے ساتھ (پراگندہ) کروں۔

(کتاب الزہد للامام احمد: ۱۰۴-۱۰۵۔ حلیۃ الاولیاء: ۱/ ۳۷)

واقعہ 83:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور احسان کا بدلہ

نبی معظم ﷺ کھڑے ہوئے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلتوں کو شمار کرنے لگے اور فرمایا: ہم پر کسی کا بھی احسان نہیں ہے مگر ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے، سوائے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ بلاشبہ مجھ پر ان کے بہت احسانات ہیں جن کا بدلہ اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے دن انہیں دیں گے۔ اور مجھے جتنا نفع سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے دیا، اتنا فائدہ کسی اور کے مال نے نہیں پہنچایا۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۳۵۹۴)

واقعہ 84:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کچھ فضائل

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے صحن میں بیٹھے تھے اور لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گرد گروہ کی صورت میں تھے، تو انہوں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل کے بارے میں پوچھا، چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی مکرم ﷺ کے مشیر تھے اور آپ ﷺ ان سے اپنے تمام امور میں مشورہ کرتے تھے اور آپ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے۔ غار ثور میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے اور بدر کے دن چھپر (سائبان) میں بھی ساتھ تھے اور قبر میں بھی ساتھ ہیں اور نبی کریم ﷺ ان پر کسی کو بھی مقدم نہیں کرتے تھے۔ ایک شخص سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور ان سے سوال کرنے لگا: نبی معظم ﷺ کے ہاں سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی کیا منزلت تھی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: آپ ﷺ کے نزدیک ان دونوں کی منزلت

ایسی ہے جیسا کہ ان کی قبریں آپ ﷺ کی قبر کے نزدیک ہیں۔

(کتاب الزھد للامام احمد:۱۱۲)

واقعہ 85:

تم لوگ اپنی فکر کرو

غم واندوہ میں سیدنا ابوبکر ؓ منبر پر چڑھے اور اللہ کی تعریف کی، پھر فرمایا: اے لوگو! یقیناً تم یہ آیت پڑھتے ہو:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝ ﴾

[سورۃ المائدہ : ۱۰۵]

''اے ایمان والو! اپنی فکر کرو، جب تم راہ راست پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ ہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں، اللہ کی طرف تمہارا ٹھکانہ ہے وہ تمہیں بتائے گا جو تم کرتے ہو''۔

بلاشبہ تم اس آیت کو اس کے غیر معنی پر رکھتے ہو۔ تحقیق میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: بے شک لوگ جب برائی دیکھیں اور اس برائی کو تبدیل نہ کریں، تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو سزا میں مبتلا کردے، پھر ان لوگوں سے سزا کو دور بھی نہ کرے۔

(جامع ترمذی، رقم:۲۱۶۸۔ سنن ابن ماجۃ، رقم:۴۰۰۵)

واقعہ 86:

بڑی فضیلت

نبی مکرم ﷺ نے مزینہ کے سیدنا اغر ؓ کے لیے ایک کھجوروں کی گٹھلی کا حکم دیا جو ایک انصاری شخص کے ہاں تھی تو سیدنا اغر ؓ انصاری کے پاس گئے تاکہ اس سے کھجوروں کی تھیلی لیں۔ چنانچہ اس نے آپ کو ٹالا اور آپ کو دینے سے انکار

کیا۔ اور سیدنا اغر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور جو انصاری نے کیا، وہ آپ کو بیان کر دیا تو نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ اس انصاری شخص کے پاس جائیں تاکہ اس سے کھجوروں کی تھیلی لیں۔ سیدنا اغر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے وعدہ کیا کہ ہم صبح مسجد سے نماز پڑھ کر جائیں گے، جب ہم نے صبح کی نماز پڑھ لی تو ہم چل پڑے۔

جب بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کسی شخص کو دور سے دیکھتے تو اسے سلام کہتے' پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا اغر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب تم یہ ارادہ کرو کہ تمہیں صاحبِ فضل بننا ہے تو سلام کہنے میں سبقت کیا کرو۔ (المعجم الکبیر للطبرانی : ۱/ ۳۰۰' رقم :۸۸۰)

واقعہ 87:

مجھے حکم دیں! میں اس کی گردن ماردوں

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کسی شخص پر اتنے سخت ناراض ہوئے کہ آپ کو اتنے سخت غصہ میں اس دن سے پہلے نہیں دیکھا گیا۔ آپ سے سیدنا ابوبرزۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ کے خلیفہ! مجھے حکم کریں کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سکون ہو گئے گویا کہ آگ بجھا دی گئی ہو۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: تیری ماں تجھے گم پائے' تو نے کیا کہا؟ سیدنا ابوبرزۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر آپ مجھے اس کے قتل کرنے کا حکم کرتے تو میں ضرور اس کو قتل کر ڈالتا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! تجھ سے تیری ماں محروم ہو جائے' بلاشبہ یہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔

(مسند ابی یعلیٰ : ۷۹-۸۰)

واقعہ 88:

تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے

ایک شخص سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ ان دنوں مسلمانوں کے خلیفہ

تھے، تو اس شخص نے افسوس کے ساتھ کہا: یقیناً میرا باپ چاہتا ہے کہ وہ میرا سارا مال ہتھیالے اور اس کو ضائع کر دے۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے باپ کو بلوایا اور اسے فرمایا: تمہارے لیے صرف اس کے مال سے اتنا ہے جو تجھے کافی ہو۔ باپ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کے خلیفہ! کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا: ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں' اور آپ کی مراد اس سے نفقہ (جیب خرچ) ہے۔ (الخلفاء الراشدون (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) ص: ۸۲)

واقعہ 89:

نیکی میں آگے بڑھنے والے

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ جب لوگوں کے پاس بیٹھے، ان سے فضل اور نیکی کے بارے میں باتیں کر رہے تھے، تو جب ان کے پاس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ سب سے آگے بڑھ جانے والے تھے ان کا تذکرہ ہونا چاہیے' سب سے زیادہ سبقت لے جانے والے کو یاد کیا جانا چاہیے۔ پھر بلند آواز سے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ہم کبھی کسی نیکی میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سبقت نہیں لے گئے۔ (مجمع الزوائد :۹/ ۴۹)

واقعہ 90:

کان اور آنکھ کی مثال

نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو احکامِ خداوندی سکھا رہے تھے، ان سے آپ ﷺ نے فرمایا: قرآن چار اشخاص (۱) سیدنا عبد اللہ بن مسعود (۲) سیدنا معاذ بن جبل (۳) سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہم سے سیکھو، جس طرح عیسیٰ بن مریم نے بنی اسرائیل میں اپنے حواریوں کو بھیجا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ کے نزدیک سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا کیا مقام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ان دونوں سے مستغنی نہیں ہوں' ان دونوں کی تو دین

میں مثال ایسی ہے جیسا کہ کان اور آنکھ کی مثال جسم میں ہے۔

(مجمع الزوائد: ۹/ ۵۵)

واقعہ 91:

جس نے ذرہ برابر عمل کیا

اسی دوران کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، یہ آیت نازل ہوئی:

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○﴾ [سورة الزلزال : ۷-۸]

"پس جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی، وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی، وہ اسے دیکھ لے گا"۔

یہ آیت مبارکہ سنتے ہی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کھانے سے رک گئے اور خوفزدہ آواز میں فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہر برائی جو ہم نے کی، اسے ہم دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم پر ناسامعد حالات آتے ہیں، یہ تمہارے اعمال کے بدلے میں آتے ہیں، تم ناپسندیدہ حالات دیکھتے ہو یہ وہی ہیں جس کا تمہیں بدلہ دیا جاتا ہے اور نیکی کو اس کے کرنے والے کے لیے آخرت میں بدلہ دیا جاتا ہے۔

(مستدرك حاكم: ۲/ ۵۳۲-۵۳۳)

واقعہ 92:

اہل جنت کے ادھیڑ عمر لوگوں کے دو سردار

ایک دفعہ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں نبیوں اور رسولوں کے سوا اہل جنت کے پہلوں اور آخری لوگوں میں سے ادھیڑ عمر لوگوں کے سردار ہیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! ان دونوں کو خبر نہ دینا۔ (جامع ترمذی ، رقم الحدیث : ۳۵۹۸)

واقعہ 93:

تم حوض کوثر پر میرے ساتھی ہو

ایک روز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، تو آپ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! جس طرح تم غار میں میرے ساتھی تھے، اسی طرح حوض کوثر پر بھی میرے ساتھی ہوگے۔

(جامع ترمذی ، رقم الحدیث: ۳۶۰۳)

واقعہ 94:

بیت المال کھولو!

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے عوالی مدینہ میں مشہور بیت المال تھا، جس کی کوئی چوکیداری نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ آپ سے کہا گیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! آپ اس بیت المال پر کسی کو مقرر کردیں، جو اس کی نگہداشت کرے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس بیت المال سے کسی قسم کا خطرہ نہیں۔ کہا گیا: کیوں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس پر تالا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ جو کچھ اس بیت المال میں ہوتا تب راہِ خدا میں خرچ کردیتے۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ کی طرف منتقل ہوئے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے بیت المال بھی اسی گھر میں منتقل کرلیا جس میں آپ تھے۔ چنانچہ جب مال آتا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اسے بیت المال میں رکھتے۔ اور اس کو تقسیم کر دیتے یہاں تک کہ کوئی چیز باقی نہ بچتی۔ جس وقت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے اور ان کو دفن کیا گیا تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے امانت داروں (خزانچیوں) کو بلایا اور ان کے ساتھ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیت المال میں داخل ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما بھی تھے، تو انہوں نے جب بیت المال کے تالے کو کھولا تو اس میں کوئی درہم و دینار نہ پایا، سوائے ایک بورے کے، جب اسے جھاڑا گیا تو اس میں سے ایک درہم نکلا۔ ان لوگوں کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر بڑا رحم آیا۔ (طبقات ابن سعد: ۳/ ۲۱۳)

واقعہ 95:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صدقہ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ صدقہ لائے اور اسے مخفی رکھا، اور آہستہ آواز کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے فرمایا: اے اللہ کے رسول! یہ میرا صدقہ ہے اور میرے پاس اللہ کے لیے ایک اور صدقہ بھی ہے' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنا صدقہ لائے اور انہوں نے اسے ظاہر کیا اور فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ میرا صدقہ ہے اور میرے لے اللہ کے ہاں بدلہ ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ! تم نے بغیر دھاگے کے اپنی کمان کو تانت لگائی یعنی تو نے ارادہ کیا کہ ابوبکر سے سبقت لے جائے لیکن تو ایسا نہ کرسکا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں کے صدقوں کے درمیان ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ تم دونوں کی باتوں میں فرق ہے۔ (حلیۃ الاولیاء 'ابی نعیم:۱/ ۳۲)

واقعہ 96:

اے کاش! میں پرندہ ہوتا

فضا صاف تھی' جس وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نکلے اور آسمان پر ستارے جھلملا رہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ ایک درخت کے پاس کھڑے ہوئے ایک پرندے کو دیکھا جو نرم اور شیریں آواز کے ساتھ گنگنا رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ کر غم کے ساتھ فرمایا: اے پرندے! تیرے لیے خوشخبری ہو' اللہ کی قسم! میں پسند کرتا ہوں کہ میں تمہاری مثل ہوں اور تم درختوں پر بیٹھتے ہو' پھل کھاتے ہو' پھر اڑ جاتے ہو اور تم پر نہ کوئی حساب کتاب ہے اور نہ عذاب۔ اللہ کی قسم! میں پسند کرتا ہوں کہ میں راستے کے کنارے ایک درخت ہوتا اور مجھ پر سے اونٹ گزرتا اور مجھے پکڑتا اور اپنے منہ میں داخل کرتا اور مجھے چباتا، پھر مجھے نگل کہ مینگنی کی صورت میں نکال دیتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۸/ ۱۴۴)

واقعہ 97:

اے لوگوں میں سے بہترین شخص!

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور انہیں کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے بہترین شخص! سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شرم اور عاجزی کے ساتھ اپنا سر جھکا لیا' پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بہترین کسی شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا۔

(جامع ترمذی، رقم الحدیث :۳۶۱۷)

واقعہ 98:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے والے غلاموں کو آزاد کیا کرتے تھے اور آپ بوڑھوں اور عورتوں کو آزاد کرتے تھے جب وہ اسلام قبول کر لیتے۔ چنانچہ ان کے باپ ابوقحافہ آپ کے پاس آئے اور آپ سے کہنے لگے: اے میرے بیٹے! میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تم ضعیف لوگوں کو آزاد کرتے ہو' اگر تم مضبوط وقوی مردوں کو آزاد کرو تاکہ وہ تجھ سے شدائد کو روکیں اور تیرا دفاع کریں؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اباجان! میں اُس کا ارادہ رکھتا ہوں' جو اللہ کے پاس موجود ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ قول نازل فرمایا:

﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ﴾ [سورة الليل : ٥]

''جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور (اپنے رب سے) ڈرا''۔

(تاریخ الخلفاء ص :۸۲)

واقعہ 99:

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد والوں کو تھکا دیا

مرض ایام کے ساتھ ساتھ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خشیتِ الٰہی کے حامل جسم کو لیے

صاحب فراش ہوگئے، ام المومنین سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا آپ کے پہلو میں آزردہ اور رنجیدہ بیٹھی تھیں اور آپ کی آنکھوں سے لگا تار آنسو گر رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پست آواز کے ساتھ فرمایا: اے میری بیٹی! میں قریش میں مال و تجارت کے لحاظ سے سب سے زیادہ امیر تھا۔ جب امارت وخلافت نے مجھے مشغول کر دیا تو میں نے بقدر ضرورت بیت المال سے مال لیا۔ اے میری بیٹی! اس مال سے صرف یہ عباء (چغہ) اور یہ دودھ دوہنے والا برتن اور یہ غلام ہی باقی ہے' جب میں فوت ہو جاؤں تو تم یہ لے کر جلدی سے سیدنا ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جانا۔ چنانچہ جب آپ کی پاکیزہ روح اپنے جسد عنصری سے پرواز کرگئی اور آپ رضی اللہ عنہ کے بدن مبارک کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا گیا، تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عباء (چغہ) دودھ دوہنے والا برتن اور غلام سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس حالت میں کہ آپ اشکبار تھے: اللہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے! انہوں نے تو اپنے بعد والوں کو تھکا دیا ہے یعنی ان کے کندھوں پر خلافت کا بارِ گراں ڈال دیا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کو زمین والوں کے ایمان کے ساتھ تولا جائے تو ضرور ان کا ایمان اہل زمین کے ایمان سے زیادہ بھاری ہوجائے۔ اللہ کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے کا ایک بال ہوتا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے نہ کوئی درہم چھوڑا اور نہ کوئی دینار' اور آپ رضی اللہ عنہ نے جو اپنا مال لیا، اسے بھی بیت المال میں ڈال دیا۔

(کتاب الزهد للامام احمد: ۱۱۰-۱۱۱ ۔ المطالب العالیه : ۴/ ۳۷)

واقعہ 100:

موت کے بستر پر

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ شدتِ مرض و بڑھاپے کی وجہ سے بسترِ مرگ پر گر گئے۔ لوگ فوج درفوج آپ کی تیمارداری کر رہے تھے' وہ سب آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور

آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگے: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم آپ رضی اللہ عنہ کے لیے طبیب کو بلائیں؟ آپ رضی اللہ عنہ کے ہونٹ کمزور مسکراہٹ سے یہ کہتے ہوئے کھلے: بلاشبہ طبیب تو میرے پاس آ چکا ہے۔ چنانچہ لوگوں نے افسوس سے کہا: تو پھر اس نے آپ کو کیا کہا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور آپ کی دونوں اندر دھنسی ہوئی آنکھیں بند ہو رہی تھیں: اس نے مجھے کہا کہ میں وہی کرنے والا ہوں جو میں چاہتا ہوں۔ قوم نے افسوس کے ساتھ اپنے سروں کو حرکت دی اور ڈراؤنی خاموشی میں گم ہو گئے۔ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ کے پاس آئیں تو وہ موت سے نزع کی کیفیت میں تھے۔ آپ نے فرمایا اور آنسو آپ کے رخساروں پر بہہ رہے تھے:

لَعَمْرُكَ مَا يُغْنِي الثَّرَاءُ عَنِ الْفَتَى إِذَا حَشْرَجَتْ يَوْمًا وَضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ

''تیری عمر کی قسم! جس دن حلق میں آواز غرغرائے اور اس کی وجہ سے سینہ تنگ ہو جائے تو کسی انسان کو اس کے مال کی کثرت کسی کام نہیں آئے گی''۔

چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھا اور ان سے فرمایا: اے میری بیٹی! ایسا نہیں ہے' بلکہ تم کہو:

﴿ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ﴾ [سورة ق : ١٩]

''اور موت کی بے ہوشی حق لے کر آ پہنچی''۔

پھر آپ نے نہایت تکلیف کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میرے یہ دو کپڑے ہیں' ان دونوں کو دھونے کے بعد مجھے ان دونوں میں کفن دینا کیونکہ زندہ میت کی بنسبت نئے کپڑے کا زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے ڈرتے ہوئے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اے اللہ کے رسول کے خلیفہ! مجھے وصیت کیجیے۔ چنانچہ آپ کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور آپ اپنی منتشر سانسوں کو جمع کر رہے تھے: یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر دنیا کے دروازے کھولنے والا ہے، پس تم اس سے نہ لینا مگر صرف اپنی کفایت کے بقدر، اور بلاشبہ جو شخص صبح کی نماز پڑھتا ہے، تو وہ اللہ کے ذمہ میں ہوتا ہے، پس تم اللہ کے ذمہ کو نہ توڑو، ورنہ وہ تمہیں تمہارے چہرے

کے بل آگ میں اوندھا کر دے گا۔ (کتاب الزھد للامام احمد:۱۰۹-۱۱۰)

واقعہ 101:

جنت کا حصول

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور ایک کپڑے میں ڈھانپ دیئے گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن کی طرح مدینہ میں رونے کی وجہ سے لوگوں کی آوازیں ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرانے لگیں، سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ دوڑتے ہوئے آئے اور ان کی زبان پر یہ کلمات تھے ''انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔'' آج نبوت کی خلافت منقطع ہوگئی، یہاں تک کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازے پر آٹھہرے اور فرمایا: اے ابوبکر! اللہ تجھ پر رحم فرمائے' تم قوم میں سے سب سے پہلے لوگوں میں سب سے زیادہ رسوخِ ایمان، یقین کامل، ذی وجاہت، با وقار، ذی فضیلت، راست باز تھے، آپ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز پر کام کرنے والے اور رعایا پرور انسان تھے، اسلام لانے والے تھے، اللہ کی قسم! آپ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں سبقت کرنے والے اور جنتی انسان تھے، آپ بہت دور تک آگے بڑھ گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد آنے والوں کو بہت سخت مشقت میں ڈال دیا اور جنت کے حصول میں کامیاب ہو گئے۔ بلاشبہ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف پلٹنے والے ہیں' ہم اللہ سے اس کی قضاء پر راضی ہیں اور ہم نے آپ کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے اندوہ ناک ترین سانحے کے بعد اس سے بڑھ کر کوئی اور سانحہ نہیں ہوسکتا، (یعنی موت کا حادثہ) آپ دین کے لیے قلعہ کی مانند تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملا دے اور ہمیں آپ کے اجر سے محروم نہ کرے اور آپ رضی اللہ عنہ کے بعد گمراہ نہ کرے' پھر آپ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رونے لگے، اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے! تم نے سچ کہا ہے۔ (مجمع الزوائد:۹/۱۸)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب القرشی العدوی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ امیر المومنین، صاحب کرامات، اور فتوحات کے سالار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ذریعے اللہ عزوجل نے اسلام کو تقویت عطا کی' آپ رضی اللہ عنہ نے مومنین سے مصائب و آلام دور کیے، آپ اسلام کی تیغ براں اور شمشیر بے نیام تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے ذریعے حق و باطل میں فرق کیا، کئی امور و معاملات میں آپ رضی اللہ عنہ کو سبقت اور اولیت حاصل ہے' آپ رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق قرآن اترا، آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں دین اسلام کو فروغ ہوا اور اسلام چار دانگِ عالم پھیل گیا، شیطان بھی آپ رضی اللہ عنہ سے ڈرتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلام کی دولت سے مالا مال تھے، لوگوں کی حاجات کو پورا کرنے والے تھے، آپ رضی اللہ عنہ باعزت اور رعب دار شخصیت کے مالک تھے، آپ رضی اللہ عنہ جنتیوں کے چراغ تھے' خوبصورت اور چمک دار چہرہ والے تھے' آپ رضی اللہ عنہ سن رسیدہ لوگوں کے خدمت گزار اور غریبوں کے معاون تھے' آپ رضی اللہ عنہ انصاف کرنے والے حاکم اور خلیفہ راشد تھے، آپ رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں حاضر رہے، آپ رضی اللہ عنہ دین کا ایک مستحکم قلعہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بیت الحرام میں اعلانیہ نماز پڑھی اور بلا دھڑک ہجرت فرمائی، آپ رضی اللہ عنہ راست باز اور حق گو تھے، اللہ کے دین کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے، حدود الٰہی کو قائم کرنے والے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ کعب بن لوی بن غالب تک جا کر نبی

کریم ﷺ کے ساتھ ملتا ہے، آپ رضی اللہ عنہ عام الفیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے اور ہجرت سے پانچ سال قبل مشرف بہ اسلام ہوئے۔

نبی رحمت ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! اسلام کو دو عمروں میں سے اپنے ہاں پسندیدہ عمر کے ساتھ مضبوطی عطا کر، ایک عمرو بن ہشام (ابوجہل) اور دوسرے عمر بن الخطاب۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پسندیدہ ثابت ہوئے۔ (طبقات لابن سعد:۳/ ۲۶۵)

آپ رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلتیں ہیں جن سے کتب احادیث بھری پڑی ہیں، چنانچہ روایات میں آتا ہے "اللہ تعالیٰ نے حق کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دل اور زبان پر جاری کر دیا"۔ (مسند احمد بن حنبل :۵/ ۱۴۵-۱۶۵)

نبوی ﷺ فرمودات میں سے ہے کہ "اگر کوئی میرے بعد نبی ہوتا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہوتے"۔ (مسند احمد بن حنبل:۴/ ۱۵۴۔ ترمذی: ۵/ ۶۱۹)

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ "تم سے قبل لوگوں میں محدث (ملہم) ہوا کرتے تھے اور اگر میری امت میں سے کوئی ملہم (جسے الہام کیا جائے) ہے تو وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہیں"۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث:۳۴۸۶)

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولؤلؤ مجوسی نے صبح کی نماز میں اچانک آپ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں خنجر مارے۔ جس سے آپ زخمی ہوگئے، زخمی ہونے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ تین دن تک زندہ رہے، پھر اس کے بعد آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

واقعہ 1:

ایسی عورت جس کی بات اللہ رب العزت نے سن لی

ایک خاتون ہاتھ میں چھڑی لیے راہ تلاش کر رہی تھی، گردشِ ایام نے اس کی کمر کو جھکا دیا تھا اس کے کندھوں کو بوجھل کر دیا یعنی اس کو کبڑا بنا دیا تھا۔ اس نے سیدنا

عمر رضی اللہ عنہ کو روکا جبکہ وہ قوم کے وسط میں تھے اور انہیں راستہ کے ایک کنارہ کی طرف لے گئی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کے قریب ہو گئے اور اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا اور اس کی طرف کان کیے اور کافی دیر تک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی کمزور آواز کی طرف کان لگائے رکھے، اور اس وقت اپنے کانوں کو نہیں ہٹایا جب تک اس کی پوری بات سن نہیں لی، بات سننے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ قوم کی طرف آئے جو کافی دیر سے کھڑی تھی، ان میں سے کسی شخص نے کہا: اے امیر المومنین! آپ رضی اللہ عنہ نے اس بڑھیا کی وجہ سے قریش کے لوگوں کو روکا؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیرا بیڑا غرق ہو کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہ کون ہے؟ اس شخص نے کہا: نہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ وہ عورت ہے جس کی شکایت اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں پر سنی یعنی یہ سیدہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے رات بھر ٹھہرائے رکھتی تو میں رات بھر اُس کے پاس ٹھہرا رہتا یہاں تک کہ اس کی حاجت نہ پوری کر دیتا۔ (سنن الدارمی باب فی الرد علی الجہمیة رقم:۲۶۔ الاسماء والصفات ص :۸۸۶۔ کنز العمال: ۵۲۰/۲، رقم :۴۶۴۹)

واقعہ 2:

بوڑھی شاعرہ

مدینہ شہر کے کسی کنارے پر واقع ایک کٹیا' میں دیئے کی روشنی چمک رہی تھی، آپ رضی اللہ عنہ اس روشنی کے پاس گئے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس جھونپڑی کے پاس تھے، آپ نے دیکھا کہ اس جھونپڑی میں ایک بوڑھی عورت کالے رنگ کے کپڑے پر بیٹھی ہے اور پریشان حال ہے، چراغ بھی اس اندھیرے کا پردہ چاک کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا اتنی تاریکی چھائی ہوئی ہے اور وہ عورت یہ اشعار غم بھرے انداز میں پڑھ رہی ہے:

عَلٰی محمدٍ صلاة الأبرار | صَلّی علیك المصطفون الأخیار
قد کنتَ قوامًا بکیّ الأسحار | یالیت شعری والمنایا أطوار

هل تجمعنی وحبیبی الدّار

"محمد ﷺ پر صالح لوگوں کا درود ہو' نیک چنیدہ لوگ تجھ پر درود بھیجیں یقیناً تو نگہبان اور سحری کے وقت رونے والا تھا' اے کاش کہ مجھے پتہ ہوتا اور الٰہی قضیے متعین ہیں' کیا تم مجھے اور میرے محبوب کو اس گھر میں اکٹھا کر دو گے؟"۔

یہ مذکورہ بالا کلمات جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سنے تو آپ کے ذہن میں نبی کریم ﷺ کے دور کا نقشہ گردش کرنے لگا اور آپ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور آپ اتنا زیادہ روئے کہ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ بڑھیا اندر سے بولی: کون ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ بڑھیا نے کہا: مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کوئی غرض نہیں، عمر رضی اللہ عنہ اس گھڑی میں کیوں آیا ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ آپ پر رحم فرمائے گھبراؤ نہیں' دروازہ کھولیے! تو بڑھیا نے ان کے لیے دروازہ کھولا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور کہا: ابھی جو کلمات تم کہہ رہی تھی وہ مجھے دوبارہ سناؤ۔ بڑھیا نے آپ رضی اللہ عنہ کو وہ الفاظ دوبارہ سنائے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کرلیں چنانچہ اس بڑھیا نے کہا: اے بہت زیادہ بخشنے والے! عمر رضی اللہ عنہ کو بھی بخش دے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ راضی ہو گئے اور واپس لوٹ آئے۔ (منتخب کنز العمال: ۴/ ۳۸۱)

واقعہ 3:

بھوکا بچہ

تاجروں کی جماعت نماز پڑھنے کی جگہ پر وارد ہوئی اور ان کے آنے سے مدینہ کے راستوں پر شوروغوغا بلند ہونے لگا، اس منظر کو دیکھ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا: تیرا کیا خیال ہے کہ ہم آج رات ان لوگوں خفیہ طور پر نگرانی کریں؟

چنانچہ وہ دونوں ساری رات ان کی نگرانی کرتے رہے اور ساتھ ساتھ نماز بھی پڑھتے رہے، اسی اثناء میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی اور آواز

کی طرف دھیان دیا اور اس بچے کی ماں سے کہا جو اسے چپ کروانے کی کوشش کر رہی تھی: اللہ سے ڈرو اور اپنے بچے کے ساتھ حسن سلوک کرو' پھر اپنی جگہ پر واپس پلٹے تو ایک مرتبہ پھر بچے کی چیخ بلند ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ پھر اس کی ماں کی طرف گئے اور اسی طرح اسے کہہ کر واپس اپنی جگہ پر آ گئے۔

جب رات کا آخری پہر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے رونے کی آواز سنی تو اس کی ماں کے پاس آئے اور سختی سے کہا: تیرا بیڑہ غرق ہو! میرے خیال میں تم بری ماں ہو۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ تیرا بچہ رات بھر بے قرار رہا؟ ماں نے غمگینی اور فاقہ کی حالت میں کہا: اے اللہ کے بندے! تو نے مجھے آج کی رات تنگ کیا ہے میں اس بچے کو دودھ چھڑوا رہی تھی۔ اس وجہ سے یہ رو رہا تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تعجب سے پوچھا: کیوں؟ اس نے آہستہ سے کہا: کیونکہ جب تک بچہ دودھ پینا نہ چھوڑ دے تب تک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اُس کا وظیفہ مقرر نہیں کرتے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ڈر سے کپکپانے لگے اور آپ کے شانے کا گوشت وعضلات لرزنے لگے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا: اس کی عمر کتنی ہے؟ اس نے کہا: اتنے اتنے مہینے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تیرا ناس ہو' تو جلدی نہ کر' پھر آپ رضی اللہ عنہ واپس لوٹے اور نماز فجر پڑھائی تو لوگوں پر آپ کی قرأت رونے کے غلبہ کی بناء پر واضح نہیں ہو رہی تھی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو فرمایا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے تنگی ہو! اس نے مسلمانوں کے بچوں میں سے کتنے ہی قتل کر دیئے؟ پھر آپ نے اسلام میں ہر پیدا ہونے والے بچہ کے لیے وظیفہ جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا اور یہی حکم نامہ دیگر علاقوں کو بھی لکھ بھیجا۔ (طبقات لابن سعد :۳/۳۰۱)

واقعہ 4:

نابینی بڑھیا

مدینہ شہر کے اطراف میں ایک چھوٹا گھر تھا، ایک نابینا بڑھیا اس میں رہتی تھی' اس کے پاس ایک بکری' ایک ڈول اور کھجور کے پتوں سے تیار شدہ ایک چٹائی جس کے

کنارے پرانے ہونے کی وجہ سے جھڑ چکے تھے کے سوا دنیاوی سازوسامان میں سے کچھ نہ تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہر رات اس عورت کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے اس کے لیے پانی لاتے، اس کی حالت کی اصلاح فرماتے، ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس گھر میں آئے اور ہر چیز کو سلیقے سے سجا دیکھا تو سمجھ گئے کہ ان کے علاوہ کسی نے اس کام میں سبقت لی ہے اور اس کے سارے کام ٹھیک کر دیئے ہیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کئی دفعہ آئے اور ہر بار ان کے علاوہ کوئی ان سے پہلے گھر میں آتا اور اس کی صفائی کرتا اور اس کو سنوارتا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ جاننے کے لیے کہ ان سے سبقت لے جانے والا یہ شخص کون ہے گھر کے قریب ہی کسی نکڑ گوشہ میں چھپ گئے۔ تو اچانک ایک آدمی کو گھر کے قریب آتے دیکھا اس نے دروازہ بجایا پھر داخل ہو گیا۔ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے جو اس وقت مسلمانوں کے خلیفہ تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس پوشیدہ مقام سے نکلے اور آپ رضی اللہ عنہ کے لیے معاملہ صریح ہو گیا اور اپنے جی میں تعجب وحیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ کی قسم! تم ہی ہو اللہ کی قسم! تم ہی ہو۔ (منتخب الکنز: ۳۴۷/۴)

واقعہ 5:

ایک عرب کا بدو اپنی ماں کے ساتھ طواف کرتا ہے

طواف کرنے والوں کی آوازیں فضا میں بلند ہو رہی تھیں، وہ بیت اللہ کو اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کی صداؤں سے معطر کر رہے تھے، ان کے عاجز لہجے ان کے آنسوؤں کے ساتھ مخلط ہو گئے اس دوران ان لوگوں کے پیچھے سے ایک طویل القامت کشادہ شانوں والا مضبوط عضلات والا اور کڑیل جوان تیزی سے آیا جو کہ اپنے مونڈھوں پر اپنی بوڑھی ماں کو اٹھائے ہوئے تھا اور وہ بدو بار بار یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

أنا مطيتها لا أنفر وإذا الركاب ذعرت لاأذعر

وما حملتني وارضعتني اكثر لبيك اللّٰهُمَّ لبيك

''میں اس کی سواری ہوں اور میں بدکوں گا نہیں جس وقت سواریاں خوف زدہ ہوتی ہیں میں نہیں سہمتا۔ اور میری ماں نے مجھے پیٹ میں اٹھایا ہے، مجھے دودھ پلایا ہے اور اس سے بھی زیادہ احسان کیا ہے۔ حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں''۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیت الحرام کی ایک جانب کھڑے طواف کرنے والوں کا معائنہ کر رہے تھے کہنے لگے: اے ابوحفص! آؤ ہم بھی طواف کریں شاید رحمتِ الٰہی نازل ہوا اس کے ساتھ ہم بھی اس رحمت میں شامل ہوجائیں، چنانچہ وہ دونوں اس بدو کے پیچھے طواف کرنے لگے اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے اس کے اشعار کا جواب دینے لگے:

إن تبرّها فاللّٰه أشكر يجزيك بالقليل الأكثر

''اگر تو اس کے ساتھ نیکی و بھلائی کرتا ہے تو اللہ کا شکر ادا کر' اللہ تجھے قلیل عمل پر کثیر اجر وثواب سے نوازے گا''۔(شعب الایمان للبیھقی رقم الحدیث:۷۹۲۵ (کنز العمال : ۱۶/ ۵۸۲-۵۸۳' رقم الحدیث:۴۵۹۴۴)

واقعہ 6:

نوجوان اپنی قبر میں سے باتیں کرتا ہے

مدینہ میں ایک دبلا پتلا نوجوان تھا جسے دنیا سے بے رغبتی نے کمزور و نازک کر دیا تھا۔ وہ مسجد ہی میں رہا کرتا تھا تا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منہ سے تازہ بہ تازہ نو بہ نو حدیثیں سن سکے۔ اس نوجوان کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بنظر استحسان دیکھا۔ اس کا ایک ضعیف سن رسیدہ باپ تھا۔ جب وہ عشاء کی نماز پڑھ لیتا تو اس کی طرف پلٹ جاتا۔ اور اس کے باپ کے گھر کے راستہ پر ایک عورت کے گھر کا دروازہ تھا۔ وہ عورت اس پر عاشق ہوگئی تو ایک روز وہ اس کے پاس سے گزرا اور وہ عورت اسے بہکاتی رہی یہاں تک کہ اس نے عورت کی بات مان لی جب اس نے اس عورت کے پیچھے اس کے گھر

میں داخل ہونے کا قصد کیا تو اس کے ذہن میں یہ فرمانِ باری تعالیٰ آ گیا:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ ﴾ [سورة الاعراف : ٢٠١]

''یقیناً جو لوگ پرہیزگار ہیں (گناہوں سے بچے رہتے ہیں) ان کو جہاں شیطان کا وسوسہ آیا وہ چونک پڑتے ہیں اور (بری بات کی) ان کو سوجھ آ جاتی ہے''۔

تو وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا، اسے اس کے باپ کے پاس اٹھا کر لے جایا گیا۔ وہ تہائی رات تک بے ہوش ہی رہا اور جب اسے کچھ افاقہ ہوا تو اس کے باپ نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا ہے؟ چنانچہ اس نے سارا ماجرا اپنے باپ کو بتایا، تو اس کا باپ اسے کہنے لگا: اے میرے بیٹے! وہ کون سی آیت ہے جو تو نے پڑھی اور تیری یہ حالت ہوگئی؟ نوجوان نے وہ آیت تلاوت کی اور پھر بے ہوش ہو گیا اور گر پڑا۔ اور جس وقت اس کے گھر والوں اور پڑوسیوں نے اسے ہلایا تو اسے مردہ پایا، اسے انہوں نے غسل دیا اور رات کو ہی اسے دفن کر دیا۔ صبح کے وقت یہ معاملہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔ آپ اس کے باپ کے پاس آئے اور اس کی تعزیت کی پھر اس نوجوان کی قبر پر آئے اور چیخ کر کہنے لگے: اے فلان!

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ ﴾ [سورة الرحمٰن : ٤٦]

''اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو باغ ہیں''۔

چنانچہ اس نوجوان نے دو دفعہ قبر سے جواب دیا: اے عمر رضی اللہ عنہ! بلاشبہ تحقیق میرے رب نے مجھے جنت میں وہ دو باغ دے دیئے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر: ۲/۲۹۷۔ کنز العمال: ۲/۵۱۶-۵۱۷، رقم الحدیث: ۴۶۳۴-۴۶۳۵)

واقعہ 7:

آج کے دن میں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھ جاؤں گا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صدقہ وخیرات اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر برانگیختہ کیا، ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے، یہ سن کر ان کا سینہ کشادہ ہوگیا اور ان کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ کیونکہ ان کی منشاء کے مطابق ان کے پاس مال موجود تھا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں کہا: آج کے دن میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے نکل جاؤں گا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ ہوا کی سی تیزی کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ گھر کی طرف گئے پھر واپس آئے اور آپ کے ہاتھ میں ایک مال کا بڑا تھیلا تھا جو آپ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بڑے تھیلے کی جانب دیکھا پھر اپنی نگاہوں کو یہ کہتے ہوئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف پھیرلیا: تونے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی چھوڑا ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کی مثل یعنی آدھا ان کے لیے باقی رکھ آیا ہوں۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ گئے۔

ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھوں میں ایک بہت بڑا تھیلا اٹھائے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے جو تھیلا اس سے بڑا تھا جسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لائے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ تھیلا رکھ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم آمیز لہجے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تونے اپنے اہل وعیال کے لیے کیا باقی چھوڑا ہے؟ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فروتنی اختیار کرتے ہوئے ان الفاظ وکلمات میں جواب دیا: میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تعجب سے اپنے سر کو حرکت دی اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! میں کبھی کسی چیز میں بھی آپ سے سبقت نہیں لے جا سکتا! (سنن ابی دائود کتاب الزکاۃ باب فی الرخصۃ فی ذالک رقم الحدیث : ۱۶۷۸۔ جامع ترمذی کتاب

المناقب رقم الحدیث:۳۶۷۵)

واقعہ 8:

میں تیرے بعد ہرگز کسی کو پاک نہیں کہوں گی

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آئے جو کہ صاحب ثروت تھے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر اکساتے ہوئے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے مرنے کے بعد میرے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجھے کبھی نہیں دیکھ سکیں گے۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سینے کے عضلات کانپنے لگے اور الفاظ ان کے گلے کے کناروں میں اکٹھے ہو گئے اور وہ ان کے پاس سے کپکپاتے ہوئے اٹھے اور سیدھے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لائے۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: سنو' آپ رضی اللہ عنہ کی ماں کیا کہتی ہے اور انہیں اس کے متعلق خبر دی جو وہ کہہ رہی تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں خوف پیدا ہوا اور انہیں یوں محسوس ہوا کہ ان کے ساتھ زمین بھی ڈگمگا رہی ہے تو وہ جلدی اور تیزی کے ساتھ کھڑے ہوئے' حتی کہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور صلی اللہ علیہ وسلم گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے کہنے لگے: میں آپ رضی اللہ عنہا کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا ان میں میں بھی شامل ہوں؟ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں' اور تیرے بعد میں ہرگز کسی کو بری الذمہ قرار نہیں دوں گی۔ (مسند احمد بن حنبل:۲۹۸/۶)

واقعہ 9:

کوڑھ زدہ عورت

لوگوں کی بڑی تعداد بیت الحرام کا طواف کرتے ہوئے گزری جا رہی تھی۔ اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کی گونجوں کے ساتھ ان کے آنسو مختلط ہو رہے تھے۔ اس ہجوم کے درمیان میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جذام زدہ عورت کو دیکھا جو کہ طواف کر رہی تھی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا: اے اللہ کی بندی! لوگوں کو ایذاء نہ پہنچاؤ طواف کرنے کی بجائے اپنے گھر میں ٹھہری رہو۔ اس عورت نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا کہا مان لیا اور واپس گھر لوٹ آئی اور گھر میں ہی ٹھہری رہی یہاں تک کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس واقعہ کے بعد اس عورت کے پاس سے ایک آدمی گزرا تو اس نے کہا: بلاشبہ وہ جس نے تجھے روکا تھا مر چکا ہے لہٰذا اب تو باہر نکل آ۔ وہ کہنے لگی: میں ایسی نہیں ہوں کہ زندہ ہوتے ہوئے تو اس کی فرمانبرداری کروں اور مر جانے کے بعد معصیت کرنے لگوں۔ چنانچہ وہ اپنے گھر میں ہی ٹکی رہی یہاں تک کہ فوت ہوگئی۔

(کنز العمال:۱۰/ ۹۶' رقم الحدیث:۲۸۵۰۴۔ مؤطا امام مالك كتاب الحج رقم الحدیث:۲۵۰)

واقعہ 10:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حمیت

پرشوکت لوگوں کی عاجزی وانکساری کے سے انداز میں نبی کریم ﷺ بیٹھے تھے، آپ ﷺ کے ہونٹوں سے سبحان اللہ کہنے کی بڑبڑاہٹ واضح ہو رہی تھی اور آپ ﷺ کے سینے سے مسلسل باتوں کی سنناہٹ اٹھ رہی تھی اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے تھے تو نبی کریم ﷺ نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں ہوں میں نے جنت میں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ محل کے کنارے وضو کر رہی ہے۔ چنانچہ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ تو انہوں نے مجھے کہا: کہ یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہے نبی اکرم ﷺ نے کہا: میں نے چاہا کہ میں اس میں جاؤں لیکن مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت یاد آ گئی تو میں وہاں سے پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر روتے ہوئے کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ پر میں غیرت کھاؤں گا؟۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۴۷۷)

واقعہ 11:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زکوٰۃ کے اونٹوں کا علاج معالجہ کرتے ہیں

ایک دن گرمی کی شدت اپنے عروج پر تھی، سورج آگ کے شعلے اگل رہا تھا، کہ عراق کا ایک وفد آیا جس کی امارت سیدنا احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی اور وہ امیرالمومنین کو تلاش کر رہے تھے، تو انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس حال میں پایا کہ انہوں نے اپنا عمامہ دور رکھا ہوا ہے اور اپنی عبا اپنی کمر پر لپیٹی ہوئی ہے، زکوٰۃ (بیت المال کے) کے اونٹوں کی بیماری کی کا علاج کر رہے ہیں، جب انہوں نے سیدنا احنف رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو اُن سے کہا: اے احنف رضی اللہ عنہ! آ ؤ امیرالمومنین کی اس اونٹ کے علاج میں مدد کرو؛ اس میں یتیم، مسکین اور بیوہ کا حق ہے، یہ سن کر قوم میں سے ایک مخبوط الحواس شخص نے کہا: اے مومنوں کے امیر! اللہ تعالیٰ آپ کی بخشش فرمائے۔ آپ رضی اللہ عنہ بیت المال (صدقہ) کے غلاموں میں سے کسی غلام کو کیوں نہیں حکم دے دیتے کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کی اس کام میں مدد کرے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عاجزی و انکساری سے کہا: ہم سب غلام ہیں کیونکہ جو آدمی مسلمانوں کے امور کا والی ہے وہ مسلمانوں کا غلام ہے اس پر بھی ان کے لیے وہی ذمہ داری ہے جو کسی غلام پر اپنے آقا کی خیرخواہی اور امانت داری کے سلسلے میں ہوتی ہے۔ (کنزالعمال، رقم الحدیث: ۱۴۳۰۷۔ مناقب امیرالمومنین رقم:۸۲)

واقعہ 12:

اے غلام! مجھے بھی اپنے ساتھ سوار کرلو

آتش انگیز سورج کی تیز دھوپ و گرمی میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی چادر اپنے سر پر رکھے ہوئے مدینہ سے باہر سبک سیری سے جا رہے تھے تو ایک غلام گدھے پر سوار ان کے پاس سے گزرا۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اے غلام! مجھے اپنے ساتھ سوار کرلو۔ غلام رک گیا اور گدھے سے نیچے چھلانگ لگا دی اور فروتنی سے کہنے لگا: اے

مومنوں کے امیر! سوار ہو جائیں' آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں' تو سوار ہو اور میں تیرے پیچھے سوار ہوں گا۔ تم چاہتے ہو کہ مجھے پست جگہ پر سوار کرو اور خود تم موٹی' کھردری اور سخت جگہ پر سوار ہو۔ غلام نے اصرار کیا کہ نہیں آگے آپ سوار ہوں اور میں آپ کے پیچھے سوار ہوں گا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اصرار اس بات پر تھا کہ پہلے غلام سوار ہو اور امیر المومنین اس کے پیچھے سوار ہوں۔ غلام نے امیر المومنین کی رائے مان لی قبول کر لی اور مدینہ میں داخل ہوئے لوگ انہیں دیکھ رہے تھے اس حال میں کہ امیر المومنین غلام کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ (کنز العمال رقم الحدیث:۳۵۹۹۱۔ مناقب امیر المومنین رقم ۱۷۷)

واقعہ 13:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کی اخلاقی تربیت کرتے ہیں

ایک روز سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا ان کے پاس اس حالت میں آیا کہ اس نے کنگھی کی ہوئی بال سنوارے ہوئے اور خوبصورت کپڑے پہنے ہوئے تھے، یہ دیکھ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو چمڑے کے چابک سے مارا اس پر ان کا بیٹا رونے لگا تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے انہیں کہا: اسے آپ نے کیوں مارا ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اسے خود پسندی میں مبتلا دیکھا تھا اس لیے میں نے چاہا کہ میں اس کے نفس کو اس کے سامنے ذلیل وحقیر کروں۔ (لن تلقی مثل عمر:۲/ ۲۶۱)

واقعہ 14:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پانی کے چمڑے کا مشکیزہ اٹھاتے ہیں

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھوں سے نیند کی دھول زائل کی' اور رات کے وقت رعایا کا جائزہ لینے کے لیے نکلے تو آپ نے دیکھا کہ میں ایک عورت اپنی کمر پر پانی کی مشک لادے ہوئے اندھیرے میں ننگے پاؤں جا رہی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے بتلایا کہ وہ بچوں والی ہے اور اس کے پاس کوئی نوکر نہیں ہے چنانچہ وہ رات کے وقت نکلتی ہے تاکہ اپنے بچوں کو پانی پلائے، اور وہ ان کی

نگہداشت کے خوف سے دن کو نکلنا پسند نہیں کرتی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی حالت پر ترس آیا اور اس کے چمڑے کا مشکیزہ اٹھا لیا یہاں تک کہ اس کے گھر پہنچ گئے۔ پھر فرمایا: تم صبح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا وہ کسی خادم کا تمہارے لیے حکم کر دے گا۔ تو وہ کہنے لگی: میں تو اس کا خرچہ برداشت نہیں کر سکتی آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: یقیناً اگر اللہ نے چاہا تو تو اِسے پالے گی، چنانچہ صبح کو وہ عورت ان کے پاس آئی تو وہ وہی (رات والے) تھے اس نے انہیں پہچان لیا تو واپس مڑی بھاگنے لگی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے ایک خادم اور خرچے وغیرہ کا بندوبست کیا اور دونوں چیزیں (نوکر و خرچ) اس کے جانے کے بعد اسے بھیج دیں۔ (لن تلقی مثل عمر: ۲/۲۶۹۔ اخبار عمر رقم: ۳۴۰)

واقعہ 15:

ہم آپ کی نہ بات سنتے ہیں نہ اطاعت کرتے ہیں

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کافی زیادہ نئے کپڑے بھیجے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے وہ لوگوں میں تقسیم کر دیئے چنانچہ ہر آدمی کو ایک کپڑا ملا' پھر آپ رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے نئے کپڑے پہنے ہوئے تھے، آپ رضی اللہ عنہ خطبہ دینے لگے ابھی آپ نے خطبہ شروع ہی کیا تھا کہ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ ہم آپ کی بات نہ سنتے ہیں نہ مانتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حیرت سے کہا: کیوں' اے ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ! انہوں نے کہا: بلاشبہ تو نے ہمیں تو ایک ایک کپڑا دیا ہے اور خود دو کپڑے لیے ہیں' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ! جلدی نہ کیجئے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو کہا: کہ آپ اس بارے میں بتایئے چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ میں نے اپنا ایک کپڑا اپنے والد کا دیا ہے یہ سن کر سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اب ہم سنیں گے بھی اور اطاعت بھی کریں گے۔ (تاریخ طبری: ۵/ ۲۴)

واقعہ 16:

کیا ایک کھانے کے بعد دوسرا کھانا؟

یہ افواہ پھیلی کہ سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما مختلف قسم کے کھانے کھاتے ہیں'

اور یہ خبر یثرب کے نواح میں بھی پھیل گئی حتی کہ امیر المومنین ؓ تک پہنچی تو سیدنا عمر ؓ نے اپنے آزاد کردہ غلام ''یرفا'' سے کہا: جب تجھے معلوم ہو جائے کہ ان کا شام کا کھانا حاضر ہے تو تم مجھے مطلع کر دینا۔ جب ان کا کھانا لگ گیا تو اس نے آپ کو بتلایا' چنانچہ سیدنا عمر ؓ آئے' اندر آنے کی اجازت چاہی، انہیں اجازت دے دی گئی تو وہ اندر داخل ہوئے۔ کھانے کے قریب ہوئے تو ثرید اور گوشت لایا گیا چنانچہ سیدنا عمر ؓ نے ان کے ساتھ کھانا کھایا' پھر بھنا ہوا گوشت پیش کیا گیا اور یزید ؓ نے اپنا ہاتھ پھیلایا تو سیدنا عمر ؓ نے اسے روک دیا۔

پھر سیدنا عمر ؓ نے ڈانٹتے ہوئے کہا: اللہ سے ڈرو' اے یزید بن ابی سفیان! کیا ایک کھانے کے بعد ایک اور کھانا؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں سیدنا عمر ؓ کی جان ہے! اگر تم لوگوں کے چلن کے برعکس ہو گے تو لوگ بھی بالضرور تمہارے طریقہ کے متضاد چلیں گے۔ (منتخب کنز العمال: ۴/ ۴۰۱)

واقعہ 17:

ایسی عورت جس کا خاوند غیر حاضر ہو

عمر ؓ بوقتِ سحری چلے، اور مدینہ کی گلیوں میں گھومنے لگے، اور گھروں کو رات کے اندھیرے نے ڈھانپ رکھا تھا' آپ گرد و پیش کا پتہ لگانے لگے' ان کے کانوں نے کسی عورت کی آواز سنی جس کے تمام جذبات شعر کے ان دو مصرعوں میں بہہ رہے تھے۔ وہ کہہ رہی تھی:

تطاول هذا الليل واسود جانبه   وأرقني ان لا حبيب ألا عبه

فلو لا حذرار الله لاشيء مثله   لزعزع من هذا السرير جوانبه

''یہ رات بہت لمبی ہو گئی اور اس کے جوانب سیاہ ہو گئے اور میری نیند اڑا دی اس بات نے کہ کوئی ایسا دوست نہیں جس کے ساتھ میں کھیلوں' اگر مجھے اللہ کا ڈر نہ ہوتا جس کی کوئی نظیر نہیں ہے تو میں اس چارپائی کی چولیں ہلا کر رکھ دیتی''۔

ان دو اشعار نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے جاننے اور دریافت کرنے کی قوت کو تحریک بخشی تو انہوں نے اس عورت سے اجازت طلب کی اور فرمایا: تجھے کیا مسئلہ ہے؟ وہ پریشانی کے عالم میں بولی: آپ رضی اللہ عنہ نے کافی مہینوں سے میرے شوہر کو پردیسی کیا ہوا ہے حالانکہ میں اس کی مشتاق ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رنجیدگی سے پوچھا: تو نے برائی کا عزم کیا ہے؟ وہ کہنے لگی: اللہ کی پناہ! نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے آپ پر قابو رکھو پھر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کہا: میں تم سے ایک ایسے معاملہ کے متعلق سوال کرنے والا ہوں کہ اس نے مجھے پریشان کر دیا ہے لہٰذا تم اس پریشانی کو مجھ سے زائل کردو، پھر چپکے سے بات کی: کتنے عرصہ بعد عورت اپنے خاوند کی مشتاق ہوتی ہے؟ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنا سر جھکا لیا اور شرمانے لگیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کی جانب متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: یقیناً اللہ تعالیٰ حق سے حیا نہیں کرتے! شرم و حیا نے ان کی زبان کو تو روکے رکھا لیکن انہوں نے اپنے ہاتھ سے تین مہینے یا چار مہینوں کا اشارہ کیا، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے والیان سلطنت کو لکھ بھیجا کہ تین ماہ سے زیادہ کسی لشکر کو نہ روکا جائے۔ (کنز العمال: ۱۶/۵۷۶، رقم الحدیث: ۴۵۹۲۴)

واقعہ 18:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو غلطی لگی اور عورت درستگی کو پہنچی

سبحان اللہ اور الحمدللہ کی صدائیں اٹھ رہی تھیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور ایک کثیر انبوہ کی طرف متوجہ ہوئے، اور اُن سے کہا: تم عورتوں کے حق مہر کے سلسلہ میں غلو نہ کیا کرو، مجھے کسی کے بارے میں بھی یہ پتہ نہ چلے کہ اس نے جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق مہر بھیجا اس سے زیادہ بھیجا ہے یا اس کی جانب بھیجا گیا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو میں اس زائد کو بیت المال میں شامل کر دوں گا، پھر آپ اترے تو ایک قریشی خاتون آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! کیا اللہ کی کتاب اتباع کا زیادہ حق رکھتی ہے یا آپ کا قول؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی کتاب، اس نے کہا: ابھی

آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو عورتوں کے حق مہر کے بارے میں حد سے گزرنے سے منع کیا ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

﴿ وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ﴾ [سورة النساء: ٢٠]

''اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لے آنے کا ارادہ ہی کر لو تو خواہ تم نے اسے ڈھیر سا مال ہی کیوں نہ دیا ہو' اس میں سے کچھ واپس نہ لینا''۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر کوئی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ سمجھ دار ہے' پھر وہ منبر کی جانب لوٹے اور لوگوں کو کہنے لگے: میں نے تمہیں عورتوں کا زیادہ حق مہر مقرر کرنے سے روکا تھا تو اب ہر آدمی اپنے مال کے بقدر جتنا چاہے مقرر کرے۔

(کنز العمال :١٦/ ٥٣٦-٥٣٧' رقم الحديث: ٤٥٧٩٦)

واقعہ 19:

اے عمر رضی اللہ عنہ! یقیناً شیطان تجھ سے خوف کھاتا ہے

نبی اکرم ﷺ کسی غزوہ کے لیے نکلے' جب غزوے سے فتح یاب ہو کر پلٹے تو ایک سیاہ رنگ کی لڑکی آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صحیح سالم واپس لوٹایا تو میں آپ ﷺ کے سامنے دف بجاؤں گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تو نے منت مانی ہے تو ٹھیک وگرنہ نہیں۔

چنانچہ اس لڑکی نے دف کو گرفت میں لیا اور اسے بجانے لگی تو اس اثنا میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور وہ دف بجاتی رہی' پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے تو وہ بجاتی رہی اور پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور وہ برابر بجاتی رہی' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو لڑکی نے دف کو زمین پر رکھا' پھر ان سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہوئے اس پر بیٹھ گئی۔

یہ دیکھ کر نبی ﷺ نے فرمایا: اے عمر ﷜! بلاشبہ شیطان تجھ سے ڈرتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۵/ ۶۲۰۔ مسند احمد : ۵/ ۳۵۳۔ السنن الکبریٰ للبیھقی:۱۰/ ۷۷)

واقعہ 20:

سیدنا عمر ﷜ شیطان سے کشتی لڑتے ہیں

سیدنا عبداللہ بن مسعود ﷜ سکون اور متانت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے گرد صحابہ کرام اور تابعین عظام ﷢ کا ایک گروہ بیٹھا ہوا تھا' آپ ﷜ انہیں نئے اور عمدہ قصے بیان کر رہے تھے اور عجیب وغریب باتیں ان سے روایت کر رہے تھے۔ چنانچہ آپ نے کہا: مدینہ کے گلی کوچوں میں سے کسی کوچے میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی شخص کی ایک شیطان سے ملاقات ہوئی اس جن نے صحابی کو کشتی لڑنے کی دعوت دی صحابی نے دعوت قبول کرلی، جب کشتی ہوئی تو صحابی ﷜ نے اس جن کو پچھاڑ دیا، جن نے کہا: مجھے چھوڑ دو۔ چنانچہ صحابی نے اسے چھوڑ دیا' پھر جن نے دوسری مرتبہ کہا: کیا تو پھر کشتی کرے گا؟ ان دونوں نے پھر کشتی کی تو پھر صحابی نے جن کو پچھاڑ دیا اور اس کے سینے پر بیٹھ گیا' پھر صحابی نے کہا: میں تمہیں دبلا اور حقیر گردنتا ہوں اور تیرے ہاتھ گویا کسی کتے یا کسی جن کے ہاتھ ہیں۔ جن کہنے لگا: اللہ کی قسم! بلاشبہ میں انہی جنوں میں سے ہوں' پھر صحابی نے کہا: میں تجھے اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تو مجھے یہ نہ بتا دے کہ تجھ سے لوگ کس طرح بچے رہیں، جن کہنے لگا: آیت الکرسی' ان میں سے ایک شخص نے سیدنا ابن مسعود ﷜ سے پوچھا: وہ صحابی ﷜ کون تھے؟ سیدنا ابن مسعود ﷜ نے فرمایا: وہ سیدنا عمر ﷜ کے علاوہ کون ہوسکتا ہے؟۔ (المعجم الکبیر للطبرانی:۹/۱۸۳۔ مجمع الزوائد للہیثمی : ۹/۷۱۔ ابن الجوزی فی المناقب : ۴۸)

واقعہ 21:

سیدنا عوف ﷜ نے سچ بولا

سیدنا عمر بن خطاب ﷜ صحابہ کرام ﷢ کے گروہ میں بیٹھے ہوئے تھے صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم آپ کے گرد حلقہ بنائے باہم تبادلہ خیال کر رہے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سے متعلق حدیثیں بیان کر رہے تھے، لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے کہنے لگے: اللہ کی قسم! ہم نے آپ سے زیادہ منصف' حق گو اور منافقین پر سختی کرنے والا کسی شخص کو نہیں دیکھا' اے امیر المومنین! آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے بہترین ہیں،

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ جو انہی میں بیٹھے ہوئے تھے' ان کی اس بات کو سن کر وہ سخت نالاں اور ناراض ہوئے اور غضبناکی کے عالم میں کہنے لگے: اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ کہا' البتہ تحقیق ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان سے بھی بہتر آدمی کو دیکھا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عوف! وہ کون ہے؟ سیدنا عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: سیدنا عوف رضی اللہ عنہ نے سچ بولا اور تم نے جھوٹ کہا۔ اللہ کی قسم! ابوبکر رضی اللہ عنہ کستوری کی خوشبو سے زیادہ اچھے ہیں' میں تو اپنے پالتو اونٹ سے زیادہ گمراہ ہونے والا ہوں۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۳۵۶۲۹)

واقعہ 22:

میں گھی ہرگز نہیں کھاؤں گا حتی کہ لوگ سیر ہو جائیں

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے سات درہم کے عوض گھی خریدا' جب آپ رضی اللہ عنہ نے وہ دیکھا تو اپنی اہلیہ سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگیں: گھی' جو کہ میں نے اپنے مال سے خریدا ہے نہ کہ آپ کے جیب خرچ سے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس کو ہرگز نہیں چکھوں گا یہاں تک کہ لوگ اس سے سیر ہو جائیں۔

(مناقب امیر المومنین لابن الجوزی' ص: ۸۱)

واقعہ 23:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود اپنا تعارف کراتے ہیں

بوجھل قدموں اور غم سے نڈھال جسم کے ساتھ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر

پر چڑھے، مسجد لوگوں کے اژدھام کے باعث تنگی داماں کا گلہ کر رہی تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! میں جانتا ہوں کہ میں ایک مٹھی بھر کھجوروں کے عوض "بنومخزوم" کی بکریاں چرایا کرتا تھا' پھر منبر سے نیچے اتر آئے، عجیب صدائیں بلند ہونے لگیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں کس غرض سے اکٹھا کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہمیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سمجھ میں نہیں آئی، سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے امیر المومنین! آپ رضی اللہ عنہ کا اس سے کیا مقصد تھا؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کپکپاتے ہونٹوں کو حرکت دی اور کہا: اے ابن عوف رضی اللہ عنہ! جب میں منبر پر چڑھا تو مجھے میرے نفس نے کہا کہ اے عمر! تو تو امیر المومنین ہے، تیرا رتبہ اور مقام سب سے زیادہ ہے لہٰذا میں نے اپنے نفس کو اس کی حقیقت بتانے کے لیے ایسے کہا تاکہ سیدنا انس اپنی حقیقتاً سے آشنا ہو جائے۔ (منتخب کنز العمال: ۴/ ۴۱۸)

واقعہ 24:

اے امیر المومنین! اللہ سے ڈریئے

امیر المومنین کے سامنے ایک جھگڑالو آدمی کھڑا ہوا اور غصہ سے کہا: اے امیر المومنین! اللہ سے ڈریں' تو قوم میں سے ایک آدمی نے کہا: کیا تو امیر المومنین کو کہتا ہے کہ اللہ کا خوف کھاؤ' چنانچہ سیدنا رضی اللہ عنہ نے کہا: اسے چھوڑ دو' اسے یہ بات مجھے کہنے دو' کیا خوب ہے جو اس نے کہا ہے اور تم میں اس وقت کوئی بھلائی نہیں ہے جب تک تم ہمیں کوئی خیر خواہانہ بات نہ کہو اور ہم اسے بطیب خاطر سن نہ لیں۔

(مناقب امیر المومنین ص: ۱۷۴)

واقعہ 25:

تیرے اندر دو نقص ہیں

ایک روز سیدنا عمر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور لوگوں کو نصیحت کے ارادہ سے فرمایا: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں' جو شخص بھی مجھ میں کوئی عیب دیکھے تو وہ مجھے اس سے

آ گاہ کردے، تو وہ عیب نکالے۔ آوازیں بلند ہوئیں اور شور بڑھ گیا تو ایک آدمی یہ کہتے ہوئے اٹھا کہ تجھ میں دو عیب ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا چہرہ چمکا اور وہ یہ کہتے ہوئے مسکرائے: اللہ تجھ پر رحم کرے' وہ دو عیب کیا ہیں؟ وہ آدمی کہنے لگا: آپ رضی اللہ عنہ کے پاس دو قمیصیں ہیں ایک پہن لیتے ہیں اور دوسری اتار دیتے ہیں، دوسرا آپ رضی اللہ عنہ قسما قسم کے کھانے اکٹھے کرتے ہیں جبکہ لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے، چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں کبھی بھی یہ دو کام نہیں کروں گا چنانچہ آپ نے عمر بھر ان دونوں کاموں سے مجتنب رہے۔

(طبقات ابن سعد:۳/ ۲۹۳۔ ابن الجوزی فی المناقب :۱۷۳)

واقعہ 26:

میرے پاس اس کپڑے کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہیں تھا

مسجد پیچھے تک بھری ہوئی تھی۔ لوگ سوالیہ نظروں سے خاموشی کے ساتھ باہم تبادلہ کرنے لگے کہ امیر المؤمنین کو کیوں دیر ہوئی اور وہ اب کہاں ہیں؟ چند ساعتوں کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور منبر پر چڑھے' عذر بیان کرتے ہوئے لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے اور ان سے کہا: کہ میرے پاس کپڑوں کا ایک ہی جوڑا ہے میں اسے دھو کر پہنتا ہوں آج چونکہ اس کے سوکھنے میں وقت لگ گیا اس لیے مجھے دیر ہوئی۔ (احمد فی الزهد ص : ۱۲۴۔ ابن الجوزی فی المناقب ص:۱۳۸۔ ابن المبرد و محض الصواب: ۲/ ۵۲۲)

واقعہ 27:

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ کی سمجھ داری

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک چھوٹی دیوار کے نیچے آلتی پالتی مارے بیٹھے تھے اور ان کے گرد دائرے کی شکل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے، ان کے منہوں سے پر نصیحت اور انوکھے کلمات نکل رہے تھے' اسی دوران ایک بدبوان کے درمیان سے اٹھی تو

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ یہ بدبو والا شخص اٹھے اور وضو کرے، لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے' انہیں اس میں تنگی محسوس ہوئی، سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیرالمومنین! ہم سب وضو کرتے ہیں' اس سے مقصود یہ تھا کہ جس شخص کی ہوا خارج ہوئی ہے اس کی پہچان نہ ہو اور اسے شرمندگی نہ ہو، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ سن کر مسکرائے اور کہا: اے جریر! اللہ تجھ پر رحم کرے! تم جاہلیت میں بھی اچھے سردار تھے اور اسلام میں بھی بہترین سردار ہو۔ (کنزالعمال: ۳/ ۳۴۳-۳۴۴' رقم الحدیث: ۸۶۰۸)

واقعہ 28:

اگر تم ٹیڑھے ہوئے تو ہم تمہیں سیدھا کریں گے

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بنی حارثہ کے پانی پینے کی جگہ پر سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا، اور وہ ایسے شخص تھے کہ اللہ کے معاملے میں کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور حق کہتے تھے خواہ حق گوئی میں موت ہی کیوں نہ واقع ہو جائے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے محمد! تم مجھے کیسا دیکھتے ہو؟ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کو ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ ایک مسلمان خلیفہ کو ہونا چاہیے' میں آپ کو بیت المال جمع کرنے پر قوی دیکھتا ہوں اور اس کی تقسیم میں انصاف کرنے والا دیکھتا ہوں، اگر آپ ٹیڑھے ہوئے یعنی جادۂ مستقیم سے منحرف ہوئے، تو ہم کو پکڑ کر سیدھا کر دیں گے جس طرح کہ تیر سوراخ میں سیدھا ہوتا ہے، چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا: اس اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں جس نے مجھے ایسی قوم میں پیدا کیا جس قوم میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ جیسے لوگ ہیں۔ (منتخب کنزالعمال: ۴/ ۳۸۱)

واقعہ 29:

میرے اور اپنے درمیان کسی شخص کو ثالث بنا لو

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی مسئلے میں اختلاف ہو گیا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس مسئلے کے تصفیہ کے لیے اپنے اور میرے

درمیان کسی ثالث کو ٹھہرا لو' سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات کو قبول کر لیا۔ چنانچہ دونوں نے اپنے درمیان سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم بنالیا تو وہ دونوں ان کے پاس آئے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا: ہم آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ہیں تاکہ آپ رضی اللہ عنہ ہمارے درمیان فیصلہ کریں، حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ وقت کے حکمران ہیں، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے امیرالمومنین کے لیے اپنا بستر بچھایا اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا چہرہ غصہ کی وجہ سے متغیر ہوگیا انہوں نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ پہلا ظلم ہے جو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلے میں کیا ہے، میں اپنے مخالف کے ساتھ ہی بیٹھوں گا، سیدنا عمر اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ گئے' سیدنا ابی رضی اللہ عنہ نے دعویٰ کیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا، چنانچہ زید رضی اللہ عنہ نے عاجزانہ طور پر سیدنا ابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ امیرالمومنین کو قسم کھانے سے معاف رکھئے،

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا زید بن ثابت اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے پہل کی اور قسم کھائی' پھر دوسری مرتبہ قسم اٹھائی۔

سیدنا زید رضی اللہ عنہ کو فیصلہ کرنا دشوار ہوگیا یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ اور ایک عام مسلمان ان کے ہاں برابر ہوگیا۔ (یعنی خلیفہ المسلمین اور عام آدمی میں کوئی فرق نہ رہا)

(السنن الکبریٰ للبیھقی: ۱۰/ ۱۳۶۔ کنز العمال: ۵/ ۵۹۵' رقم : ۱۴۰۵۸)

واقعہ 30:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دریائی گزرگاہ میں گھس جاتے ہیں

امیرالمومنین شام کی جانب گئے تو ان کے استقبال کے لیے تیار وفد سے پہلے ان کے سامنے ایک دریائی گزرگاہ (دریا میں کم پانی کی جگہ جہاں سے پیادہ اور سوار گزرتے ہوں' پانی کا کچا تالاب) آیا تو آپ رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ سے نیچے اتر آئے اور اپنے جوتے اتارے' پھر اپنے اونٹ کی لگام تھامے ہوئے پانی میں گھس گئے،

اس منظر کو دیکھ کر سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ رضی اللہ عنہ نے ان زمین والوں (اہل شام) کے سامنے ایک بہت بڑا کام کیا ہے، یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہتے ہوئے ان کے سینے پر اپنا ہاتھ مارا: افسوس صد افسوس! اے ابوعبیدہ! یقیناً تم لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل، حقیر تھے تو اللہ نے اسلام کے ساتھ تمہیں عزت دی، اگر تم اسلام کے علاوہ کسی چیز میں عزت ڈھونڈو گے تو اللہ تمہیں خوار کر دے گا۔

(ابن الجوزی فی المناقب ص : ۱۴۶)

واقعہ 31:

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد والوں کو تھکا دیا ہے!

مدینہ کی گلیوں میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نکلے، آپ رضی اللہ عنہ تیز تیز چل رہے تھے، راستے میں انہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ ملے، آپ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیرالمومنین! کہاں جا رہے ہیں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رکے بغیر جواب دیا: زکوٰۃ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے اسے ڈھونڈنے جا رہا ہوں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کف افسوس ملتے ہوئے کہا: البتہ تحقیق آپ رضی اللہ عنہ نے تو اپنے بعد والوں کو مشقت میں ڈال دیا ہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر مبعوث فرمایا اگر ایک بکری کا بچہ بھی فرات کے کنارے بھوک کی وجہ سے مر جائے گا تو اس کی وجہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو قیامت کے روز پکڑ لیا جائے گا۔

(ابن الجوزی فی مناقب امیرالمومنین ص : ۱۴۰)

واقعہ 32:

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا کمال

تاریخ عالم میں بے شمار باکمال شخصیات گزری ہیں، چشم فلک نے ان گنت بے مثال افراد کو دیکھا ہے، انہی لازوال شخصیات میں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہیں۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ وظیفہ ان کا مقرر فرمایا تو

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اے اباجان! آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے لیے چار ہزار مقرر کیا اور میرے لیے تین ہزار مقرر کیا ہے حالانکہ ان کے باپ کی فضیلت آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ نہیں ہے اور ان کا اپنا مقام میرے مقام سے بڑھ کر نہیں ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کا باپ تیرے باپ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو محبوب تھا اور وہ خود بھی تجھ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو محبوب ہیں، چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ سن کر اپنے لیے مقرر شدہ وظیفے پر راضی ہو گئے۔ (الطبقات الکبریٰ: ۴/ ۷۱-۷۲)

واقعہ 33:

آپ رضی اللہ عنہ نے پاکدامنی اختیار کی چنانچہ تم بھی پاکدامن بنو

جب کسریٰ کی تلوار، پیٹی اور زیور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھا گیا تو انہوں نے فرمایا: بلاشبہ یہ قوم والے بہت امانت دار ہیں جنہوں نے یہ بھیجا ہے۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جو ان کے پڑوس میں ہی بیٹھے ہوئے تھے، فرمایا: یقیناً آپ رضی اللہ عنہ نے پاکدامنی اختیار کی تو رعایہ بھی پاکدامن ہوئی۔ (تاریخ طبری :۴/ ۱۰)

واقعہ 34:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سر کو بوسہ دیا

انیس ہجری کو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رومیوں سے لڑائی کے لیے ایک لشکر بھیجا جن میں عبداللہ بن حذافہ نام کا ایک آدمی بھی تھا جو اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے تھا، رومیوں نے انہیں قید کر لیا، وہ انہیں ہتھکڑی لگے ہوئے اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ انہوں نے اس سے کہا: یہ شخص سیدنا محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے ہے۔ بادشاہ اپنے تخت سے اترا اور سست رفتار سے سیدنا عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی جانب بڑھا جو کہ عزت اور ثابت قدمی کے ساتھ شاہی محل کے درمیان میں کھڑے تھے، بیڑیوں نے ان کی ہیبت اور قوت کو دوبالا کر دیا تھا، بادشاہ نے ان کی طرف دیکھ کر ان سے کہا: اگر تم نصرانی ہو جاؤ تو میں تمہیں اپنی بادشاہت اور اپنی

سلطنت میں ساجھی بنالوں گا، سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے استقلال کے ساتھ فرمایا: اگر تم مجھے اپنی تمام ملکیت اور سلطنت بھی دے دوں اس شرط پر کہ میں لمحہ بھر سیدنا محمد ﷺ کے دین سے پھر جاؤں تو میں ایسا نہیں کروں گا۔ بادشاہ نے سختی سے کہا: اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تجھے قتل کروں گا۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تو جو چاہے کر لے۔ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ بادشاہ نے ان کے بارے میں حکم دیا کہ ان کو سولی پر چڑھا دو، چنانچہ جب انہیں سولی پر چڑھایا گیا تو بادشاہ نے تیر اندازوں کو حکم دیا کہ اس کے ہاتھوں اور پاؤں کے قریب تیر مارو، تیر اندازوں نے ان کے ہاتھوں اور پاؤں کے قریب تیر مارے، بادشاہ ان کے قریب ہوا اور سیدنا عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اب تمہاری کیا رائے ہے، چنانچہ انہوں نے کہا میری وہی رائے ہے جو پہلے تھی۔

پھر بادشاہ نے ان سے متعلق حکم دیا کے ان کو نیچے اتارو چنانچہ انہیں اتارا گیا اور پھر ایک بہت بڑی ہنڈیا منگوائی اور اس میں تیل ڈالا یہاں تک کہ وہ دہکنے لگا' پھر اس نے دو مسلمان قیدیوں کو بلایا اور ان دونوں میں سے ایک کے لیے حکم دیا کہ اس کو ہنڈیا میں پھینک دو تو اس کو اس میں ڈال دیا گیا اور وہ تڑپتا رہا حتی کہ اس کا گوشت پگھل گیا اور اس کی ہڈیاں نمایاں ہوگئیں۔ اور بادشاہ ان پر عیسائیت پیش کر رہا تھا اور وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ انکار کرنے لگے' پھر ان کے بارے میں حکم دیا گا، کہ انہیں اس میں ڈال دیا جائے۔ جب لشکر والے ان کو لے جانے لگے تو وہ رو دیئے اور ان کے آنسو بہہ نکلے۔ چنانچہ بادشاہ نے گمان کیا کہ یہ ڈر گئے ہیں۔ چنانچہ بادشاہ نے مسکراتے ہوئے کہا: اس کو واپس لاؤ تو ان پر نصرانیت پھر پیش کی گئی لیکن انہوں نے قبولیت سے انکار کیا۔ بادشاہ نے متعجب اور حواس باختہ ہوکر کہا: تو اس وقت تمہیں کس چیز نے رلایا؟ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس بناء پر رویا کہ مجھ سے میرے جی نے کہا: اس گھڑی تمہیں اس بڑی ہنڈیا میں ڈالا جائے گا تو صرف ایک جان جائے گی لیکن میرا جی چاہا کہ میرے جسم میں موجود ہر بال کی تعداد برابر ایک ایک جان

ہوتی اور انہیں اللہ کی راہ میں قربان کرتا جاتا۔

بادشاہ نے حیرانگی سے اپنا سر ہلایا کہ یہ شخص تو موت کو حقیر گردانتا ہے' پھر وہ دبے پاؤں چلتا ہوا ان کے قریب آیا، اور ان سے کہا اگر تم میرے سر کو بوسہ دو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا؟ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خوشی سے کہا: کیا تم مجھے اور میرے ساتھیوں کو چھوڑ دو گے؟ بادشاہ نے کہا: ہاں تم سمیت تمام مسلمانوں کو چھوڑ دوں گا۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے جی میں فرمایا: اللہ کے دشمنوں میں سے ایک دشمن اور میں اس کے سر کو چوموں تو وہ مجھے اور تمام مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دے' مجھے کوئی پرواہ نہیں' پھر سیدنا عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اس کے سر کو بوسہ دیا۔ بادشاہ نے تمام قیدی رہا کر دیے تو وہ انہیں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لائے اور انہیں اس بادشاہ کا ماجرا بتلایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا چہرہ دمک اٹھا اور ان کا سینہ کھلا اور پکار اٹھے: ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ سیدنا عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ لے اور میں سب سے پہلے اس کی ابتداء کروں گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور سیدنا عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سر کو چومنے لگے۔

(کنز العمال: ۱۳/ ۴۹۰-۴۹۲' رقم الحدیث: ۳۷۲۸۱)

واقعہ 35:

گھڑ سوار اور غنیمتیں

جنگ ختم ہوگئی، تلواروں کی جھنکار مدہم ہوگئی' مقتولوں کے اعضاء بکھر گئے اور ایمانی پرچم بلند ہوا' پتلی کمر والی عورت مسلمانوں کی نصرت کا اعلان کرتی ہے تو بہادر فوجی مال غنیمت اکٹھا کرنے لگتے ہیں جو میدانِ جنگ میں بڑی تعداد میں جمع ہوا پڑا تھا۔ ان گھڑ سواروں میں ایک دلیر اور شجاع شخص تھا جس کے لیے گرد و غبار دشوار نہیں اور اسے دشمنوں کی طرف سے کافی زیادہ زخم پہنچے تھے۔ چنانچہ اس کو سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس کا حصہ دیا لیکن اسے پورا حصہ نہیں دیا تو اس نے اِسے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر میں لوں گا تو پورا لوں گا اس سے رائی برابر بھی نہیں چھوڑوں گا۔

چنانچہ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے بیس کوڑے مارے اور اس کا سر مونڈ دیا۔ اس آدمی نے زمین پر بکھرے ہوئے اپنے بال ایک تھیلی میں اکٹھے کیے اور اسے لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا جب امیرالمومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو اس آدمی نے اپنے بال اپنی جیب سے نکالے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سینے پر دے مارے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تجھے کیا ہے؟ اس شخص نے اپنا واقعہ بیان کیا' امیرالمومنین کے سینے میں غصہ کی آگ بھڑک اٹھی اور انہوں نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا: تجھ پر سلامتی ہو امابعد' بلاشبہ فلاں بن فلاں نے مجھے یہ یہ خبر دی ہے اور میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اگر تو نے جو کیا ہے وہ لوگوں کے ہجوم میں کیا ہے تو تم بھی اس کے لیے لوگوں کے ازدھام میں بیٹھو تاکہ وہ تم سے انتقام لے اور اگر تم نے یہ کام تنہائی میں کیا ہے تو تم اس کے لیے تنہائی میں بیٹھو تاکہ وہ تم سے بدلہ لے۔

(کنز العمال: ۱۵/ ۷۹' رقم الحدیث: ۴۰۱۸۰)

واقعہ 36:

فرار ہونے والا بادشاہ

غسان کے بادشاہ جبلہ بن ایہم نے اپنے اسلام کا اعلان کیا اور وفد کی صورت میں شاہی رونق کے ساتھ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، تو انہوں نے اس سے ملاقات کی اور مرحبا کہا' اسے عظیم منزلت عطا کی۔

ایک روز جبلہ بن ایہم بیت الحرام کا طواف کر رہے تھے کہ ''بنوفزارہ'' کے ایک اعرابی نے اس کے بھیانک ازار کو روند ڈالا۔ چنانچہ انہوں نے اس کے چہرہ پر مارا تو اس اعرابی نے امیرالمومنین کے پاس ان کی شکایت کی تو انہوں سے جبلہ کو طلب کیا اور احتیاط و انصاف کے ساتھ فرمایا: یا تو تم اس کو راضی کر دو یا وہ بھی تجھے اسی طرح مارے گا جس طرح تو نے اسے مارا تھا۔ جبلہ پر یہ بات بھاری ہو گئی اور وہ متکبرانہ طور پر پلٹا اور شیخی بگھارتے ہوئے کہا: کیا تم ایک بادشاہ اور عوام الناس میں فرق نہیں

کرتے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں۔ اسلام میں تم دونوں کا مرتبہ یکساں اور مساوی ہے۔ جبلہ نے کہا: ایسے تو میں عیسائی بن جاؤں گا۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو میں تیری گردن ماروں گا۔ جب جبلہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی مآل اندیشی اور مضبوطی دیکھی تو ان سے کل تک کی مہلت مانگی اور اپنی قوم کو لیا' رات کے اندھیروں میں قسطنطنیہ کی طرف بھاگ گیا اور ہرقل سے جا ملا۔ (لن تلقی مثل عمر:۳/۲۹۷)

واقعہ 37:

اپنے ساتھی کو لڑکے کی بشارت دیں!

امیر المومنین نے رات کی چادر اپنے جسم سے جدا کی اور رات کے بے حد سیاہ اندھیرے کو پھاڑتے ہوئے نکلے اسی دوران انہوں نے ایک بالوں کے خیمہ نما گھر سے عورت کے رونے کی آواز سنی' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نزدیک گئے تو انہوں نے ایک آدمی کو دروازے کے سامنے بیٹھے ہوئے دیکھا اور اسے سلام کیا' پھر فرمایا: کون آدمی ہو؟ اس نے کہا: دیہاتی آدمی ہوں اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا ہوں تاکہ ان کے فضل سے کچھ پالوں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ آواز کیسی ہے جو میں گھر سے سن رہا ہوں؟ آدمی نے کہا: میری ضرورت کے لیے چلئے اللہ آپ پر رحم فرمائے! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ میرے ذمہ ہے...... یہ آواز کیا ہے؟ اس نے کہا: عورت بچہ جننے والی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا اس کے پاس کوئی ہے؟ اس نے کہا: نہیں' چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تیزی سے چلے یہاں تک کہ اپنے گھر پہنچے تو انہوں نے اپنی بیوی سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے کہا: تمہارے لیے اجر ہے جو اللہ تمہاری جانب لائے ہیں؟ وہ کہنے لگیں: وہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ایک اجنبی عورت ہے جس کا بچہ ہونے والا ہے اور اس کے پاس کوئی نہیں ہے۔ وہ کہنے لگیں: ہاں' اگر آپ کا ارادہ ہو۔ انہوں نے فرمایا: تو پھر تم کپڑے کی کترن اور تیل جو عورت کو زچگی کے وقت ضرورت ہوتا ہے' لے لو اور میرے پاس ایک

ہنڈیا چربی اور آٹے کی لے آؤ' چنانچہ وہ لے آئیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سارا کچھ اٹھایا اور اپنی بیوی سے کہا: چلو' تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے چل پڑیں حتی کہ وہ دونوں بالوں سے تیار شدہ گھر پہنچے۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ سے کہا: اس عورت کے پاس جاؤ۔ اور خود اس آدمی کے پاس آکر بیٹھ گئے اور ہنڈیا کے نیچے آگ روشن کی اور پھونکنے لگے اور دھواں آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی میں گھس رہا تھا یہاں تک کہ انہوں نے ہنڈیا پکالی۔ عورت نے بچہ جنا اور بچے کی آواز نکلی تو ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے کہا: اے امیرالمومنین رضی اللہ عنہ! اپنے دوست کو بچے کی خوشخبری سنا دیجئے۔ جب اس دیہاتی نے امیرالمومنین رضی اللہ عنہ کا لفظ سنا تو وہ سخت خوفزدہ ہوا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے جلال کی وجہ سے پیچھے ہٹا۔ چنانچہ اسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو جیسا کہ تم پہلے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ہنڈیا اٹھائی اور دروازے پر رکھ دی' پھر کہا: اس عورت کو خوب سیر ہو کر کھلاؤ یقیناً تم رات کو جاگتے رہے ہو' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا: باہر آجاؤ! اور اس شخص سے کہا: جب کل ہو تو ہمارے پاس آنا ہم تمہارے لیے مال کا حکم دیں گے جس سے تمہاری حالت درست ہو جائے گی تو اس نے ایسا ہی کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کئی چیزیں عطا کیں۔ (ابن الجوزی فی المناقب ص : ۸۵)

واقعہ 38:

توبہ کرنے والا بزرگ

ایک شام سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے کوڑے کو اٹھائے ہوئے نکلے' ان کے پیچھے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے، تو اچانک ایک آگ کی روشنی دکھائی دی' تو آپ رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے حتی کہ گھر میں داخل ہو گئے اور وہاں ایک بوڑھا آدمی تھا جس کا سر بزرگی سے روشن تھا' وہ بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے شراب پڑی تھی اور ایک لونڈی گانا گا رہی تھی۔ اسے پتہ بھی نہ چلا حتی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اچانک اس کے پاس پہنچے اور فرمایا: میں نے رات کے نظارے سے زیادہ برا نہیں دیکھا کہ بوڑھا اپنی موت کا انتظار کر رہا

تھا۔ اس شخص نے یہ کہتے ہوئے اپنا سر اٹھایا: اے امیرالمومنین! بلاشبہ جو آپ نے کیا ہے وہ زیادہ تکلیف ہے' آپ رضی اللہ عنہ نے ٹوہ لگائی حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ نے جاسوسی ممنوع کیا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ بغیر اجازت کے اندر داخل ہوئے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو نے سچ کہا' پھر وہاں سے آنسو بہاتے ہوئے روانہ ہوئے اور غمگین لہجے میں فرمایا: عمر کی ماں عمر کو گم پائے! اگر اسے اس کے رب نے نہ بخشا' وہ بوڑھا اپنے گھر والوں سے چھپتا پھرتا ہے اور کہتا ہے: اب تو مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا ہے اور وہ اس سلسلہ میں پیچھا کریں گے۔ اور اس بوڑھے نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس کو کچھ مدت چھوڑے رکھا۔

ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ایک گروہ میں بیٹھے ہوئے تھے' تو ایک آدمی آیا جو اپنے آپ کو چھپا رہا تھا حتی کہ وہ مجلس کے آخر پر بیٹھ گیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ لیا اور فرمایا: اس بوڑھے کو مجھ پر پیش کرو۔

چنانچہ اسے لایا گیا اور اسے کہا: امیرالمومنین کو جواب دو! وہ شخص اٹھا اور اس کے دماغ پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ڈر سوار تھا کہ وہ اسے ضرور سزا دیں گے' بسبب اس کے جو انہوں نے اس سے دیکھا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے قریب ہو جاؤ' آپ رضی اللہ عنہ اسے نزدیک کرتے رہے حتی کہ اس کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ اور سرگوشی کرتے ہوئے اس کے کان میں کہا: خبردار اس ذات کی قسم جس نے سیدنا محمد ﷺ کو حق کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا ہے! میں نے تجھے جس حالت میں دیکھا تھا میں نے لوگوں میں سے کسی کو بھی نہیں بتایا' سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی نہیں بتایا جو کہ میرے ساتھ تھے۔ اس شخص نے اپنا منہ کھولتے ہوئے کہا: اے امیرالمومنین رضی اللہ عنہ! اپنا کان میرے نزدیک کیجئے! چنانچہ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے کان میں بات کہی: اس ذات کی قسم جس نے سیدنا محمد ﷺ کو حق کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا ہے! میں بھی کبھی اس کام کی طرف دوبارہ نہیں پلٹا حتی کہ میں اپنی اس نشست پر بیٹھا ہوں۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی آواز کو بلند کیا اور اللہ اکبر کہا اور لوگوں کو پتہ نہیں چلا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کس بناء پر

اللہ اکبر کہا تھا۔ (کنزالعمال : ۳/ ۶۱۲-۶۹۳' رقم الحدیث: ۸۳۸۵)

واقعہ 39:

ہمارے ساتھ فلاں کی طرف چلو

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو گم پایا جو کہ آپ کی مجلس میں کافی مدت سے آتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ ڈر گئے کہ کہیں اسے کوئی ناپسندیدہ امر نہ لاحق ہوا ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آئیں ہم فلاں شخص کے گھر چلتے ہیں تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ ہماری مجلس میں کیوں نہیں آ رہا چنانچہ وہ دونوں اس آدمی کے گھر آئے اور ان دونوں نے اس کا دروازہ کھلا ہوا پایا اور وہ بیٹھا ہوا تھا' اس کی بیوی اس کے لیے برتن میں شراب ڈال رہی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عوف رضی اللہ عنہ کے کان میں سرگوشی کی: یہی وہ ہے جس نے اسے ہم سے مشغول کر دیا۔ سیدنا ابن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کو کیا معلوم معلوم کہ برتن میں کیا ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو آنے والے وسوسات کو بھگاتے ہوئے کہا: کیا تمہیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ تجسس (ٹوہ لگانا) ہے؟ سیدنا ابن عوف رضی اللہ عنہ نے تاکیداً کہا: بلکہ یہی تو تجسس ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو یہ کرے اس کی توبہ کیا ہے؟ سیدنا ابن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کے معاملہ سے جو آپ مطلع ہوئے ہیں اس سے بے خبر ہو جائیں اور آپ کے جی میں صرف بھلائی ہونی چاہیے' پھر وہ دونوں واپس اس جگہ پلٹ گئے جہاں سے آئے تھے۔

(کنزالعمال:۳/ ۸۰۷- ۸۰۸' رقم الحدیث : ۸۸۲۵)

واقعہ 40:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مکان پر چڑھتے ہیں

رات کی آخری گھڑی میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کی گھاٹیوں میں تیزی سے جا رہے تھے اور اپنے مضبوط قدموں کے ساتھ اندھیرے کو چیر رہے تھے، کہ ایک گھر سے کسی آدمی کی آواز سنی جو اخلاق باختہ الفاظ کے ساتھ گانا گا رہا تھا، چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

مکان پر چڑھ گئے اور فرمایا: اے اللہ کے دشمن! کیا تو نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ تو گناہ میں مبتلا ہو کر اللہ سے چھپ جائے گا؟ اس شخص نے کہا: اے امیرالمومنین! آپ میرے متعلق عجلت سے کام نہ لیں اگر میں نے اللہ کی ایک نافرمانی کی ہے تو آپؓ نے تین اللہ کی نافرمانیاں کی ہیں، ایک آپ نے جاسوسی کی حالانکہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لَا تَجَسَّسُوْا ﴾ [سورة الحجرات:۱۲]

''اور تم ٹوہ نہ لگایا کرو''۔

دوسری نافرمانی یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دیوار پھاندی جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں فرمایا ہے:

﴿ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ﴾ [سورة البقرة : ۱۸۹]

''اور گھروں میں دروازوں سے آیا کرو''۔

تیسری نافرمانی آپ نے یہ کی کہ آپ رضی اللہ عنہ بغیر اجازت کے گھر میں داخل ہوئے حالانکہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿ لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْذِنُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ﴾[سورة النور : ۲۷]

''تم اپنے گھروں کے سوا پرائے گھروں میں مت گھسو جب تک ان گھر والوں سے اجازت نہ لو اور سلام علیک نہ کر لو''۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم مجھے معاف کر کے خیر پا لوگے؟ اس شخص نے کہا: جی ہاں اس نے آپ رضی اللہ عنہ سے درگزر کیا، آپ رضی اللہ عنہ نکلے اور اسے چھوڑ دیا۔

(کنز العمال : ۳/ ۸۰۸، رقم الحدیث:۸۸۲۷)

واقعہ 41:

ایسا آدمی جسے عورتیں بلاتی ہیں

...ف رات کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کی آواز سنی جو اپنی خلوت گاہ سے پکار رہی

تھی:

هل من سبيل إلى خمر فأشربها ام هل سبيل الى نصر بن حجاج
إلى فتى ماجد الأعراق مقتبل سهل المحيّا كريم غير ملجاج

''کیا شراب کی جانب کوئی راہ ہے؟ کہ میں اسے پیوں یا نصر بن حجاج کے پاس جانے کی کوئی سبیل ہے؟ ایسے نوجوان کے پاس جو بھرپور جوان' عقلمند اور دبلے چہرہ والا ہے اور جو بہت ضدی نہیں ہے''۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس حال میں فرمایا کہ آپ کے چہرے پر غصے کی علامات ظاہر تھیں: میرے ساتھ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کو یہ عورتیں اپنی خلوت گاہوں میں پکارتی ہوں۔ اور نصر بن حجاج کو پیش کرنے کا کہا۔ جس وقت نصر بن حجاج آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے بال کاٹ دیئے تو اس کے دونوں گال ایسے نکلے گویا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہیں' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کے سر پر عمامہ باندھ دو تو ایسا کیا گیا' پھر اس کے لیے فرمایا: تم اس شہر میں نہ رہو جس میں میں ہوں۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بصرہ کی طرف بھیج دیا وہ عورت اپنے متعلق ڈر گئی جس کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تھا' چنانچہ اس نے آپ کی جانب یہ اشعار لکھے' جن میں وہ کہتی تھی:

قل للامام الذى تخشى بوادره مالى وللخمرأو نصر بن حجاج
انى عينت أباحفص بغيرهما شرب الحليب وطرف فاترساج

''امام سے کہہ دیجئے جس کی غصہ میں نکلی ہوئی ناسمجھی کی باتوں سے ڈرا جاتا ہے کہ میرا شراب اور نصر بن حجاج سے کیا واسطہ' میری مراد تو ان دونوں کے علاوہ ابوحفص تھے اور دودھ کا پینا تھا اور خمار آلود نگاہ''۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف پیغام بھیجا: مجھے تمہاری طرف سے بھلائی پہنچی ہے اور میں نے اس کو تمہاری وجہ سے نہیں نکالا' لیکن مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ عورتوں کے پاس آتا رہتا ہے اس لیے میں نے اس کو یہاں سے نکالا ہے۔ (طبقات ابن سعد: ۱/۲۰۵)

واقعہ 42:

اپنے پروردگار کو کیا کہو گے؟

ایک شخص نے اپنا حلق پھاڑا اور چلاتے ہوئے کہا: اے امیرالمومنین! میرے ساتھ چلیے! فلاں کے مقابلے میں میری معاونت کریں اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا کوڑہ اوپر اٹھایا اور اس شخص کے سر پر دے مارا اور فرمایا: تم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ایسے پکارتے ہو کہ وہ تمہارے لیے نمائش گاہ ہے حتیٰ کہ جب وہ مسلمانوں کے معاملات میں سے کسی معاملے میں مصروف ہوتے ہیں تو تم اس کے پاس آتے ہو اور کہتے ہو: میری مدد کرو' میری معاونت کرو۔ وہ شخص غصہ سے بھرا ہوا واپس چلا گیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ پر وہ شخص پیش کرو اور آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنا کوڑا دیا اور اسے کہا: مجھ سے انتقام لے لو۔ اس شخص نے کہا: نہیں' لیکن میں یہ معاملہ اللہ اور آپ پر چھوڑتا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسے نہیں' یا تو تم اللہ کے سپرد یہ معاملہ کردو، یا میرے تاکہ میں اس بارے میں معلومات اکٹھی کروں اس شخص نے کہا: میں اسے اللہ کے لیے چھوڑتا ہوں۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پلٹ جاؤ' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ گئے چل رہے تھے یہاں تک کہ اپنے گھر داخل ہوئے اور ہم لوگ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' آپ رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے دو رکعتیں پڑھیں' پھر بیٹھے اور فرمایا: اے ابن خطاب! تو پست تھا اللہ نے تجھے بلند کر دیا' تو گمراہ تھا اللہ نے تجھے ہدایت دی، اور اللہ نے تجھے عزت دی' پھر اللہ نے تجھے مسلمانوں کی گردنوں پر سوار کیا۔ چنانچہ ایک آدمی آیا' اس نے تجھ سے مدد مانگی تو تم نے اسے مارا۔ تم اپنے رب کو کل کیا جواب دو گے جب تم اس کے پاس جاؤ گے۔ سیدنا احنف رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے جان لیا کہ آپ رضی اللہ عنہ زمین والوں میں سب سے بہترین ہیں۔

(ابن الجوزی فی المناقب : ۱۱۱-۱۱۲۔ کنز العمال : ۱۲/ ۶۷۱-۶۷۲)

واقعہ 43:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خط مصر کے دریا ''نیل'' کے نام

قبطی مہینوں میں سے ''بؤونۃ'' مہینے میں مصر والے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور انہوں نے کہا: اے امیر! بلاشبہ ہمارے ہاں ایک طریقہ ہے جو ہم کرتے ہیں تو دریائے نیل چلتا ہے اس کے بغیر وہ نہیں چلتا۔ آپ نے ان سے کہا: وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: جب مہینے کی بارہ تاریخ ہوتی ہے تو ہم ماں باپ کی کنواری لڑکی کا قصد کرتے ہیں اور اس کے والدین کو خوش کر دیتے ہیں' اس لڑکی کو اعلیٰ زیورات جاذبِ نظر افضل کپڑے پہناتے ہیں' پھر ہم اس لڑکی کو دریائے نیل میں پھینک دیتے ہیں۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر غم آمیز غصہ کی علامات ظاہر ہو گئیں اور کہنے لگے: یقیناً یہ جاہلانہ طریقہ اسلام میں نہیں ہے اور اسلام ایسے تمام طریقوں کی بیخ کنی کرتا ہے۔ مصر والے ''بؤونۃ'' أبیب اور مسری مہینے تک ٹھہرے رہے اور نیل میں تھوڑا پانی بھی نہیں چلا۔ یہاں تک کہ انہوں نے کوچ کا ارادہ کر لیا۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس کے بارے میں لکھا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی جانب ایک خط لکھا اور اس میں لکھا تم نے درست کہا کہ بے شک اسلام اپنے ماقبل تمام طریقوں کا قلع قمع کرتا ہے، میں تمہاری جانب ایک رقعہ بھیج رہا ہوں' اسے نیل میں ڈال دینا۔ جب رقعہ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' انہوں نے رقعہ کھولا تو اس میں تھا: اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے اہل مصر کے دریائے نیل کے نام۔ امابعد! اگر تم اپنی مرضی سے چلتے ہو تو نہ چلو' اور اگر اللہ اکیلا زبردست تجھے چلاتا ہے تو ہم اللہ واحد قہار سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تجھے چلائے۔ چنانچہ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے وہ رقعہ نیل میں صلیب کے دن سے ایک دن قبل ڈالا۔ اور مصر والے کوچ کی تیاری کر چکے تھے تو انہوں نے صلیب کے دن صبح کی اور اللہ نے اسے سولہ ہاتھ اونچائی تک چلا دیا تھا' اور اس سال سے اہل مصر سے یہ برا طریقہ ختم ہوا۔

(مختصر تاریخ دمشق :۱۸/ ۳۴۸-۳۴۹۔ تفسیر ابن کثیر :۳/ ۴۶۴)

واقعہ 44:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مصر کے امیر سے مدد طلب کرتے ہیں

آسمان سے بادل کم ہو گئے' زمین نے اپنے پانی کو نگل لیا' قحط سالی نے جزیرۃ العرب کا محاصرہ کر لیا اور فقر نے مدینہ میں اپنی طنابیں گاڑ لیں اور دودھ پیتے بچوں کے دلوں کو' بوڑھوں کی جماعت کے جگروں کو بھوک نے پھاڑ ڈالا۔ چنانچہ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مصر کے عامل سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا: اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے عمرو بن العاص کی طرف سلام' امابعد! اے عمرو! اللہ کی قسم' تم خود اور جو تمہارے ساتھ ہیں وہ سیر ہیں' بلاشبہ میں اور جو میرے ساتھ ہیں وہ ہلاک ہو رہے ہیں اور تمہیں کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ہماری امداد کرو۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ امیر المومنین کے خط کی وجہ سے مضطرب ہو گئے اور آپ نے کھانا پینا ترک کر دیا، یہاں تک کہ جزیرۃ العرب کے مسلمانوں کے لیے اشیائے خورد و نوش تیار کر دیں' پھر امیر المومنین کی جانب لکھا: سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی طرف سے اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کے نام: امابعد! میں حاضر ہوں' میں نے آپ کی جانب اونٹ بھیجے ہیں کہ جس کا پہلا آپ رضی اللہ عنہ کے پاس اور آخری میرے پاس ہے (یعنی لمبی قطار) اور آپ رضی اللہ عنہ پر' اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ (حیاۃ الصحابہ:۸۲۲/۲)

واقعہ 45:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا لشکر ابھی خندق کو بھی نہیں عبور کر پایا...... کہ مدینہ کے آسمان میں موت کی خبر دینے والے کی آواز بلند ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔ لشکر روانگی سے رک گیا...... سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس یہ کہتے ہوئے آئے: آپ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کے خلیفہ کے پاس لوٹ جائیں اور ان سے اجازت طلب کریں' وہ مجھے اجازت دیں کہ لوگ واپس پلٹ آئیں اور میں رسول

اللہ ﷺ کے خلیفہ کے بارے میں مطمئن نہیں ہوں اور نہ ہی مسلمانوں کے سامان سے متعلق کہ انہیں مشرکین اچک نہ لے جائیں۔ انصار نے کہا: اگر انہوں نے انکار کیا تو بھی ہم چلیں گے' انہیں ہماری جانب سے یہ بات پہنچا دیں اوران سے مطالبہ کریں کہ ہمارے معاملے کا ایسے آدمی کو والی بنائیں جو سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سے عمر کے لحاظ سے بڑا ہو۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ لے کر نکلے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں وہ بتایا جو سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگرچہ مجھے کتے اور بھیڑیے اچک لیں میں اس فیصلے سے نہیں پھروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً انصار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ تک یہ بات پہنچاؤں' وہ آپ رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ ان کے معاملے کا امیر ایسے شخص کو بنائیں جو سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ عمر والا ہو۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مشتعل شیر کی مانند اٹھ کھڑے ہوئے، اور انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑی اور کہا: تیری ماں تجھے گم پائے اور تجھ سے محروم ہو جائے' اے ابن خطاب! تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اس سے ولایت چھین لوں جس کو خود رسول اللہ ﷺ نے والی بنایا ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ واپس پھرے اور اپنے پیچھے شرمندگی کی چادر کھینچ رہے تھے' جب انصار کی طرف آئے تو انصار نے ان سے کہا: آپ رضی اللہ عنہ نے کیا کیا؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنی راہ لو' تمہیں تمہاری مائیں گم پائیں۔ آج میں تمہاری وجہ سے خلیفہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے شرمندہ ہوا ہوں۔ (مختصر تاریخ دمشق:۱/ ۱۷۱)

واقعہ 46:

سیدنا سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کسریٰ کا تاج پہنتے ہیں

سیدنا سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ پہنی' اپنی تلوار نیام میں ڈالی اور اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہوئے تاکہ نبی کریم ﷺ کو تلاش کریں، جب آپ ان کے قریب پہنچے تو اس وقت انہوں نے نبی کریم ﷺ کے معجزات کو اپنے آنکھوں سے دیکھ

لیا۔ کہنے لگے: اللہ کی قسم! اے محمد! بلاشبہ مجھے یقین ہے کہ تیرا دین عنقریب غالب آئے گا اور تیری شان اونچی ہو گی' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے وعدہ کریں کہ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی بادشاہت میں آؤں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری عزت کریں گے اور مجھے یہ لکھ دیجئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے ایک ہڈی کی لوح پر اس کے لیے لکھ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کہا: اے سراقہ! تو کیسا ہو گا جب تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا؟ پھر سراقہ مسلمان ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آئے اور زمانہ گردش ایام کا شکار ہوا۔ مسلمانوں نے قادسیہ میں فتح حاصل کی اور غنیمتیں مدینہ بھیج دیں اس میں کسریٰ کا تاج بھی تھا اور اس کے سونے کی تاروں سے بنے ہوئے کپڑے بھی تھے اور اس کا جواہرات موتیوں سے مرصع ہار بھی تھا اور اس کے دو کنگن ایسے تھے کہ ان دونوں کی مثل کسی نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا: سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ چنانچہ وہ آئے اور انہوں نے انہیں کسریٰ کی قمیص اور اس کے کنگن پہنائے اور اس کی تلوار ان کے گلے میں لٹکائی اور اس کا تاج ان کے سر پر رکھا اور وہ ان کے ساتھ اترا کر چلنے لگے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور زبانِ حال سے کہہ رہے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کہا تھا۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہتے ہوئے آسمان کی طرف سر اٹھایا: اے اللہ! تو نے یہ مال اپنے رسول سے روکے رکھا حالانکہ وہ تجھے مجھ سے زیادہ محبوب و مکرم تھے اور تو نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی اس کو روکے رکھا جبکہ وہ بھی تیرے نزدیک مجھ سے زیادہ محبوب اور باعثِ عزت تھے۔ اور تو نے یہ مجھے عطا کیا ہے' میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ تو مجھے یہ مال عطا کرے تاکہ تو مجھے اس کے ذریعہ آزمائے۔

(السنن الکبریٰ للبیھقی:۶/ ۳۵۸۔ منتخب الکنز:۴/ ۴۱۲)

واقعہ 47:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ صاحب الہام ہیں

جمعہ کے روز سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اونچی آواز کے ساتھ لوگوں کو وعظ کر

رہے تھے اور انہیں نصیحت کر رہے تھے' اسی دوران اچانک آپ رضی اللہ عنہ نے پکارا: اے ساریہ بن زنیم! پہاڑ کو لازم پکڑو' اے ساریہ بن زنیم! پہاڑ پر ڈٹے رہو' جس نے بکریوں پر بھیڑیئے کو نگران بنایا اس نے ظلم کیا۔ یہ تین دفعہ فرمایا۔

لوگوں نے تعجب سے اپنے سر اٹھائے اور زبانِ حال سے کہنے لگے: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو کیا ہو گیا ہے؟ پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نیچے اترے تو لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپؓ سے سوال کرنے لگے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے دل میں آیا کہ مشرکین ہمارے بھائیوں کو شکست دے رہے ہیں اور وہ ایک پہاڑ سے گزر رہے ہیں اور اگر وہ اس پہاڑ پر ڈٹ جائیں اور ایک ہی طرف سے ان کے ساتھ قتال کریں' اور اگر وہ اس پہاڑ سے آگے بڑھے تو ہلاک ہوں گے۔ چنانچہ میرے منہ سے نکلا جو تم نے سنا۔

ایک ماہ بعد خوشخبری دینے والا آیا اور اس نے بتایا کہ مشرکین ہار گئے ہیں۔ اس جنگ کے دوران جب ہم نے ایک آواز سنی کہ پکارنے والا پکار رہا تھا: اے ساریہ! پہاڑ پر جمے رہو...... تین مرتبہ فرمایا۔ چنانچہ ہم نے اپنی پیٹھوں کو پہاڑ کی طرف لگا لیا تو اللہ نے انہیں شکست دی۔

(الاصابہ: ۲/ ۳۔ البدایہ والنہایۃ :۷/ ۱۳۱۔ منتخب کنز العمال:۴/ ۳۸۶)

واقعہ 48:

ایک شخص کے علاوہ تم سب جنت میں ہو گے

ایک روز سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آسمان سے کوئی ندا دینے والا ندا دے: اے لوگو! تم سب کے سب جنت میں داخل ہونے والے ہو سوائے ایک شخص کے تو مجھے ڈر ہے کہ میں ہی وہ نہ ہوں اور اگر منادی یہ ندا لگائے: اے لوگو! تم سب آگ میں داخل ہونے والے ہو ماسوائے ایک شخص کے تو میں امید کرتا ہوں کہ میں ہی وہ ہوں گا۔ (الحلیۃ :۱/۵۳)

واقعہ 49:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت

آسمان سے بادل برسنے رک گئے' سخت قحط ہو گیا' کھیتی ختم ہو گئی اور جانوروں کے تھن خشک ہو گئے...... سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ نکلے اور انہیں دو رکعت نماز پڑھائی' اپنی چادر کے کنارے مخالف سمت میں بدلے' دائیں کنارے کو بائیں پر اور بائیں کو دائیں پر کر دیا' پھر اپنے ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں اٹھائے، اور نہایت تضرع وگریہ زاری سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے: اے اللہ! ہم تجھ سے بخشش چاہتے ہیں اور ہم تجھ سے بارش مانگتے ہیں ابھی آپ رضی اللہ عنہ اپنے مقام پر ہی تھے کہ موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ کچھ دیر بعد اعرابی لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے امیر المومنین! ہم فلاں دن اور فلاں وقت اپنی وادی میں تھے کہ اچانک بادلوں نے ہم پر سایہ کیا تو ہم نے اس میں ایک آواز سنی: اے ابوحفص! تیری پاس مدد آ گئی، اے ابوحفص! تیرے پاس امداد آ گئی۔ (کنز العمال: ۸/ ۴۳۱' رقم الحدیث: ۲۳۵۳۵)

واقعہ 50:

کیا تم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی غلطیاں تلاش کرتے ہو؟

شدید اندھیرے میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ چپکے سے مدینہ کے اطراف کی جانب نکلے اس سے پہلے کہ آپ رضی اللہ عنہ رات کے اندھیرے میں بھٹک جائیں آپ کو سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا، وہ آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے چل پڑے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک چھوٹے سے گھر میں داخل ہوئے اور اس میں لمبا وقت ٹھہرے رہے، یہ دیکھ کر سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ واپس لوٹ آئے اور صبح کے وقت اسی گھر کی طرف گئے جہاں رات کی تاریکی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تھے، تو وہاں ایک اندھی بڑھیا بیٹھی ہوئی تھی۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے پوچھا: اس شخص کا کیا معاملہ ہے جو تمہارے پاس آتا ہے؟ (یعنی عمر رضی اللہ عنہ) تو وہ عورت کہنے لگی: وہ تو فلاں وقت سے میری نگہداشت کر رہا ہے' میرے پاس آتا ہے

اور میری اصلاح کرتا ہے اور مجھ سے گندگی کو دور کرتا ہے۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے افسوس سے یہ کہتے ہوئے اپنے سر کو ہلایا: اے طلحہ! تیری ماں تجھے گم پائے' کیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی لغزشات ڈھونڈتا پھرتا ہے؟۔(حلیة الاولیاء :۱/ ۴۸)

واقعہ 51:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دعا کی برکت

ایک شامی شخص کی جنگ میں شیر کے دھاڑنے جیسی آواز تھی اور اس کی چیخ لشکر میں ایک ہزار گھڑ سواروں سے بہتر تھی، جب وہ پکارتا تھا تو سارا ہجوم اس کے پیچھے چلنے لگتا۔ وہ امیرالمومنین کو مدینہ میں ملنے آیا تو اس نے آپ کو گم پایا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فلاں بن فلاں نے کیا کام کیا؟ انہوں نے کہا: اے امیرالمومنین! وہ شراب پیتا ہے؟ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کاتب کو بلایا اور فرمایا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے فلاں بن فلاں کو لکھو! سلام علیک' میں تیری طرف سے اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے اور وہ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا' سخت سزا دینے والا اور بڑا فضل کرنے والا ہے اور نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق مگر وہی ہے اور اسی کی طرف پلٹنا ہے۔ (سورۃ المومن:۳) پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم سب اپنے بھائی کے لیے اللہ سے دعا کرو کہ وہ اللہ کی طرف اپنے دل کے ساتھ متوجہ ہو اور اللہ اس کی توبہ قبول کر لیں۔ جب اس شخص کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا تو وہ اسے پڑھنے لگا اور یہ بار بار دہرانے لگا: وہ گناہ معاف کرنے والا' توبہ قبول کرنے والا اور سخت سزا دینے والا ہے۔ پھر لمبا عرصہ تک یہ سوچ کر روتا رہا' یہاں تک کہ اس کے آنسوؤں سے اس کی داڑھی تر ہو گئی۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی دعا کی برکت کے سبب اس کے بعد اُسے کبھی شراب پیتے نہیں دیکھا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر:۴/۷۰)

واقعہ 52:

اپنے گھر والوں کو پکڑو! وہ تو جل گئے ہیں

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ راستے کے کنارے پر ایک ایسے شخص کے ساتھ ٹھہرے جس کا

سر پراگندہ' رخساروں کی ہڈیاں نکلی ہوئیں اور اس کا سبب سفر کی تھکاوٹ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ وہ کہنے لگا: جمرہ (انگارہ) آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: بیٹا کس کا ہے؟ وہ کہنے لگا: شہاب (شعلے) کا بیٹا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: کس قبیلے سے ہو؟ وہ کہنے لگا: حرقہ (سوزش) قبیلہ سے جو کہ عمان کے کنارے ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم کہاں رہتے ہو؟ وہ کہنے لگا: حرۃ النار (آگ کی گرمی) مقام پر جو مدینہ کے قریب ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہاں کس جگہ رہتے ہو؟ وہ کہنے لگا: ذات لظی (بھڑکنے والی آگ) میں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اپنے اہل خانہ کی خبر لو وہ سارے جل گئے ہیں۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ (مناقب امیر المؤمنین ص: ۴۷)

واقعہ 53:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور عیسائی تارک الدنیا

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کسی راہب کے گرجا گھر پر سے گزرے تو ٹھہر گئے اور راہب کو پکارا۔ اسے بتلایا گیا کہ یہ امیر المومنین ہیں۔ چنانچہ وہ راہب تیز تیز چلتا ہوا آیا حالانکہ وہ دنیا ترک کرنے اور جدوجہد وریاضت کی وجہ سے لاغر اور کمزور تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کی حالت دیکھ کر رو دیئے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ وہ تو عیسائی ہے آپؓ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے لیکن مجھے فرمان الٰہی یاد آ گیا:

﴿ عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴾ [سورة الغاشية : ۳-۴]

''محنت مشقت کر رہے ہوں گے تھک کر چور ہو گئے ہوں گے' بے حد گرم آگ میں جا داخل ہوں گے''۔

چنانچہ مجھے اس کے مصیبت جھیلنے اور کوشش کرنے پر رحم آ گیا حالانکہ یہ آگ میں ہوگا۔ (منتخب کنز العمال: ۲/ ۵۵' رقم الحدیث: ۴۷۰۳)

واقعہ 54:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مہینہ بھر بیمار رہتے ہیں

ایک شب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے گدھے پر سوار نکلے اور مدینہ کی گلیوں میں

اندھیرے میں داخل ہو رہے تھے' لوگوں کے احوال دیکھتے تھے۔ انصار کے ایک شخص کے گھر پر سے گزر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اچانک اسے پایا کہ وہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہے آپ رضی اللہ عنہ اس کی قرأت سننے کے لیے رک گئے' اس نے پڑھا:

﴿وَالطُّورِ ○ وَكِتٰبٍ مَّسْطُورٍ ○ فِي رَقٍّ مَّنْشُورٍ ○ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ○ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ○ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ○ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ○ مَا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ○﴾ [سورة الطور : ۱-۸]

''طور پہاڑ کی قسم ہے اور اس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ پر لکھی ہوئی ہے اور آباد گھر کی اور اونچی چھت یعنی آسمان کی اور ابلتے دریا کی' بے شک تیرے مالک کا عذاب ضرور واقع ہوگا کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا''۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کعبہ کے پروردگار کی قسم! یہ حق ہے' پھر اپنے گدھے سے اترے اور گھر کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی۔ چنانچہ کچھ دیر تک وہاں ٹھہرے رہے' پھر اپنے گھر کی طرف واپس پلٹے اور مہینہ بھر بیمار رہے' لوگ آپ کی تیمارداری کرتے تھے اور وہ نہیں جانتے تھے کہ آپ کو کیا بیماری ہے؟۔

(ابن الجوزی فی الناقب ص :۸۸)

واقعہ 55:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ایرانی بادشاہ ہرمزان

ایرانی بادشاہ ہرمزان سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جکڑ بند اور بیڑیوں میں بندھا ہوا انکساری اور ذلت کے ساتھ کھڑا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: بات کرو' ہرمزان نے کہا: کیا میں ایک زندہ شخص کا کلام کروں یا مردہ کا کلام؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زندہ شخص کا کلام۔ ہرمزان نے کہا: ہم عزت کی بلندیوں پر تھے جبکہ ذلت و رسوائی کی عمیق گہرائیوں میں تھے۔

ہم عرب تم لوگوں کو کتوں کے مقام پر رکھتے تھے تو اللہ نے تمہیں دین کے

سبب عزت دی اور تم میں اپنا رسول بھیجا ہم نے تمہاری اطاعت نہیں کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم یہ کہتے ہو حالانکہ تم ہمارے ہاتھوں ایک قیدی ہو؟ ہرمزان نے کہا: کیا جو تمہارے نبی نے تمہیں علم دیا ہے اس میں یہ نہیں کہ تم قیدی کو امن دو اور پھر اسے قتل کر دو۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تمہیں کب امن دیا ہے؟ ہرمزان نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا کہ زندہ شخص کا کلام کرو اور جس کو اپنی جان کا خوف ہو وہ زندہ نہیں ہوتا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے غمگین ہوتے ہوئے کہا: اللہ اس کو مارے' اس نے امان لے لی اور مجھے اس کی سمجھ نہیں آئی۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹/۹۶۔ البدایۃ والنہایۃ: ۷/۸۷)

واقعہ 56:

خیانت کرنے والا یہودی

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شام آئے تو اہل کتاب کا ایک شخص آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کھڑا ہوا اور اس نے آپ سے عرض کیا: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! مجھے ایک مومن شخص نے بڑی شدت کے ساتھ زدوکوب کیا اور آپ میری یہ حالت دیکھ رہے ہیں وہ شخص زخموں سے نڈھال تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سخت غصہ آیا' پھر سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: چلو اور دیکھو کہ اسے کس نے مارا ہے؟ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ گئے دیکھا تو وہ سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ تھے۔

جس وقت سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: تو نے اسے کیوں مارا ہے؟ کیا ہوا تھا؟ سیدنا عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! میں نے اس کو دیکھا کہ یہ ایک مسلمان عورت کو گدھے پر بٹھائے ہانک رہا ہے اور اس نے اسے تیز دوڑانے کے لیے آنکڑا مارا تاکہ وہ عورت گر جائے' وہ نہیں گری تو اس نے اس کو دھکا دیا تو وہ زمین پر گر گئی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میرے پاس اس عورت کو لاؤ تاکہ وہ تمہاری

اس بات کی تصدیق کرے جو تم نے کہی ہے چنانچہ اس عورت کا باپ اور اس کا خاوند سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور دونوں نے سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس یہودی کے متعلق حکم دیا کہ اس کو سولی پر لٹکا دو، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے اس پر تو تمہارے ساتھ مصالحت نہیں کی تھی' پھر فرمایا: اے لوگو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ سے متعلق اللہ سے ڈرو' تم میں سے جو بھی ایسا کرے گا تو اس کے لیے کوئی ذمہ نہیں ہے۔

(کنزالعمال :۴/ ۴۹۰' رقم الحدیث: ۱۱۴۵۹۔ المعجم الکبیر للطبرانی:۱۸/ ۳۷)

واقعہ 57:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مظلوم کو قصاص دلاتے ہیں

ایک شخص سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور مخصوص آواز سے مدد مانگنے لگا جبکہ آنسو بہنے سے اس کی عزت نفس رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔ وہ کہنے لگا: اے امیرالمومنین! میں ظلم سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے غصے سے اپنی پیشانی پر بل ڈالے اور اس شخص کی جانب متوجہ ہوئے اور اس کو مطمئن کر رہے تھے تجھے پناہ مل گئی یعنی تم نے ایسے شخص کی طرف التجاء کی جو تجھے حفاظت دے گا۔ اس شخص نے پریشانی سے کہا: میں نے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا تو میں ان سے جیت گیا۔ چنانچہ وہ مجھے کوڑے سے مارنے لگے اور مجھ سے کہا: میں نجیب الطرفین ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جانب لکھا' انہیں لکھا کہ تم اور تمہارا بیٹا میرے پاس آؤ۔

چنانچہ وہ آئے اور ان کے پیچھے ان کا بیٹا بھی تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پکارتے ہوئے کھڑے ہوئے مصری کہاں ہے؟ وہ شخص چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ آگے بڑھا اور قدم کھڑے ہونے کے ڈر سے کپکپا رہے تھے۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جلال سے کہا: کوڑا پکڑو اور انہیں مارو۔ اس شخص نے کوڑا پکڑا اور اسے آسمان کی جانب

چھوڑا' پھر اسے سیدنا ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی کمر پر برسانے لگا جو ایک کھجور کے تنے سے بندھے ہوئے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس مصری کے پڑوس میں کھڑے اسے کہہ رہے تھے: اس دو معزز لوگوں کے بیٹے کو مارو' سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! چنانچہ اس نے اسے مارا اور ہمیں یہ محبوب تھا کہ وہ اسے مارے' وہ اسے نہیں چھوڑ رہا تھا یہاں تک کہ ہمیں تمنا ہوئی کہ وہ اسے چھوڑ دے' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: عمرو کے سر پر بھی مارو۔ تو وہ شخص کہنے لگا: اے امیر المومنین! مجھے تو صرف اس کے بیٹے نے مارا تھا اور میں نے اس سے انتقام بھی لے لیا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنایا ہے جبکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا ہے؟ سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور انہوں نے اپنا سر جھکایا ہوا تھا: اے امیر المومنین! مجھے معلوم ہی نہیں اور نہ یہ میرے پاس آیا۔ (منتخب کنز العمال: ۴/ ۴۲۰)

واقعہ 58:

تم نے فیصلہ کیا تو عدل کیا

قیصر نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی جانب ایک ایلچی بھیجا تا کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے احوال وافعال دیکھے' جب وہ مدینہ میں داخل ہوا تو اس نے نہ کوئی محل اور نہ کوئی ایسا گھر پایا جو اس بات پر دلالت کرے کہ یہاں بادشاہ ہوتا ہے تو اس نے اہل مدینہ سے سوال کیا: تمہارا بادشاہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارا بادشاہ نہیں ہے بلکہ ہمارا تو امیر ہے جو مدینہ سے باہر کی طرف نکلا ہے۔ چنانچہ وہ قاصد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکل پڑا تو اس نے آپ کو ایک درخت کے سائے میں سوئے ہوئے پایا' آپ رضی اللہ عنہ نے زمین کو بستر بنایا تھا اور اپنا سر اپنے کوڑے پر رکھا ہوا تھا اور ان کے پاس کوئی پہرہ دار بھی نہیں تھا۔ جب اس نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو اس کے دل میں فروتنی واقع ہوئی کہ یہ ایسے آدمی ہیں کہ کہ بادشاہ بھی ان کے دبدبہ اور جلال کی وجہ سے لرزہ براندام رہتے

ہیں، اور یہ ایسی حالت میں ہیں۔ اس نے اپنے دل میں کہا: کہ اے عمر! تو نے انصاف کیا تو بغیر کسی خوف کے تو سوتا ہے جبکہ ہمارا بادشاہ ظلم کرتا ہے اور ڈرتے ہوئے ہمیشہ جاگتا رہتا ہے' میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارا دین بلاشبہ حق ہے اور اگر میں ایلچی بن کر نہ آیا ہوتا تو میں اسلام قبول کر لیتا' لیکن میں واپس آؤں گا اور اسلام لے آؤں گا۔

(اخبار عمر ص : ۳۲۸۔ لن تلقی مثل عمر:۲/ ۲۶۱)

واقعہ 59:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو بوسہ دیتے ہیں

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بنو اسد کے کسی آدمی کو کسی ملک کا عامل بنایا تو وہ ولایت کا اپنا عہدہ لینے آیا' جب وہ آیا تو اس نے دیکھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا کوئی بیٹا لایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بوسہ دیا۔ اسدی شخص نے تعجب سے کہا: اے امیر المومنین! کیا آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بوسہ دیا ہے، اللہ کی قسم! میں نے اپنے بیٹے کو کبھی بوسہ نہیں دیا۔

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی سختی دیکھی تو فرمایا: اللہ کی قسم! تم لوگوں پر بہت کم رحم کرنے والے ہو گے لہٰذا میں تمہیں عامل نہیں بناتا۔

(لن تلقی مثل عمر: ۲/ ۲۹۶)

واقعہ 60:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو مارتے ہیں

ایک انتہائی سیاہ رات کو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن اور ابوسروعہ عقبہ بن حارث کے سر پر شیطان منڈلانے لگا' تو ان دونوں نے شراب کا انتظام کیا اور شراب پی' یہاں تک کہ دونوں شراب کے نشہ کی وجہ سے اپنے آپے سے باہر ہو گئے۔ جب سپیدۂ طلوع ہوا تو دونوں بھاگتے ہوئے امیر مصر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، دونوں روتے ہوئے کہنے لگے: آپ رضی اللہ عنہ ہمیں پاک کر دیں' کیونکہ ہم دونوں نے شراب پی ہے، سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم دونوں

گھر داخل ہو جاؤ، میں تم دونوں کو پاک کرتا ہوں۔

چنانچہ وہ دونوں گھر چلے گئے، تو ان دونوں کے سر مونڈھے گئے، پھر انہیں کوڑے لگائے گئے۔ جب سیدنا عمر بن خطاب ؓ نے یہ سنا تو سیدنا عمرو بن العاص ؓ کو لکھا کہ عبدالرحمان کو قتب پر بٹھا کر بھیج دو (ایک چھوٹا سا اونٹ کی کوہان جتنا کجاوہ) چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اور جس وقت وہ سیدنا عمر ؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے اسے کوڑے لگائے اور وہ سزا دی جس کے وہ مستحق تھے۔ اور دوسری مرتبہ ان پر حد جاری نہیں کی، پھر انہیں چھوڑ دیا تو وہ ایک مہینہ صحیح رہے، پھر ان کی تقدیر نے ان کو آلیا تو وہ فوت ہو گئے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۱۲/۸-۳۱۳)

واقعہ 61:

نبی اکرم ﷺ کا سیدہ حفصہ ؓ کو نکاح کا پیغام

سیدنا عمر بن خطاب ؓ کی بیٹی سیدہ حفصہ ؓ کے خاوند جو پہلے پہل اسلام لانے والوں میں سے تھے، غزوہ بدر میں انہیں زخم لگا جس کے سبب وہ فوت ہو گئے۔ جب سیدہ حفصہ ؓ کی عدت ختم ہو گئی، تو سیدنا عمر بن خطاب ؓ سیدنا عثمان بن عفان ؓ سے کہا: کہ اگر آپ چاہیں تو میں اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کر دیتا ہوں۔ سیدنا عثمان ؓ نے فرمایا: آپ مجھے چند ایام کی مہلت دیں تاکہ میں غور و فکر کروں، سیدنا عمر ؓ نے مہلت دے دی، چند دنوں بعد سیدنا عثمان ؓ سیدنا عمر ؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ میں یہ نکاح نہیں کر سکتا۔

چنانچہ سیدنا عمر بن خطاب ؓ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کے پاس گئے اور ان پر بھی سیدنا حفصہ ؓ کو پیش کیا یہ کہتے ہوئے: اگر آپ چاہیں تو میں سیدنا حفصہ ؓ کا آپ ؓ سے نکاح کر دوں تو سیدنا ابوبکر ؓ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ سیدنا عمر ؓ ان سے بہت زیادہ ناراض ہوئے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ چند دن ٹھہرے رہے' پھر رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے ان کے والد کو منگنی کا پیغام بھیجا۔ اس کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملے اور انہیں کہا: شاید آپ رضی اللہ عنہ نے جب مجھ پر سیدنا حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیش کیا تو میں نے آپ کو کوئی جواب نہیں دیا' اس بات پر آپ کو غصہ آیا ہو؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم نے مجھے رشتے کی پیشکش کی تو مجھے آپ کو جواب دینے سے صرف اس نے روکا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ رسول پاک ﷺ نے ان کے متعلق میرے سامنے ذکر کیا تھا اور میں رسول اللہ ﷺ کے بھید کو افشاء نہیں کرسکتا تھا، اور اگر آپ ﷺ اسے چھوڑ دیتے تو انہیں میں ضرور قبول کر لیتا۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۷۸۳)

واقعہ 62:

مرتد ہونے والا شخص

سخت معرکہ آرائی کے بعد مسلمان مدد و فتح سے ہمکنار ہوئے، اور فارس کے ایک شہر ''تستر'' میں جا گھسے۔ جس وقت مدینہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فاتحین آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا کوئی بات ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں' مسلمانوں میں سے ایک شخص اسلام سے مرتد ہوگیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو تم نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے کہا: ہم نے اسے قتل کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے غصہ ہوتے ہوئے کہا: تم نے اسے کسی گھر میں کیوں نہ داخل کیا اور اس پر دروازہ بند کیوں نہ کیا' اسے کھانا کھلاتے اور اسے توبہ کرواتے اور اگر وہ توبہ کر لیتا تو ٹھیک وگرنہ تم اسے قتل کر دیتے۔ پھر آپ گڑگڑاتی آواز کے ساتھ اپنے رب کی طرف سرگوشی کرتے ہوئے متوجہ ہوئے: اے اللہ! یقیناً میں حاضر نہ تھا اور نہ میں نے حکم دیا اور نہ میں اس پر راضی ہوں جب مجھے یہ خبر پہنچی ہے۔ (مناقب امیر المومنین ص:۸۶)

واقعہ 63:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سختی اور نرمی کے درمیان

مسلمانوں کی ایک جماعت سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی تو لوگوں نے کہا: آپ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بات کیجئے کیونکہ انہوں نے تو ہمیں اس قدر ڈرایا ہے حتی کہ اللہ کی قسم! ہم طاقت نہیں رکھتے کہ اپنی آنکھوں سے ان کی طرف غور سے دیکھیں۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مجلس سے اٹھے اور امیرالمومنین کی طرف گئے اور انہیں یہ بات بتائی۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی پیشانی پر بل ڈالتے ہوئے غصہ سے فرمایا: کیا لوگوں نے یہ کہا ہے' اللہ کی قسم! میں ان کے لیے نرم خو ہوں، یہاں تک کہ میں اس سلسلہ میں اللہ سے ڈرنے لگا اور میں نے ان پر سختی کی یہاں تک کہ میں اس بارے میں بھی اللہ سے ڈرا' اللہ کی قسم! اب تو مجھے ان سے زیادہ اپنے سے خوف ہے...... پھر ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور ان کے ہونٹ کپکپانے لگے یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کے سینے سے رونے کی وجہ سے سنائی دینے لگی۔ چنانچہ آپ کھڑے ہوئے اور اپنی چادر کو گھسیٹ رہے تھے۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ کے بعد لوگوں کے لیے اف ہے۔

(طبقات ابن سعد:۱/ ۲۰۶۔ اخبار عمر ص :۱۶۰۔ لن تلقی مثل عمر: ۲/ ۲۹۵-۲۹۶)

واقعہ 64:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قہر

سیدنا عیینہ بن حصین رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو اپنے بھتیجے حر بن قیس بن حصین کے ہاں ٹھہرے اور وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مصاحبین میں سے تھے، سیدنا عیینہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: کیا تم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات کی اجازت طلب کر سکتے ہو؟ ان کے بھتیجے نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دے دی اور جب وہ آپ کے پاس آئے تو کہنے لگے: اے ابن خطاب! تم ہمیں صرف

ٹکڑے ہی عطا کرتے ہو اور تم ہمارے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ نہیں کرتے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ غصہ سے آگ بگولہ ہو گئے اور انہیں عذاب دینے کا تہیہ کر لیا تو حر بن قیس نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾

[سورۃ الاعراف: ۱۹۹]

''درگزر کو اپنا طریق کر لے اور اچھی بات کا حکم کر اور جاہلوں سے الگ ہو جا''۔

یقیناً یہ شخص بھی جاہلوں میں سے ہے۔ حر نے کہا: اللہ کی قسم! جب اس نے آپ پر یہ آیت تلاوت فرمائی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس سے آگے نہیں بڑھے اور آپ کتاب اللہ کے پاس رک جانے والے تھے۔

(تاریخ دمشق ترجمۃ عمر ص: ۲۶۵۔ ابن الجوزی فی المناقب ص: ۱۷۴)

واقعہ 65:

توراۃ میں عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

ایک روز سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کسی بڑے پادری کے پاس سے گزرے جو اپنی کتاب کو غور سے پڑھ رہا تھا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اس کے نزدیک ہوئے اور اسے کہا: کیا تم کچھ ہمارے متعلق بھی اپنی کتابوں میں پاتے ہو؟ پادری نے کہا: ہم تمہارے اوصاف اور تمہارے اعمال پاتے ہیں اور ہم تمہارے نام نہیں پاتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مجھے کیسے پاتے ہو؟ پادری نے کہا: لوہے کا سینگ۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوہے کے سینگ سے کیا مراد ہے؟ تو اس نے کہا: انتہائی سخت حکمران۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مطمئن ہوتے ہوئے فرمایا: اللہ اکبر الحمدللہ۔ (سنن ابی دائود، رقم الحدیث: ۴۶۵۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/ ۳۰۔ ابن الجوزی فی المناقب ص: ۱۱)

واقعہ 66:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا رُعب

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں ایک سال ٹھہرا رہا' میں چاہتا تھا کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے متعلق سوال کروں تو میں طاقت نہیں رکھتا ان کی ہیبت کی بناء پر کہ ان سے سوال کروں۔ یہاں تک کہ وہ حج کرنے کے لیے نکلے تو میں بھی ان کے ساتھ نکل پڑا۔ جب ہم واپس پلٹے تو کسی اور راستے میں تھے' آپ رضی اللہ عنہ اپنے کسی کام سے پیلو کے درخت کی طرف مائل ہو گئے۔ میں نے آپ کا انتظار کیا یہاں تک کہ آپ فارغ ہو گئے' پھر میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی چل پڑا اور میں نے انہیں کہا: اے امیرالمومنین! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے کن دو بیویوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باہمی تعاون کیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ سیدہ حفصہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما تھیں۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس کے بارے میں آپؓ سے پوچھنے کا سال بھر ارادہ کرتا رہا لیکن میں آپ کے دبدبے کی وجہ سے طاقت واستطاعت نہیں رکھتا تھا۔ (صحیح البخاری، ۴/ ۱۸۶۶' رقم : ۴۶۲۹)

واقعہ 67:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دیت ادا کی

ایک عورت کے متعلق امیرالمومنین کو پتہ چلا کہ جس عورت کا شوہر سفر پر گیا ہوا تھا اور وہ غیر مردوں سے اکثر باتیں کرتی رہتی تھی، آپ پر یہ ناگوار گزرا اور آپ نے اس عورت کو بلا بھیجا اور اس کو پیغام بھیجا تو وہ کہنے لگی: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مجھ سے کیا واسطہ ہے؟ پھر وہ آپ کی طرف چلی' راستہ میں ہی اسے دردزہ ہو گیا تو وہ گھر داخل ہوئی اور بچہ جنا' بچے نے دو مرتبہ چیخیں ماریں' پھر اس کی روح پرواز کر گئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ کے ذمہ کچھ نہیں ہے۔ آپ تو صرف والی اور ادب سکھلانے

والے ہیں لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ چپ رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جو رائے انہوں نے دی ہے اگر ان کی اپنی ہے تو ان کی رائے غلط ہے اور اگر انہوں نے آپ کی خواہش کو مدنظر رکھ کر یہ رائے دی ہے تو انہوں نے آپ سے خیر خواہی نہیں کی' میں یہ خیال کرتا ہوں کہ اس کی دیت آپ کے ذمہ ہے کیونکہ آپ نے اس کو پریشان کر دیا تھا تو اس نے اپنے راستے میں ہی اپنے بچے کو جن دیا۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دیت (خون بہا) ادا کی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس کی دیت کو قریش میں تقسیم کریں۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۸۰۱۰۔ کنز العمال: ۱۰/ ۸۴' رقم الحدیث: ۴۰۲۰۱)

واقعہ 68:

اللہ کے راستے کا زخم

امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے گرد عطیات لینے کے لیے لوگوں کا ہجوم لگ گیا یہاں تک کہ ان کی وجہ سے گھر تنگ پڑ گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا سر اٹھایا اور ان کی باتیں سننے لگے تو ایک شخص کو دیکھا جو جمع شدہ صفوں میں سے آگے بڑھ رہا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے چہرے پر زخم پایا جس نے اس کی کھال کو پھاڑا ہوا تھا تو آپ نے اس سے اس کے متعلق سوال کیا۔ چنانچہ اس نے آپ کو بتایا کہ اسے یہ کسی غزوہ میں لگا تھا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے ہزار درہم گن کر دے دو' چنانچہ اس شخص کو ہزار درہم دیئے گئے' پھر آپ ہر بار اس کو ہزار درہم دیتے گئے تو وہ شخص شرمایا اور ہجوم سے جان چھڑاتے ہوئے نکلا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں سوال کیا تو آپ سے کہا گیا: ہم نے اسے دیکھا ہے کہ وہ زیادہ ملنے پر شرما گیا ہے اور وہ نکل گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر وہ ٹھہرتا رہتا تو میں اس کو مسلسل عطا کرتا رہتا جب تک کہ مال اور دراہم ختم نہ ہو جاتے۔ وہ ایسا شخص ہے جسے اللہ کے راستے میں زخم آیا ہے جس زخم نے اس کے چہرے کو زخمی کر دیا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۲/ ۳۵۵)

واقعہ 69:

میرا خاوند مر گیا ہے

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بازار میں سے گزرے اور اپنا کام تلاش کر رہے تھے تو انہیں ایک جوان عورت ملی' جس پر ضرورت مندی عیاں تھی اور وہ شرماتے ہوئے کہنے لگی: اے امیر المؤمنین! میرا خاوند ہلاک ہو گیا ہے اور اس نے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں۔ اللہ کی قسم! نہ ان کے لیے کھیتی ہے اور نہ مویشی اور مجھے ان کے ضائع ہونے کا خدشہ ہے جبکہ میں خفاف بن ایماء الغفاری کی بیٹی ہوں اور میرے والد حدیبیہ میں نبی مکرم ﷺ کے ساتھ حاضر تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ چلنے سے رک گئے اور چمک دار چہرے کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ فرمانے لگے: قریبی نسب پر مرحبا! خوش آمدید' پھر اپنے گھر میں بندھے ہوئے اونٹ کی طرف گئے اور اس پر دو باریاں لاد دیں جو دونوں اشیاء خوردنی سے بھری ہوئی تھیں اور ان دونوں میں ساز و سامان اور ملبوسات رکھے' پھر اس کی لگام اس عورت کو تھما دی اور اس سے فرمایا: یہ پکڑ لو' یہ ہرگز نہیں ختم ہوگا۔ یہاں تک کہ اللہ تمہارے پاس بھلائی لے آئیں۔ ایک شخص جو اس نوازش کی جانب دیکھ رہا تھا' کہنے لگا: اے امیر المومنین! آپ نے اس کو بہت زیادہ دے دیا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری ماں تجھے گم پائے' اللہ کی قسم! میں اس کے باپ اور بھائی کو دیکھتا ہوں کہ ان دونوں نے کافی عرصہ قلعہ کا محاصرہ کیا تو ان دونوں نے اس کو فتح کر لیا' پھر ہم نے صبح کی اور ہم ان دونوں کو ان کے حصے بطور غنیمت دینے لگے۔

(صحیح البخاری' رقم:۵/ ۱۵۸)

واقعہ 70:

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بطور قیدی

ایک انصاری شخص نے بدر کے دن سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو قید کر لیا اور انصار نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ نبی معظم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ آج رات میں اپنے

چچا عباس کی وجہ سے نہیں سویا۔ اور انصار کا خیال ہے کہ وہ انہیں قتل کر دیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں ان کے پاس جاؤں؟ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ انصار کے پاس تشریف لائے اور انہیں کہا: سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو تم چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! ہم اسے نہیں چھوڑیں گے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر اس میں رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی ہو؟ انہوں نے کہا: اگر اس میں آپ کی خوشی ہے تو اسے لے لو۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پکڑا، جب وہ ان کے ہاتھ میں آ گئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: اے عباس! اسلام لے آؤ، اللہ کی قسم! اگر تم اسلام لے آؤ تو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ ''خطاب'' مسلمان ہو جائے، اور اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے دیکھا وہ تمہارے اسلام لانے کو پسند کرتے ہیں۔

(البدایۃ والنہایۃ: ۳/ ۲۹۸)

واقعہ 71:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے ماموں کو قتل کرتے ہیں

ایک روز سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کسی دیوار کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو آپ کے پاس سے سعید بن العاص گزرے اور انہوں نے اپنا چہرہ آپ سے پھیر لیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے خیال میں میں نے تمہارے والد کو قتل کیا ہے۔ جس کی تمہیں رنجش ہے۔ اگر میں نے اسے قتل کیا ہوتا تو میں اس کے قتل سے متعلق تجھے عذر پیش نہیں کرتا۔ لیکن میں نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا تھا۔ اور تمہارا باپ، میں اس کے پاس سے گزرا اور وہ تلاش کر رہا تھا جیسا کہ بیل اپنے سینگوں کے ساتھ ڈھونڈتا ہے۔ چنانچہ میں ان سے کنارہ کش ہوا تو تمہارے چچا کے بیٹے نے ان کی طرف رخ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ (البدایۃ و النہایۃ: ۳/ ۲۹۰)

واقعہ 72:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک لڑکے کی نگرانی کرتے ہیں

سنان بن سلمہ ہذلی نکلے اور وہ اس وقت لڑکے تھے، مدینہ کے لڑکوں سے مل کر

کھجوروں کے درختوں سے گری پڑی پکی کھجوریں اٹھا رہے تھے۔ اسی دوران کہ وہ اپنی اپنی جھولیوں میں پکی کھجوریں جمع کر رہے تھے انہوں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو سب لڑکوں نے اپنی اپنی راہ لی اور سنان بن سلمہ کھڑے رہے اور کہنے لگے: اے امیرالمومنین! یہ (کھجوریں) تو وہ ہی ہیں جنہیں ہوا نے گرایا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے دکھائی دے رہا ہے مجھ پر یہ مخفی نہیں ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سنان کی گود میں نظر ڈالی تو فرمایا: تونے سچ کہا: سنان کہنے لگے: اے امیرالمومنین! آپ رضی اللہ عنہ ان لڑکوں کو دیکھ رہے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں۔ وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! جب آپ چلے جائیں گے اور مجھے چھوڑ دیں گے تو یہ سب ضرور مجھ پر حملہ کریں گے اور جو میرے پاس پکی کھجوریں ہیں وہ لے لیں گے۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عظیم لوگوں کی منکسر المزاجی کے ساتھ اس لڑکے کا ساتھ دیا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر پہنچ گیا۔ (طبقات ابن سعد : ۷/ ۸۹)

واقعہ 73:

امین غلام

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے کسی سفر میں ایک غلام پر سے گزرے جو بکریاں چرا رہا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: اے غلام! ہمیں ایک بکری فروخت کر دو، غلام کہنے لگا: یہ بکریاں میری نہیں ہیں یہ تو میرے مالک کی ہیں۔

چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بطور آزمائش کے فرمایا: تم اپنے سردار سے کہنا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے۔ غلام نے کہا: جب میں اپنے مالک سے کہوں کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے تو میں اپنے پروردگار سے قیامت کے روز کیا کہوں گا؟ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے پھر اس کے مالک کے پاس گئے اور اس سے اسے خرید لیا اور اس کو آزاد کر دیا اور اس غلام سے کہا: میں نے اس کلمہ کی وجہ سے دنیا میں تجھے آزاد کر دیا اور میں امید کرتا ہوں کہ تو مجھے آخرت میں آزاد کرے گا۔ ان شاء اللہ (رمضان شہر النفحات

ص:۲)

واقعہ 74:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نیند

معاویہ بن خدیج مدینہ آئے کہ امیرالمومنین کو اسکندریہ فتح ہونے کی خوش خبری دیں تو انہوں نے آپ کو چت لیٹے ہوئے پایا۔ معاویہ نے کہا: امیرالمومنین قیلولہ کر رہے ہیں (دوپہر کے کھانے کے بعد قدرے آرام کر رہے ہیں) چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ گھبراہٹ سے اٹھے اور کہنے لگے: اے معاویہ! تم نے کیا کہا جب تم مسجد میں آئے؟ وہ کہنے لگے کہ میں نے کہا: امیرالمومنین قیلولہ کر رہے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: برا ہے جو تو نے گمان کیا' اگر میں دن کو سو گیا تو میں ضرور رعایا کو ضائع کر دوں گا اور اگر میں رات کے وقت سویا تو میں ضرور اپنے نفس کو ضائع کر دوں گا' اے معاویہ! ان دونوں کے ہوتے ہوئے نیند کیسے آ سکتی ہے؟۔

(اخبار عمر' ص :۲۹۰۔ خطط المقریزی:۱/ ۱۶۶)

واقعہ 75:

چار خواتین اور ایک دودھ پیتا بچہ

ایک انتہائی سنجیدہ نوجوان عورت آئی جو ابھی پر بہار عمر سے نہیں گزری تھی' اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں ہو رہے تھے اور اس کی آنکھوں سے کسی ڈرانے والے کی دہشت اور خوف نمودار ہو رہا تھا، اس نے گردنیں پھلانگیں یہاں تک کہ امیرالمومنین کے پاس پہنچ گئی، گلوگیر آواز کے ساتھ کہنے لگی میں نے ایک دودھ پیتا بچہ پایا جس کے پاس ایک تھیلی تھی اور اس تھیلی میں ایک سو درہم تھے میں نے اسے اٹھا لیا اور اس بچے کے لیے ایک دودھ پلانے والی مزدوری پر رکھ لی، اب چار عورتیں اس کے پاس آئی ہیں، اور اس بچے کو چومتی ہیں میں نہیں جانتی کہ ان میں سے کون اس کی ماں ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے کہا: جب وہ عورتیں تمہارے پاس آئیں تو

مجھے بتا دینا' پھر وہ عورت واپس لوٹ آئی اور جس وقت چاروں عورتیں آئیں تو اس نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی جانب پیغام بھیجا۔ پس جب آپ ان کے پاس آئے' تو آپ نے ان سے کہا: اس بچے کی ماں تم میں سے کون ہے؟ چنانچہ ان میں سے ایک کہنے لگی: اللہ کی قسم! آپ رضی اللہ عنہ نے اچھا نہیں کیا' اے عمر رضی اللہ عنہ! آپ رضی اللہ عنہ نے بہتر سلوک نہیں کیا کہ تم نے ایک ایسی عورت کا قصد کیا کہ اللہ نے اس پر پردہ ڈال رکھا تھا اور تم چاہتے ہو کہ اس کے بھید کو فاش کرو، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شرماتے ہوئے کہا: تو نے سچ کہا' پھر جس عورت کے پاس بچہ تھا اسے فرمایا: جب وہ عورتیں تمہارے پاس آئیں تو تم نے ان سے کوئی سوال نہیں کرنا اور ان کے بچے کی اچھی طرح نگہداشت کرو' پھر آپ رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے۔ (کنز العمال:۱۵/ ۲۰۰-۲۰۱' رقم الحدیث:۴۰۵۶۸)

واقعہ 76:

پرہیزگار امیر

سیدنا عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ حمص میں ایک سال ٹھہرے' نہ انہوں نے امیر المومنین کو کوئی خط لکھا اور نہ مسلمانوں کے بیت المال میں کوئی درہم و دینار بھیجا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں شک نے چٹکیاں لیں اور وسوسات ان کے سر کے ارد گرد گھومنے لگے' تو آپ نے سیدنا عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: جب تیرے پاس میرا یہ خط آئے تو میرے پاس آ جانا اور جو مسلمانوں کا ''مال فئی'' تو نے وصول کیا ہے وہ بھی ساتھ لیتے آنا، سیدنا عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے سامنے موجود خط کو لپیٹا اور تھیلا پکڑا' اس میں اپنا زادِ راہ' پیالہ' برتن اور وضو کا برتن ڈالا اور اپنے ہاتھ سے اپنا نیزہ تھاما اور چل پڑے، اور اپنے قدموں کو پیدل چلنے پر آمادہ کیا حتی کہ مدینہ داخل ہوئے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایسے آئے کہ رنگ پھیکا پڑ گیا' دبلا پتلا جسم' پراگندہ بال، اور ان پر سفر کی مشقت واضح تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ کی ہیئت کو حیران و ششدر ہو کر دیکھا اور ان سے پوچھا: تیری حالت کو کیا ہوا ہے؟ سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: جو آپ میری

حالت دیکھ رہے ہیں؟ کیا آپ مجھے تندرست بدن اور پاک خون والا نہیں دیکھتے جبکہ میرے ہمراہ دنیا ہے میں اسے اس کے سینگ سے کھینچ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تیرے ہمراہ کیا ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ وہ مال لائے ہیں، چنانچہ عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ساتھ ایک تھیلا ہے جس میں' میں اپنا زاد راہ رکھتا ہوں' اور اپنا پیالہ جس میں' میں کھانا کھاتا ہوں اور میں اس میں اپنے سر اور اپنے کپڑوں کو دھوتا ہوں، اور میرے ساتھ ایک مشکیزہ ہے جس سے میں پانی پیتا ہوں اور وضو کرتا ہوں، اور یہ میرا نیزہ ہے' اس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور اس کے ساتھ اگر کوئی دشمن میرے سامنے آجائے' تو میں اس سے لڑتا ہوں، اللہ کی قسم! دنیا میرے ساز و سامان ہی کے پیچھے چلنے والی ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم پیدل آئے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں' آپ نے فرمایا: کیا تیرے لیے کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو تیرے ساتھ ایک جانور کی نیکی کرتا تاکہ تو اس پر سوار ہو کر آتا؟ انہوں نے کہا: نہ انہوں نے مجھ سے کہا اور نہ میں نے ان سے اس کا سوال کیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہت بُرے مسلمان ہیں جن کے ہاں سے تم آئے ہو۔

سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر! اللہ کا خوف کرو' اللہ تعالیٰ نے تجھے غیبت سے منع کیا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ کہاں ہے جو تم بیت المال کے لیے لائے ہو؟ انہوں نے کہا: میں کوئی چیز نہیں لایا، آپ نے فرمایا: کیوں؟ سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب آپ نے مجھے بھیجا یہاں تک کہ میں شہر آیا اور میں نے اس کے باشندوں سے نیک لوگوں کو اکٹھا کیا اور نہیں اپنا ''مال فئی'' جمع کرنے کا والی بنایا حتیٰ کہ جب انہوں نے وہ جمع کرلیا تو میں نے اسے اس کے مقام پر رکھا اور اگر آپ کو بھی اس سے کچھ ملتا ہے تو میں آپ کو لا دیتا ہوں۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کاتب سے فرمایا: سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ کے لیے عہدہ کی تجدید کر دو۔ سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ناممکن ہے بلاشبہ یہ ایسی

چیز ہے جسے میں نہیں چاہتا اور میں آپ کے لیے ہرگز کام نہیں کروں گا، اور اے امیرالمومنین! نہ آپ کے بعد کسی ایک کے لیے کبھی کام کروں گا' پھر انہوں نے مدینہ کے مضافات میں اپنے گھر کی جانب جانے کی اجازت طلب کی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ کو آزمایا جائے۔ چنانچہ آپ نے ان کی طرف ایک حارث نامی شخص کو بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان کے طور پر ٹھہرے اور اگر وہ ان پر کوئی ناز ونعم کا اثر دیکھے تو اس سے واپس لوٹ آئے اور اگر اس کی سخت حالت پائے تو اس کو یہ سو دینار عطا کردے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حارث کو ایک سو دینار بھری تھیلی دی، حارث عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے ہاں تین دن مہمان کے طور پر ٹھہرے' تو وہ ہر رات جو کا ایک گول ٹکڑا نکالتے تھے، جب تیسرا دن ہوا تو انہوں نے حارث سے کہا: یقیناً تم نے تو ہمیں بھوکا کر دیا ہے' اگر تم خیال کرو کہ ہم سے چلے جاؤ تو چلے جاؤ۔ جاتے وقت حارث نے دینار نکالے اور ان کی طرف اس تھیلی کو بڑھا دیا، سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کیا ہے؟ حارث کہنے لگا: یہ امیرالمومنین نے تیری جانب بھیجا ہے۔ تو انہوں نے کہا: یہ ان کی طرف واپس لوٹا دینا اور انہیں میرا سلام کہنا اور انہیں کہنا کہ عمیر کو اس کی حاجت نہیں ہے۔

یہ دیکھ کر ان کی بیوی بولی جو ان کی اور مہمان کی باتوں کو سن رہی تھی اے عمیر! اسے لے لو' اگر تمہیں اس کی ضرورت ہوئی تو اسے خرچ کر لینا وگرنہ اس کو اس کے مقام پر رکھ دینا اور یہاں تو حاجت مند بھی بہت سارے ہیں جب حارث نے اس کی بات سنی تو اس نے دینار سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ کے سامنے ڈال دیئے اور واپس چلا گیا، سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ نے دینار پکڑے اور انہیں چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں رکھ دیا، اور ایک رات کے اندر ان حاجت مندوں میں بانٹ دیا اور بالخصوص شہدا کے بیٹوں کو دے دیا۔ جب حارث واپس مدینہ کی طرف پلٹے تو انہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے حارث! تو نے کیا دیکھا؟ تو وہ کہنے لگے: اے امیرالمومنین! سخت تنگ حالت۔ آپ نے کہا: کیا تم

نے انہیں دینار دے دیئے؟ وہ کہنے لگے: جی ہاں! اے امیر المومنین! آپ نے کہا: تو انہوں نے اس کا کیا کیا؟ وہ کہنے لگے: میں نہیں جانتا' لیکن میرا غالب گمان ہے کہ انہوں نے اپنے نفس کے لیے ایک درہم بھی نہیں باقی رکھا ہوگا۔

چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ کی جانب لکھا: جب میرا یہ خط تمہارے پاس آئے تو تم اسے اپنے ہاتھ سے نہ رکھنا، یہاں تک کہ تم میرے پاس چلے آؤ، سیدنا عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی طرف کوچ کیا اور امیر المومنین کے پاس آ گئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حَيَّاكَ اللّٰهُ کہا اور انہیں (مرحبا) خوش آمدید کہا اور انہیں اپنی مجلس میں اپنے قریب بٹھایا' پھر ان سے فرمایا: اے عمیر رضی اللہ عنہ! تو نے ان دیناروں کے ساتھ کیا کیا؟ آپ اس کے متعلق مجھ سے کیوں سوال کرتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تجھ پر قسم کھاتا ہوں کہ تو مجھے بتلا تو نے ان دیناروں کے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے کہا: میں نے اپنی ذات کے لیے انہیں جمع کر لیا ہے تاکہ میں اس روز ان سے فائدہ اٹھاؤں جس روز نہ مال نفع دے گا اور نہ اولاد، یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں غمناک ہو گئیں اور فرمانے لگے: اللہ تجھ پر رحم فرمائے' پھر ان کے لیے کھانے اور دو کپڑوں کا حکم صادر فرمایا۔

سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! مجھے کھانے کی کوئی حاجت نہیں ہے اس لیے کہ میں نے اپنے گھر والوں کے ہاں دو صاع جو چھوڑے ہیں جنہیں ہم اس وقت تک کھائیں گے' جب تک کہ اللہ ہمیں رزق نہ دے دے، اور دو کپڑے تو میں اپنی بیوی کے لیے لے لوں گا کیونکہ اس کے کپڑے بوسیدہ ہو چکے ہیں قریب ہے کہ وہ برہنہ ہو جائے۔ چنانچہ سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ اس دارِ فانی میں کچھ عرصہ رہے اور پھر بعد میں عالم بقا کی طرف کوچ کر گئے ان کی وفات پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بہت رنجیدہ ہوئے اور غم نے ان کے دل کو نچوڑ دیا اور فرمانے لگے: میں چاہتا ہوں کہ میرے لیے عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ جیسے اشخاص ہوں اور میں ان کے ذریعے مسلمانوں کے اعمال خوش اسلوبی سے

نمٹاؤ۔(المعجم الکبیر للطبرانی :۱۷/۵۱-۵۳۔ مجمع الزوائد للہیثمی :۱/۳۸۴۔ کنز العمال: ۱۳/۵۵۶، رقم:۳۷۴۴۵)

واقعہ 77:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور گوشت کا کھانا

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبداللہ کے پاس آئے اور ان کے پاس گوشت پایا تو ان سے فرمایا: یہ گوشت کہاں سے آیا ہے؟ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تردد کے ساتھ کہا: میرا اس کو جی چاہتا تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سختی سے کہا: کیا جس چیز کو بھی تمہارا دل چاہے گا اسے کھالو گے؟ انسان کے فضول خرچ ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ جو اس کا جی چاہے اسے کھالے۔ (کتاب الزہد للامام احمد ص:۱۵۳)

واقعہ 78:

شراب پینے والا اور سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ایک سوار دکھائی دیا جو فراٹے بھر رہا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ یہ ہمیں ڈھونڈ رہا ہے، چنانچہ وہ شخص آیا اور رو رہا تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُس سے فرمایا: تیرا کیا معاملہ ہے؟ اگر تم قرض دار ہو تو ہم تمہاری امداد کریں گے، اور اگر تم ڈرے ہوئے ہو تو ہم تمہیں پناہ دیں گے' لیکن اگر تم نے کسی جان کو قتل کیا ہے تو تم اس کے عوض قتل کیے جاؤ گے اور اگر تم اس قوم کے پڑوس میں رہنا پسند نہیں کرتے تو ہم تجھے کہیں اور منتقل کر دیں گے۔ چنانچہ اس شخص نے کہا: بلاشبہ میں نے شراب پی ہے' میں بنو تمیم قبیلہ کا آدمی ہوں اور سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مجھے کوڑے لگائے ہیں' میرا منہ کالا کیا اور مجھے لوگوں پر سے چکر لگوایا اور لوگوں سے کہا: تم اس کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ ہی اس کے ساتھ کھاؤ تو میں نے اپنے آپ سے کہا کہ تین میں سے ایک کام کروں: یا تو میں تلوار پکڑوں اور سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو اس کے ساتھ مار ڈالوں' یا میں آپ کے پاس آؤں تاکہ آپ مجھے شام کی طرف بھیج دیں کیونکہ وہ لوگ مجھے نہیں

پہچانتے‘ یا میں دشمنوں سے مل جاؤں اور ان کے ساتھ کھاؤں اور پیوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جو تو نے کیا اس سے مجھے خوشی نہیں ہوئی‘ بلاشبہ میں بھی زمانۂ جاہلیت میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ شراب پینے والا تھا، یہ زنا کی طرح نہیں ہے‘ پھر سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب لکھا: یقیناً اگر تم نے یہ دوبارہ کیا تو میں ضرور بہ ضرور تمہارا منہ سیاہ کروں گا اور تجھے لوگوں میں گھماؤں گا‘ اگر تو جانتا ہے کہ جو میں نے کہا وہ حق ہے تو اس کے بعد تم لوگوں کو حکم کرو کہ وہ اس سے مجالست بھی کریں اور اس کے ساتھ کھائیں بھی، اگر یہ (توبہ کر لے تو اس کی گواہی بھی قبول کرو)۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کے ضامن ہوئے اور اس کو دو سو درہم سے نوازا۔

(کنز العمال: ۱۵/ ۷۹‘ رقم الحدیث: ۴۰۱۸۰)

واقعہ 79:

دودھ بیچنے والی کی بیٹی

آدھی رات کے وقت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں چل رہے تھے، تاکہ لوگوں کے احوال سے مطلع ہوا جائے، گشت کرتے کرتے آپ تھک گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی‘ اسی دوران آپ نے ایک عورت کی آواز سنی جو اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی: اے میری بیٹی! دودھ کی جانب اٹھو اور اس میں پانی ملا دو۔ تو وہ لڑکی اپنی ماں سے کہنے لگی: اے میری ماں! کیا تم نہیں جانتی کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ امیر المومنین نے اس سے روکا ہے۔ ماں کہنے لگی: اے میری بیٹی! دودھ کی طرف کھڑی ہو اور اس میں پانی ملا دے‘ اس لیے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہمیں نہیں دیکھ رہا۔ ماں کی بات سن کر لڑکی نے کہا: ماں اگر اس وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نہیں دیکھ رہا مگر اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس نوجوان پرہیزگار لڑکی کی یہ بات اچھی لگی‘ تو اپنے غلام اسلم سے کہا جو آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ چل رہا تھا: اے اسلم! اس دروازے کو اچھی طرح جان لو اور اس جگہ کو پہچان لو‘ پھر دونوں اپنی رفتار میں چلے اور صبح کے وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

نے کہا: اے اسلم! اس جگہ جاؤ اور دیکھو کہ یہ کہنے والی کون تھی اور جس سے کہا گیا وہ کون تھی اور کیا ان دونوں کے ساتھ کوئی آدمی بھی ہے؟ ان کا غلام اس جگہ گیا اور ان کے احوال سے باخبر ہوکر واپس پلٹا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ وہ نوجوان کنواری ہے' اس کی شادی بھی نہیں ہوئی' اور یہ عورت اس کی ماں ہے اور ان کے پاس کوئی شخص نہیں ہے۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور انہیں قصہ بیان کیا' پھر فرمایا: کیا تم میں سے کوئی اس عورت کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو میں اس سے اس کی شادی کروا دوں؟ اگر تمہارے باپ میں عورتوں کی جانب جانے کی طاقت ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی اس لڑکی سے شادی کرنے میں اس سے آگے نہ بڑھتا۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میری بیوی ہے۔ سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: میری بھی بیوی ہے۔ سیدنا عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے باپ! میری کوئی بیوی نہیں ہے لہٰذا آپ میری شادی کرا دیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا اور اس کا نکاح عاصم سے کر دیا تو اس نے عاصم کے لیے ایک بیٹی جنم دی جو کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ماں تھی جو پانچویں خلیفہ راشد اور بنو مروان کے سب سے زیادہ انصاف کرنے والے حاکم تھے۔ (طبقات ابن سعد: ۵/ ۳۳۰)

واقعہ 80:

میرے پاس تیرے حصے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں سے کسی ایک گلی میں چل رہے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ بھی تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک چھوٹی بچی دیکھی' پھٹے ہوئے کپڑوں والی' بکھرے پراگندہ بالوں والی جو بھوک اور کمزوری کی وجہ سے زمین پر گر پڑتی تھی پھر کھڑی ہوتی پھر گر پڑتی، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہائے اس کی تنگ حالی! تم میں سے اسے کون پہچانتا ہے؟ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا' جو کہ اپنے باپ کے ساتھ ہی کھڑے تھے: اے امیر المومنین! کیا آپ

اس کو نہیں پہچانتے؟ آپ نے فرمایا: نہیں' یہ کون ہے؟ عبداللہ نے کہا: یہ آپ کی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ میری کون سی بیٹی ہے؟ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیٹی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے غصہ میں کہا: تیرا ناس ہو! اس کی یہ حالت کیسے ہوئی جو میں دیکھ رہا ہوں؟ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جو آپ کے پاس ہے اسے آپ کے روکنے کی وجہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو میرے پاس ہے اسے میرا روکنا تجھے کیوں مانع ہوا کہ تو اپنی بیٹیوں کے لیے وہ کمائے جو قوی لوگ اپنی بیٹیوں کے لیے کماتے ہیں۔ اللہ کی قسم! میرے پاس تیرے لیے مسلمانوں کے مال سے تیرے حصے کے علاوہ کچھ نہیں ہے وہ تجھے کافی ہو یا وہ تجھے عاجز کر دے اور یہ اللہ کی کتاب میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کن ہے۔

(مناقب امیر المومنین ص:۱۱۹)

واقعہ 81:

یوم الجسر' پل والا جنگ کا دن

جنگ کے ڈھول بج اٹھے، اور موت کے حلق پر تلواروں کی آوازیں آنے لگیں، اور نہر کے کنارے پل والی جنگ میں مسلمانوں کی شکست واقع ہونے لگی، تو ان میں سے قتل ہونے والے قتل ہوئے، اور بھاگنے والے بھاگ گئے، اور ان بھاگ جانے والوں میں معاذ القاری بھی تھے جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا تو بہت زیادہ روئے:

﴿ وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾

[سورة الانفال:١٦]

"جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیری الا یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا کسی دوسری فوج سے جا ملنے کے لیے۔ تو وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے

گا' اس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا اور وہ بہت بری جائے بازگشت ہے''۔

چنانچہ انہیں امیر المومنین نے دیکھا اور ان سے فرمایا: اے معاذ! نہ روؤ' ہم تمہارے گروہ کے لوگ ہیں اور تم تو اس کی طرف پناہ لینے آئے ہو' پھر اسے فرمایا: کیا تمہارے لیے شام جانے کی رغبت ہے؟ کیونکہ مسلمان بھی وہیں چلے گئے ہیں اور یقیناً دشمن سخت ہے اور ان پر حملہ آور ہے اور شاید کہ یہ تم سے بھاگ جانے کی ذلت کو دھو ڈالے۔ معاذ نے کہا: نہیں' میں ہرگز نہیں جاؤں گا' مگر اسی زمین کی جانب جہاں سے میں بھاگا تھا اور دشمن نے میرے ساتھ جو کرنا ہے کر لے، چنانچہ وہ قادسیہ میں آیا اور شہید کر دیا گیا، اے معاذ القاری! اللہ کی رحمت تجھ پر ہو۔

(تاریخ طبری : ۳/ ۴۵۹۔ طبقات ابن سعد:۳/ ۴۵۸)

واقعہ 82:

کیا تم روز قیامت مجھ سے بوجھ اٹھاؤ گے؟

سورج آسمان کے جگر سے ہٹ گیا اور رات نے مدینہ میں اپنے کجاوے اتار دیئے، اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھوں سے نیند کو پھینک دیا اور رعایا کے احوال کی خبر گیری کرنے نکلے۔ اس دوران کہ آپ اندھیرے سے کشتی لڑ رہے تھے کہ آپ کے کانوں میں بچوں کی آواز پڑی' جو کہ سوزش کی وجہ سے رو رہے تھے۔ آپ آواز کے قریب ہوئے تو دیکھا کہ ایک عورت اپنے گھر کے صحن میں ہے اور اس کے گرد بچے رو رہے ہیں اور آگ پر ایک ہنڈیا ہے جسے اس نے پانی سے بھر رکھا ہے' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دروازے کے نزدیک ہوئے اور فرمایا: اے اللہ کی بندی! یہ بچوں کا رونا کیسا ہے؟ وہ کہنے لگی: ان کا رونا بھوک کی وجہ سے ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو یہ آگ پر پڑی ہنڈیا کیسی ہے؟ وہ کہنے لگی: میں نے اس میں پانی رکھا ہے تاکہ اس کے ذریعے ان کو بہلاؤں یہاں تک کہ یہ سو جائیں اور وہ یہ سمجھیں کہ اس میں کچھ کھانا ہے۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رونے کی وجہ سے سسکی لی' پھر دار الصدقہ کی طرف آئے اور ایک بہت

بڑا تھیلا لیا اور اس میں کچھ آٹا، گھی، چربی، کھجوریں، کپڑے اور درہم ڈالے یہاں تک کہ اس کو بھر دیا، پھر یہ کہتے ہوئے اپنے ساتھ موجود غلام اسلم کی طرف متوجہ ہوئے: اے اسلم! مجھے یہ اٹھوا دو، اسلم نے کہا: اے امیرالمومنین! آپ کی طرف سے میں اسے اٹھا لیتا ہوں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسلم کو غصہ سے کہا: اے اسلم! تیری ماں تجھے گم پائے، کیا تم قیامت کے دن بھی مجھ سے میرا بوجھ اٹھاؤ گے؟ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اٹھایا حتی کہ اس عورت کے گھر لائے اور ہنڈیا پکڑی، اس میں کچھ چکنائی اور کھجوریں ڈالیں اور اسے اپنے ہاتھ سے ہلانے لگے اور ہنڈیا کے نیچے پھونک مارتے رہے حتی کہ دھواں آپ کی داڑھی کے درمیان سے نکل رہا تھا یہاں تک کہ آپ نے ان کے لیے کھانا پکا دیا، پھر اپنے ہاتھ سے انہیں کھلانے لگے حتی کہ وہ سیر ہو گئے اور کھیلنے اور ہنسنے لگے، پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے اسلم! کیا تم جانتے ہو کہ میں باہر کیوں ٹھہرا رہا؟ اسلم نے کہا: نہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے انہیں دیکھا وہ رو رہے تھے، تو مجھے ناپسند ہوا کہ میں چلا جاؤں اور ان کو چھوڑ دوں حتی کہ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ ہنس رہے ہیں۔ جب وہ مسکرائے تو میرا دل خوش ہو گیا۔

(منتخب کنز العمال : ۴/ ۴۱۵۔ البدایة والنہایة:۷/ ۱۳۶)

واقعہ 83:

میں نے ہی ظلم کیا

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے تہبند کے کنارے کو پکڑتے ہوئے آئے، یہاں تک کہ آپ کے گھٹنے ظاہر ہو گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے صاحب نے کوئی خطرہ مول لیا ہے (یعنی کسی سے لڑائی جھگڑا کیا ہے؟) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سلام کیا اور فرمایا: میرے اور ابن خطاب کے درمیان کوئی بات ہو گئی تھی تو میں نے ان کی طرف عجلت کی، پھر میں پشیمان ہوا تو میں نے ان سے سوال کیا کہ مجھے معاف کر دیں لیکن انہوں نے مجھے معاف کرنے سے انکار کر دیا تو میں آپ کی جانب چلا آیا۔

چنانچہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تجھے بخش دے (یہ تین مرتبہ کہا) پھر عمر رضی اللہ عنہ بھی نادم ہوئے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور ان کے متعلق پوچھا لیکن انہیں نہ پایا تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر تھا یہاں تک کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ڈر گئے اور اپنے گھٹنوں پر دوزانو بیٹھ گئے اور فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم' میں نے ہی ناانصافی کی ہے۔ (دومرتبہ فرمایا) چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری جانب بھیجا ہے، پس تم نے کہا: تو نے جھوٹ بولا۔ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو نے سچ بولا' اور انہوں نے اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ میرے دکھ و درد میں شرکت کی' کیا تم میرے لیے میرے صاحب کو نہیں چھوڑ سکتے؟

(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۳۴۶۱)

واقعہ 84:

دیناروں کی پوٹلی

امیرالمومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس اچانک مال آیا تو انہوں نے چارسو دینار لیے اور انہیں ایک پوٹلی میں ڈالا اور اپنے غلام سے فرمایا: یہ سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ' پھر ان کے گھر میں کچھ دیر اپنے آپ کو مصروف ظاہر کرنا حتی کہ تم دیکھو کہ وہ ان کا کیا کرتے ہیں؟ غلام وہ لے کر ان کے پاس گیا اور کہا: امیرالمومنین نے دیناروں کی یہ پوٹلی آپ کے لیے بھیجی ہے اور کہا ہے کہ ان کو اپنی ضروریات میں استعمال کر لیں۔ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھلائی کرے اور ان پر رحم کرے' پھر فرمایا: اے لونڈی! ادھر آؤ' یہ پانچ دینار فلاں کو دے آؤ اور یہ پانچ فلاں کے پاس لے جاؤ حتی کہ ان دیناروں کو ختم کر دیا' اور غلام سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس لوٹا اور آپ کو جو انہوں نے باتیں کیں بتایا اور اس غلام نے آپ کو پایا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان دیناروں کی مثل ایک تھیلی سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

کے لیے بھی تیار کر رکھی ہے۔

چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ اور ان کے گھر میں بھی خود کو مشغول ظاہر کرنا یہاں تک کہ تم دیکھو کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ تو غلام اس پوٹلی کو ان کے پاس لے گیا اور ان سے جا کر کہا: امیر المومنین آپ رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے ہیں کہ ان دیناروں کو اپنی ضروریات میں صرف کر لیں، یہ سن کر سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ آپ پر رحم فرمائے اور آپ پر فضل کرے۔ اے لونڈی! ادھر آؤ' اتنے دینا فلاں کے گھر لے جاؤ اور اتنے دینار فلاں کے گھر اتنے دے آؤ۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو معلوم ہوا تو وہ کہنے لگیں: اللہ کی قسم! ہم بھی مسکین ہیں' کچھ ہمیں بھی دے دیجیے' اس تھیلی میں صرف دو دینار ہی باقی بچے تو آپ نے وہ دونوں انہیں دے دیئے۔ یہ دیکھ کر غلام سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس پلٹا اور اس نے جو آپ نے باتیں کیں وہ بتلائی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کی مثل سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے لیے بھی پوٹلی تیار کر رکھی ہے تو سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا جیسا کہ سیدنا ابوعبیدہ اور سیدنا معاذ رضی اللہ عنہما نے کیا تھا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خوش ہو گئے اور فرمانے لگے: یقیناً یہ سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔(المعجم الکبیر للطبرانی :۲/ ۳۳۔۳۴۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد:۳/ ۴۱۳ ۔التاریخ الصغیر للبخاری ص :۲۹)

واقعہ 85:

قبرستان میں بچہ

رعایا کی خبر گیری کے لیے آپ شام کو نکلے تو آپ کی نظر ایک آدمی پر اٹک گئی جس نے اپنے کندھوں پر اپنے بیٹے کو اٹھایا ہوا تھا' یہ دیکھ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کوئی بیٹا ایسا نہیں دیکھا جو اپنے باپ سے اتنا زیادہ مشابہ ہو' جتنا یہ مشابہ ہے۔ اس آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! اے امیر المومنین! اس کی ماں نے اسے جنم دیا اور وہ خود جنم دیتے ہوئے مر گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تعجب سے کہا: تیرا ناس ہو! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس شخص نے کہا: میں فلاں کے ساتھ لشکر گیا اور میں نے اسے حاملہ چھوڑا' میں

نے کہا کہ میں جو تیرے پیٹ میں ہے اسے اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور جب میں اپنے سفر سے آیا تو مجھے خبر دی گئی کہ وہ مر چکی ہے۔ اسی دوران ایک رات میں اپنے چچا کے بیٹوں کے ساتھ بقیع کے قبرستان میں بیٹھا تھا کہ اچانک قبرستان میں ایک دیئے کی مانند روشنی نظر آئی تو میں نے اپنے چچا کے بیٹوں سے کہا: یہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگے: ہمیں نہیں معلوم! مگر ہم ہر رات فلاں عورت (جو فلاں کی بیوی ہے) کی قبر کے پاس یہ روشنی دیکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ایک کلہاڑی پکڑی، پھر قبر کی طرف چلا۔ وہاں قبر کو کھلا ہوا دیکھا اور یہ بچہ اپنی ماں کی گود میں تھا۔ چنانچہ میں اس کے قریب ہوا تو مجھے ایک پکارنے والے نے پکارا: اے امانت کو اپنے پروردگار کے سپرد کرنے والے! اپنی امانت واپس لے لو، اگر تم نے اس کی ماں کو بھی بطور امانت سپرد کیا ہوتا تو تم اسے بھی پا لیتے۔ چنانچہ میں نے بچے کو لیا تو قبر بند ہو گئی۔ (مناقب امیر المومنین ص: ۷۴)

واقعہ 86:

آہ! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر کتنا افسوس ہے

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کام سے نڈھال ہو کر مسجد کے فرش پر لیٹ گئے اور آپ نے اپنی چادر کو اپنے سر کے نیچے رکھ دیا کہ اسی دوران آپ نے ایک آواز سنی آہ! عمر رضی اللہ عنہ پر کتنا افسوس ہے آپ خوف زدہ ہو کر اٹھے اور آواز کی طرف جلدی سے لپکے تو ایک اعرابی اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھا، اور لوگ اس کے اردگرد تھے۔ لوگوں نے اُس سے کہا: یہ امیر المومنین ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تجھے کس نے ایذاء دی ہے؟ آپ نے اسے کوئی مظلوم خیال کیا۔ اس شخص نے چند اشعار کہے جن میں وہ خشک سالی کی شکایت کر رہا تھا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا وہ پھر چلا کر کہنے لگا: آہ! عمر رضی اللہ عنہ پر کتنا افسوس ہے...... ہائے عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ خشک سالی کا تذکرہ کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ پیٹ بھر کر کھائے اور سیر ہو کر پیئے اور مسلمان تنگی اور خشک سالی میں ہوں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو بہت سارے اونٹ جن پر اناج تھا دیئے اور دو شخص انصار میں سے اس کے ساتھ بھیج دیے، جب اہل یمن کے درمیان اس سارے اناج اور غلے

کو تقسیم کر دیا، جب ان دونوں نے مدینہ واپس پلٹنے کا ارادہ کیا تو ایک شخص کو پایا جو کہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا اور اس کی دونوں پنڈلیاں بھوک کی وجہ سے مڑی ہوئی تھیں۔ جب اس شخص نے ان دونوں کو دیکھا تو نماز توڑ ڈالی اور یہ کہتے ہوئے عجلت سے ان دونوں کی طرف گیا: کیا تم دونوں کے پاس کوئی چیز ہے؟ چنانچہ انہوں نے جو باقی بچا تھا اسے دے دیا اور اس کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بتایا کہ وہ عنقریب تمہاری طرف آئیں گے، تو اس نے اکتاہٹ سے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر توکل کیا تو ہم ضرور ہلاک ہو جائیں گے' پھر اس نے جو سامنے تھا چھوڑ دیا اور نماز کی جانب واپس لوٹا اور اپنے ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے اور اللہ کے حضور خوب گڑگڑایا ابھی اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے سینے کی طرف نہیں لوٹایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش بھیج دی۔ (ابن الجوزی فی المناقب ص :۷۵)

واقعہ 87:

ڈوبنے والا بوڑھا شخص

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالے ہوئے مدینہ کی گلیوں میں سیر کر رہے تھے کہ اچانک آپ نے بلند آواز سے یہ کہا ہائے افسوس! ہائے افسوس! لوگوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اپنی آنکھیں لگا لیں اور ڈرتے ہوئے کہنے لگے امیر المومنین کو کیا ہوا ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس کچھ امراء کی طرف سے ڈاکیا آیا جس نے مجھے خبر دی کہ ان کے درمیان اور راہ گیروں کے درمیان ایک نہر حائل ہوگئی ہے اور انہیں کوئی کشتی نہیں ملی تو ان کے امیر نے کہا: ہمارے لیے کسی ایسے شخص کو تلاش کرو جو نہر کی گہرائی جانتا ہو۔ چنانچہ بوڑھا شخص لایا گیا اور اس بوڑھے آدمی نے مضطرب اور ڈرتے ہوئے کہا: میں ٹھنڈ سے ڈرتا ہوں' مگر اس امیر نے اسے مجبور کر کے نہر میں داخل کر دیا' تو اس کو ٹھنڈ لگ گئی اور وہ پکارنے لگا: ہائے عمر رضی اللہ عنہ! ہائے عمر رضی اللہ عنہ! چنانچہ وہ ڈوب گیا' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس امیر کو لکھا اور اسے اپنی طرف آنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ آیا اور چند دن ٹھہرا آپ اس سے اعراض کیے رہے' پھر فرمایا: اس آدمی نے کیا کیا تھا جو تم نے اسے مار دیا ہے؟ امیر نے عذر بیان کرتے ہوئے کہا:

اے امیر المومنین! میں نے اسے جان بوجھ کر نہیں مارا' ہمیں اس نہر کو عبور کرنے کے لیے کوئی چیز نہیں ملی اور ہم نے ارادہ کیا کہ ہم پانی کی گہرائی جان لیں۔ اور وہ اس میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے کارنامے بتانا چاہ رہا تھا۔ چنانچہ کہنے لگا: ہم نے فلاں اور فلاں کو فتح کیا ہے اور ہمیں فلاں اور فلاں مال ملا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے غصہ سے کہا: مسلمان شخص تمہاری ان خبروں سے میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔ اگر سنت نہ ہوتی تو میں تیری گردن مار دیتا۔ جاؤ اور اس کے گھر والوں کو اس کی دیت ادا کرو' نکل جاؤ' مجھے نظر نہ آنا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ۸/ ۳۲۳۔ کنز العمال: ۱۵/ ۸۱' رقم الحدیث: ۴۰۱۸۹)

واقعہ 88:

درویش حکمران

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو بلایا، اور انہیں کہا: اے سعید! یقیناً میں تمہیں اہل حمص کا والی بناتا ہوں۔ سیدنا سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر رضی اللہ عنہ! میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے آپ فتنے میں نہ ڈالیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا اور غصے میں فرمانے لگے: تمہارا ناس ہو! تم نے یہ بارِ خلافت میری گردن پر رکھ دیا ہے' پھر تم مجھ سے الگ ہو گئے ہو۔ اللہ کی قسم! میں تجھے حمص کا والی ضرور مقرر کروں گا، پھر انہیں حمص کا والی مقرر کر دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا سعید رضی اللہ عنہ کے سفر سے پہلے ان کے قریب ہوئے اور انہیں چپکے سے کہا: کیا ہم تمہارا مشاہرہ (ماہانہ وظیفہ) نہ مقرر کر دیں؟ وہ کہنے لگے: اے امیر المومنین! میں اس کا کیا کروں گا؟ کیونکہ جو بیت المال سے میرا وظیفہ ہے وہ میری ضرورت سے بڑھ کر ہے' پھر وہ حمص کی جانب چلے گئے۔ کافی عرصہ گزر چکا یہاں تک کہ اہل حمص کے کچھ سرکردہ لوگ وفد کی صورت میں امیر المومنین کے پاس آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: تمہارے ہاں جو فقرا ہیں مجھے ان کے متعلق بتاؤ تاکہ میں ان کی ضرورت کو پورا کروں۔ چنانچہ انہوں نے فقراً کے نام بتائے تو ان میں سیدنا سعید بن عامر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیدنا سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کون ہے؟

وہ کہنے لگے: ہمارے امیر ہیں! آپ نے فرمایا: تمہارے حکمران بھی فقیر ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! اللہ کی قسم' ان پر تو کئی دن گزر جاتے ہیں کہ ان کے گھر میں آگ نہیں جلتی۔ (یعنی فاقوں میں دن گزرتے ہیں) چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے حتیٰ کہ آپ کی داڑھی آپ کے آنسوؤں نے بھگو دی' پھر آپ نے ہزار دینار کی طرف قصد کیا اور انہیں ایک پوٹلی میں ڈالا اور فرمایا: میری طرف سے انہیں سلام کہنا اور ان سے کہنا: امیرالمومنین نے تمہارے لیے یہ مال بھیجا ہے تا کہ تم اس کے ذریعے اپنی ضروریات پوری کرسکو۔ وفد پوٹلی لے کر سیدنا سعید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ نے اس تھیلی کو دیکھا تو اس میں دینار تھے۔آپ نے اس پوٹلی کو لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: ''انا لله و انا الیه راجعون''۔ آپ کی بیوی گھبرائی ہوئی یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی: اے سعید! تیرا کیا معاملہ ہے؟ کیا امیرالمومنین فوت ہو گئے ہیں؟ آپ نے کہا: بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہوا ہے!! وہ کہنے لگیں: کیا مسلمانوں کو کوئی واقعہ پیش آیا ہے؟ آپ نے کہا: بلکہ اس سے بھی اہم واقعہ ہوا ہے۔ وہ کہنے لگیں: اس سے بڑھ کر کیا ہوا ہے؟ آپ نے کہا: مجھ پر دنیا داخل ہوئی تا کہ میری آخرت کو خراب کر دے اور فتنے نے میرے گھر پڑاؤ ڈال لیا ہے۔ وہ کہنے لگیں: آپ اس سے نجات پالیں...... اور وہ دیناروں کا معاملہ نہیں جانتی تھی۔آپ نے کہا: کیا اس سلسلہ میں تم میری مدد کرو گی۔ وہ کہنے لگیں: جی ہاں! چنانچہ آپ نے تھیلی سے دینار لیے، اور انہیں مسلمان فقراء میں تقسیم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ سیدنا سعید بن عامر رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والوں پر رحم فرمائے۔

(مختصر تاریخ ابن عساکر:۹/ ۳۱۹۔ حلیۃ الاولیاء : ۱/ ۲۴۵)

واقعہ 89:

سیدنا سعید بن عامر رضی اللہ عنہ اور اہل حمص

انقلابی شہر حمص کی جانب امیرالمومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دوسری مرتبہ کوچ کیا' تا کہ وہاں کے امیر سیدنا سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے احوال دیکھیں اور غمگین لوگوں کے آنسو پونچھیں۔ جب آپ کے سامنے حمص والے حاضر ہوئے' تو آپ نے

فرمایا: اے اہل حمص! تم اپنے عامل کو کیسا پاتے ہو؟

چنانچہ انہوں نے آپ کو سعید رضی اللہ عنہ کی شکایت کی (اسی بناء پر اہل حمص کو چھوٹا کوفہ کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے عمال سے شاکی رہتے ہیں جیسا کہ اہل کوفہ رہتے ہیں) انہوں نے کہا: ان کے کاموں سے ہمیں چار شکایتیں ہیں: یہ ہماری جانب نہیں نکلتے یہاں تک کہ افتاب نصف النہار پر آ جاتا ہے، یہ رات کے وقت کسی کو جواب نہیں دیتے۔ ان کے لیے مہینہ میں ایک دن ہے جس دن یہ ہماری طرف نہیں نکلتے۔ اکثر انہیں لرزہ طاری ہوتا ہے اور سر چکراتا ہے اور بے ہوش ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب کو اور سیدنا سعید رضی اللہ عنہ کو جمع کیا اور فرمایا: اے اللہ! آج کے دن مجھے میری رائے کے بارے میں ناکام و نامراد نہ کرنا' پھر فرمایا: تم ان کے بارے میں کیا شکایت کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: یہ ہمارے پاس نہیں آتے حتی کہ کافی دن نکل آئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے سعید! تم اس کے متعلق کیا کہتے ہو؟ آپ کچھ دیر چپ رہے' پھر فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس کا تذکرہ ناپسند کرتا ہوں' اور میں نے اسے اپنے اور اپنے پروردگار کے درمیان ہی رکھا ہے' لیکن اگر بتانا ضروری ہے تو یہ وجہ تھی کہ میرے گھر میں کوئی نوکر نہیں ہے تو میں اپنا آٹا خود گوندھتا ہوں' پھر میں بیٹھا رہتا ہوں یہاں تک کہ وہ خمیرہ ہو جائے' پھر میں روٹیاں پکاتا ہوں، اس کے بعد میں وضو کرتا ہوں اور پھر میں ان کی طرف نکلتا ہوں۔

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور تم ان سے کیا شکایت کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: یہ رات کو کسی کو جواب نہیں دیتے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ سیدنا سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دن کو ان لوگوں کے لیے اور رات کو اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور تمہیں ان سے کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا: بلاشبہ یہ مہینے میں ایک دن ہماری جانب نہیں نکلتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ سیدنا سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس ان کپڑوں کے سوا اور کپڑے نہیں ہیں جو میں نے پہن رکھے ہیں تو میں انہیں مہینے میں ایک مرتبہ دھوتا ہوں اور جس دن

میں اپنے کپڑے دھوتا ہوں اس لیے میں ان کے پاس نہیں آتا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کو ان سے متعلق اور کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا: ان کے بدن پر رعشہ طاری رہتا ہے جو انہیں مجلس میں موجود لوگوں سے غیر حاضر کر دیتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ سیدنا سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں مکہ میں خبیب بن عدی الانصاری رضی اللہ عنہ کی ہلاکت کے وقت حاضر تھا اس وقت میں مشرک تھا، میں نے قریش کو دیکھا کہ وہ آپ کو بڑی شدت سے زدوکوب کر رہے ہیں، پھر انہیں ایک کھجور کے تنے پر لٹکا دیا اور ان سے کہنے لگے: کیا تمہیں یہ محبوب ہے کہ تمہاری جگہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے؟

خبیب بن عدی کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں تو یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی کانٹا بھی چبھ جائے، میں چونکہ مشرک تھا اس لیے میں نے ان کی کوئی مدد نہیں کی، جب مجھے اس دن اور اس وقت کا خیال آتا ہے تو مجھ پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف بھی کریں گے یا نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے طرز بنائی کے عالم میں فرمایا: تمام حمد اس اللہ کی ہے جس نے سیدنا سعید رضی اللہ عنہ کے متعلق میری رائے کو ناکام نہیں کیا۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱/ ۲۴۵)

واقعہ 90:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نوکروں کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مکہ حج کرنے آئے تو سیدنا صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے لیے کھانا بنایا، صفوان ایک بہت بڑے برتن (ٹب) میں کھانا لائے، جسے چار قوی آدمیوں نے اٹھایا تھا اور کھانا قوم کے سامنے رکھا گیا، تو لوگ کھانے لگے اور نوکر کھڑے تھے۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حیرانگی سے کہا: مجھے کیا ہے کہ میں تمہارے نوکروں کو دیکھتا ہوں وہ تمہارے ساتھ نہیں کھا رہے، کیا تم ان سے بے رغبتی تو نہیں کرتے؟ سفیان بن عبداللہ نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! اے امیرالمومنین! البتہ ہم اپنے آپ کو ان پر ترجیح دیتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سخت غضبناک ہو گئے، پھر فرمایا: قوم کو کیا ہو

گیا ہے کہ وہ اپنے خادموں پر اپنے آپ کو ترجیح دیتے ہیں' اللہ ان کے ساتھ وہی کرے جو انہوں نے کیا' پھر نوکروں سے فرمایا: ہمارے ساتھ بیٹھو اور کھاؤ۔ چنانچہ نوکر بیٹھے اور امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھانے لگے۔

(مناقب امیر المومنین لابن الجوزی ص :۱۱۰)

واقعہ 91:

جو تم خود کھاتے ہو وہی مسلمانوں کو کھلاؤ

عتبہ بن فرقد کو آذر بائیجان میں ایک ''خبیص'' نامی کھانا پیش کیا گیا جو کھجور اور گھی سے بنایا گیا تھا جب انہوں نے وہ کھایا تو اسے شیریں اور خوش ذائقہ پایا اور فرمانے لگے: اللہ کی قسم! کاش کہ ہم یہی کھانا امیر المومنین کے لیے تیار کریں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے لیے دو بڑے بڑے برتن تیار کیے' پھر ان برتنوں کو دو آدمیوں کے ساتھ اونٹ پر سوار کیا اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف دونوں کھانے کے برتن بھیج دیئے۔ جب وہ دونوں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے برتنوں کو کھولا اور فرمایا: یہ کیا ہے؟ ان دونوں شخصوں نے کہا: ''خبیص'' چنانچہ امیر المومنین نے اسے چکھا تو وہ بہت میٹھی اور مزیدار چیز تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں ایلچیوں کی طرف دیکھا، پھر ان سے فرمایا: کیا تمام مسلمان یہی کھاتے ہیں؟ ان دونوں نے کہا: نہیں' تو آپ نے ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ دونوں برتنوں کے ساتھ واپس پلٹ جائیں۔ اور عتبہ بن فرقد کو لکھا: یہ نہ تیرے باپ کی محنت سے ہے اور نہ تیری ماں کی کمائی سے ہے' تم مسلمانوں کو بھی وہی کھلاؤ جو خود تم کھاتے ہو۔

(مناقب امیر المومنین' ص :۱۶۵۔ کنز العمال، رقم الحدیث:۳۵۹۳۷)

واقعہ 92:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو دھمکی دیتے ہیں

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ کے درمیان جھگڑا ہو تو سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان پر کیچڑ اچھالا۔ چنانچہ سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ نے ان کے والد کو ان کی

شکایت کر دی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نذر مان لی کہ وہ ضرور بہ ضرور اس کی زبان کاٹ دیں گے۔ پس جب ابن عمر رضی اللہ عنہما اس بات سے ڈرے تو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا کہ اپ اس بارے میں میرے والد سے کہیں کہ وہ مجھے معاف کر دیں، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے بات کی کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے آپ درگزر کریں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دؤ میں اس کی زبان کاٹوں گا تاکہ یہ میرے بعد سنت ہو جائے جو بھی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دے اس کی زبان کاٹ دی جائے۔ (منتخب کنزالعمال : ۴/ ۴۲۴)

واقعہ 93:

سیدہ ام سلیط رضی اللہ عنہا زیادہ حق رکھتی ہیں

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی عورتوں کے مابین کپڑے بانٹے تو ایک ان میں سے اچھا سا کپڑا باقی بچ گیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود اشخاص میں سے کسی نے کہا: یہ آپ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کو دے دیں جو کہ آپ کہ ہاں ہے' اور وہ اس سے مراد لیتے تھے ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما جو کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس بات سے دور تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو چھوڑ کر اپنے گھر والوں میں سے کسی ایک کے ساتھ امتیازی سلوک کریں۔ آپ نے فرمایا: سیدہ ام سلیط رضی اللہ عنہا اس کی زیادہ حق دار ہے اس لیے کہ وہ ان عورتوں میں سے ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی، اور یہ ہمارے لیے مشکیزے اٹھاتی تھیں تاکہ احد کے دن ان سے ہمیں پانی پلائیں۔ (البخاری فی الفتح :۵/ ۱۲۷)

واقعہ 94:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدہ عاتکہ رضی اللہ عنہا

امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا کی بیٹی شفاء بنت عبداللہ العدویہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا کہ تم صبح میرے پاس آنا۔ چنانچہ وہ صبح آپ کے پاس

آگئیں، اور انہوں نے سیدہ عاتکہ بنت اسید بن ابی العیص رضی اللہ عنہا کو آپ کے دروازے پر پایا تو وہ دونوں اندر داخل ہوئیں، اور گھڑی بھر ان دونوں کے مابین پرسکون اور پست گفتگو چلتی رہی۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عمدہ کپڑا منگوایا اور وہ سیدہ عاتکہ بنت اسید رضی اللہ عنہا کو دے دیا اور اس سے کچھ کم عمدہ کپڑا منگوایا تو وہ سیدہ شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔ چنانچہ شفاء رضی اللہ عنہا نے کہا: اے عمر رضی اللہ عنہ! بلاشبہ میں اس سے قبل اسلام لائی اور میں آپ کے چچا کی بیٹی ہوں اور آپ نے تو میری جانب پیغام بھیجا تھا اور یہ تو آپ کے پاس خود ہی آئی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس کپڑے کو تمہارے لیے ہی اٹھایا تھا لیکن جب تم دونوں اکٹھی ہوگئیں تو مجھے یاد آیا کہ وہ تمہاری نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ قریبی ہے۔ (الاصابہ: ۴/ ۳۵۶)

واقعہ 95:

شہد کا برتن

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بیماری کی شکایت ہوئی، تو آپ رضی اللہ عنہ کے لیے شہد کی مکھی کا شہد تجویز کیا گیا اور بیت المال میں ایک چھوٹا سا شہد کا برتن تھا۔ چنانچہ آپ اپنے گھر سے ڈنڈے کا سہارا لیتے ہوئے نکلے، یہاں تک کہ منبر تک پہنچے اور فرمانے لگے: اگر تم مجھے شہد کے برتن سے متعلق اجازت دو گے تو میں وہ لے لوں گا، وگرنہ یقیناً وہ مجھ پر حرام ہے۔ چنانچہ لوگوں نے آپ کو بطیب خاطر اس کی اجازت دے دی۔

(منتخب کنز العمال: ۴/ ۴۱۸)

واقعہ 96:

اللہ کی کتاب سیکھو!

ایک شخص اکثر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر مال اور اناج لینے کے لیے آیا کرتا تھا، وہ آیا تاکہ مال اور اناج میں سے کچھ حاصل کر لے۔ اسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: سیکھو، اللہ کی کتاب کو اچھی طرح جانو! چنانچہ وہ شخص چلا گیا، اس کے بعد وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

کے دروازے پر نہیں آیا، کچھ عرصے کے بعد جب آپ کی اس شخص سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تم اتنا عرصہ میرے دروازے پر نہیں آئے، چنانچہ اس شخص نے کہا: میں نے اللہ کی کتاب میں وہ پایا ہے جس نے مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے سے مستغنی کر دیا ہے۔ (کنز العمال: ۲/ ۲۸۴' رقم الحدیث: ۴۰۱۵)

واقعہ 97:

قبر سے آواز

ایک روز امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اہل مدینہ کے قبرستان ''بقیع الغرقد'' کے پاس سے گزر ہوا' تو آپ نے فرمایا: اے اہل قبور! تم پر سلامتی ہو' ہمارے ہاں جو باتیں ہیں، وہ یہ ہیں: بلاشبہ تمہاری بیویوں نے نکاح کر لیے' تمہارے گھروں میں سکونت اختیار کر لی گئی اور تمہارے مال بانٹ دیئے گئے۔ ہاتف غیبی سے آواز آئی: آواز نے جواب دیا: ہمارے ہاں کی خبریں یہ ہیں: بلاشبہ جو ہم نے آگے بھیجا وہ ہم نے پالیا' جو کچھ ہم نے خرچ کیا، اس کا ہمیں منافع مل گیا اور جو ہم نے پیچھے چھوڑا اس کا ہم نے نقصان اٹھایا۔ (کنز العمال: ۱۵/ ۷۵۱' رقم الحدیث: ۴۲۹۷۷)

واقعہ 98:

شہید کا بیٹا شہید

یمامہ کی جنگ میں سیدنا طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ شہادت پا گئے، اور ان کے بیٹے سیدنا عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہما کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس دوران کہ سیدنا عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہما سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں بیٹھے ہوئے تھے، کھانا لایا گیا تو سیدنا عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہما آپ سے ایک طرف کو ہو گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شاید تم اپنے ہاتھ کی وجہ سے پرے ہٹے ہو۔ سیدنا عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہما نے کہا: جی ہاں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں کھانے کو اس وقت تک نہیں چکھوں گا جب تک تم میرے ساتھ نہیں کھاتے۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! قوم میں تیرے علاوہ اور

کوئی شخص نہیں ہے جس کے بعض حصے جنت میں ہوں' پھر سیدنا عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہما یرموک کے سال نکلے اور شہید کر دیئے گئے۔

(کنز العمال : ۱۳/ ۵۵۳-۵۵۴' رقم الحدیث:۳۷۴۳۹)

واقعہ 99:

شہد ملا ہوا پانی

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پانی طلب کیا تو ایسا پانی لایا گیا جس میں شہد ملایا گیا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ یقیناً اچھا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی برائی بیان کی ہے جو شہوات کی اتباع کرتی ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ﴾

[سورۃ الاحقاف : ۲۰]

''تم اپنی دنیا کی زندگی میں اپنے مزے اڑا چکے اور اس سے فائدہ لے چکے''۔

چنانچہ میں ڈرتا ہوں اس سے کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ ہمیں جلدی دے دیا جائے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے وہ پانی نہیں پیا۔ (الترغیب والترھیب:۴/ ۱۱۷)

واقعہ 100:

مسلمان کے مشابہ درخت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ باتیں کر رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور اس کی مثال مسلمان کی طرح ہے' تم مجھے بتلاؤ کہ وہ درخت کون سا ہے؟ چنانچہ لوگ جنگل کے درختوں کے متعلق سوچنے لگے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایسے شخص تھے جو اس درخت کو جانتے تھے اور انہیں جواب دینے سے ان کی کم عمری اور نوعمری نے ہی روکا تھا۔ چنانچہ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمیں اس کے بارے میں بتادیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جو ان کے جی میں تھا اپنے والد کو بیان کیا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اس جواب کو کہہ دیتے جو تمہارے جی میں تھا تو مجھے بے حد خوشی ہوتی۔

(صحیح البخاری ، رقم الحدیث:۲۸۱۱)

واقعہ 101:

روم کا بادشاہ اور کھجور

ایلچی نے پر سکون ہوتے ہوئے کہا: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! یہ روم کے بادشاہ کا خط ہے۔ امیر المومنین نے خط کھولا اور اسے پڑھا، اس میں لکھا ہوا تھا امابعد! میرے ایلچیوں نے مجھے بتایا ہے کہ تمہارے ہاں ایک درخت ہے جس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح کے نکلتے ہیں' پھر وہ سفید موتی کی مانند ظاہر ہوتے ہیں' پھر وہ سبز زمرد کی طرح سبز ہوتے ہیں' پھر وہ یاقوت کی مانند سرخ ہو جاتے ہیں' پھر وہ مزیدار فالودے کی طرح پک جاتے ہیں تو اسے کھایا جاتا ہے' پھر جب وہ خشک ہو جائیں تو مقیم کے لیے ذریعہ حفاظت اور مسافر کے لیے توشہ بن جاتے ہیں' اگر میرے ایلچی اپنی بات میں سچے ہیں تو وہ جنت کے درختوں میں سے ہے۔

چنانچہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی جانب جوابی خط لکھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! اللہ کے بندے سیدنا عمر امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی جانب سے روم کے بادشاہ قیصر کے نام: جس نے ہدایت کی پیروی کی اس پر سلامتی ہو۔ امابعد! تیرے ایلچیوں نے تجھے سچ بتایا ہے اور وہ درخت جسے اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کے لیے زچگی کے وقت اگایا تھا۔ تم اللہ سے ڈرو اور اللہ کے علاوہ عیسیٰ علیہ السلام کو معبود نہ بناؤ۔

(کتاب النخلة لابی حاتم السجستانی ص:۱۲۰)

❀❀❀

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

امیر المومنین' تیسرے خلیفہ راشد' عشرہ مبشرہ میں سے ایک، نبی کریم ﷺ کے داماد ذوالنورین دو چمکتے چاندوں کے خاوند سیدنا عثمان بن عفان القرشی رضی اللہ عنہ تھے۔

آپ مکہ مکرمہ میں عام الفیل کے چھ سال بعد پیدا ہوئے، آپ معاشی طور پر گھرانے میں جوان ہوئے' آپ کے والد نے آپ کی تعلیم و تربیت اور تہذیب و تادیب کا خصوصی اہتمام کیا...... آپ رضی اللہ عنہ مال و دولت' طاقت و عزت اور خودداری میں پلے بڑھے...... آپ رضی اللہ عنہ نے پڑھنا' لکھنا اور حفظ کرنا اور روایت کرنا سیکھا۔ عرب کے نسب نامے اور فنون و ادب کو اکٹھا کیا اور واقعات کو پڑھا' اشعار بیان کیے' آپ کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ اشعار یاد تھے۔

آپ نے تجارت کی تو اس میں آپ ماہر تاجر کی حیثیت سے معروف ہوئے، آپ اخلاقِ کریمانہ اور اوصافِ حسنہ کے مالک تھے، آپ اخلاق رذیلہ سے دور رہے' کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا، وجود و سخا سے ایسے مشہور ہوئے گویا کہ پہاڑ پر جھنڈا ہو۔

آپ امانت دار تھے، آپ پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھے، جب آپ نے اسلام قبول کیا تو آپ کے چچا نے آپ کو قید کر دیا اور آپ کو سزا دی' آپ رضی اللہ عنہ مضبوط دل والے تھے اور آپ ایمان پر جمے رہے، آپ نے دو ہجرتیں کیں' حبشہ ہی کی جانب دو مرتبہ کوچ کیا۔

آپ نے نبی مکرم ﷺ کی دو پاکدامن بیٹیوں سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما سے شادی کی اور یہ شادی آسمان سے وحی کے ذریعہ تھی' آپ رضی اللہ عنہ اس شادی سے بے

حد مسرور ہوئے۔

آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں حاضر ہوئے اور اپنی سونتی ہوئی تلوار کے ساتھ لڑائی کی، آپ غزوہ بدر میں متقی پاکدامن سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے بیمار ہونے کی وجہ سے شریک نہ ہوسکے تو آپ رضی اللہ عنہ کے لیے نبی اکرم ﷺ نے مال غنیمت میں سے حصہ مقرر فرمایا، آپ کے لیے نبی پاک ﷺ نے بیعت رضوان کی، نبی معظم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے لیے اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا: یہ ہاتھ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ہے۔

آپ کا جسم سڈول تھا، آپ کی داڑھی گھنی اور چہرہ نہایت خوبصورت تھا۔ آپ کا قد نہ زیادہ لمبا تھا اور نہ زیادہ چھوٹا تھا۔ آپ موٹی پنڈلیوں والے' لمبے بازوؤں والے اور چوڑے کندھوں والے تھے۔ آپ کے مناقب بہت زیادہ ہیں اور آپ کی فضیلتیں بھی کتب احادیث میں بہت ہیں اور آپ اچھی صفات والے او رصاحب کرامات تھے۔ آپ کی گفتار نہایت شیریں اور دلکش تھی، آپ سخی پاکدامن' نرم مزاج اور ساتھیوں سے مانوس خوش اخلاق شخص تھے' آپ بردباری' فیاضی' عزت اور بہادری کے ساتھ معروف تھے۔

آپ زاہدوں کے امیر' عبادت کرنے والوں کے شہ سوار' رقیق القلب بہت زیادہ کثرت سے آنسو بہانے والے تھے آپ ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے' بہت زیادہ صبر کرنے والے اور بہت زیادہ شکر کرنے والے تھے، آپ باحیا اور منکسر المزاج تھے، اللہ کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ خلفاء کے امین اور امیروں کے ساتھی تھے، آپ رضی اللہ عنہ مالداروں میں سے زیادہ معزز تھے کہ آپ نے پانی کا کنواں خریدا اور غزوہ تبوک کے موقع پر رسول پاک ﷺ کی بھرپور مالی معاونت کی، آپ بہت زیادہ مہذب اور بہت زیادہ سخی تھے، آپ نے مصحف شریف (قرآن) کو جمع کیا اور اسے تحریف سے محفوظ فرمایا، اور آپ اس کھانے کو پسند فرماتے جو قلیل ہو اور

ان اعمال کو پسند فرماتے جو بڑے شاندار ہوں۔

آپ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں، اور آپ بہت توبہ کرنے والے خلیفہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام کے پرچم کو بلند فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کئی ملکوں کو فتح کروایا، آپ نے ارمینیہ فتح کیا اور افریقہ سے جہاد کیا اور اسلامی لشکر خراسان میں داخل ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ اسلام کے ساتھ اہل طبرستان کے قریب پہنچ گئے۔ آپ نے سب سے پہلے مسجد حرام اور مسجد نبوی ﷺ کی توسیع فرمائی۔ اور آپؓ نے سب سے پہلے عید کے خطبہ سے نماز کو مقدم فرمایا اور آپ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن پہلی اذان کا حکم صادر فرمایا: پولیس کا نظام قائم کیا، فیصلہ جات کے لیے دار القضاء تعمیر کیا اور عظیم لوگوں کی مجلس مشاورت بنائی۔

آپ کا باغیوں نے محاصرہ کر کے آپ کو شہید کیا، آپ کا خون قرآن کریم پر بہہ پڑا اور آپ کی روح بھلائی اور نعمتوں کے ساتھ پرواز کر گئی...... باغیوں نے آپ کو روزہ کی حالت میں شہید کیا' آپ نے شہادت کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ افطار کی نیت سے روزہ رکھا۔

آپ کی خلافت پر بیعت بروز سوموار ۲۳ ہجری کو ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ بروز جمعۃ المبارک ۳۵ ہجری کو شہید کیے گئے اس وقت آپ کی عمر ۸۲ سال تھی، آپ کو ہفتہ کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان ''حش کوکب'' کے مقام پر دفن کیا گیا، اس جگہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے خریدا تھا پھر اس کے ذریعے جنت البقیع قبرستان میں توسیع کی گئی۔

یہ کتاب مزے دار قصوں اور بلیغ واقعات پر مشتمل ہے' اس میں امیر المومنین' تیسرے خلیفہ راشد کے ابتدائی حالات اور پیدائش سے لے کر آخری حالات اور شہید ہونے تک کی سیرت میں نے جمع کر دی ہے، اور میں نے اس میں ان کی فضیلتیں جمع کی ہیں اور میں نے اس میں ان کے اچھے اخلاق و عادات بیان کی ہیں اور میں نہایت

شاندار واقعات اور عمدہ تحائف لایا ہوں' جو اپنے حجم میں تو چھوٹے ہیں لیکن اپنی قدر و منزلت میں عظیم ہیں۔ میں نے بے بنیاد باتوں سے اسے بچایا ہے اور میں نے اسے من گھڑت قصوں اور غلط باتوں سے خالص کر دیا ہے تا کہ یہ مومنوں کے لیے غور وفکر کا ذریعہ اور نصیحت ہو۔ (اللہ ہی پرہیز گاروں کا دوست ہے)۔

واقعہ 1:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

مکہ میں آفتابِ نبوت روشن ہوا اور اس کی روشنی نے شرک کے اندھیروں کو منتشر کر دیا' وحی صبح کی روشنی کے ساتھ اتری جس نے دلوں کو نئے سرے سے زندہ کر دیا اس خوشگوار فضا میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اپنے سچے دل وضمیر کو لیے تیزی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچی زبان کے ساتھ کلمہ توحید کا اعلان کریں۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کی خبر جنگل کی آگ کی طرح اطراف مکہ میں پھیل گئی، آپ رضی اللہ عنہ کے چچا حکم بن ابی العاص بن امیہ کے دل میں کینے اور غضب کا جوش اٹھ کھڑا ہوا۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو روک لیا اور آپ کو قید کر دیا' آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں باندھ دیئے اور آپ کو غصہ سے کہا: کیا تو اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین کی جانب رغبت کرتا ہے؟ اللہ کی قسم! میں تجھے کبھی نہیں کھولوں گا' یہاں تک کہ تو اس دین کو چھوڑ کر اپنے آباؤ اجداد کے دین کو قبول کرے۔

چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایمان بھری آواز کے ساتھ فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس کو کبھی نہیں چھوڑوں گا اور نہ میں اس سے کبھی جدا ہوں گا' ان مظالم کے باوجود سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ایمان بڑھتا گیا۔ کچھ عرصہ بعد جب آپ رضی اللہ عنہ کے چچا نے آپ رضی اللہ عنہ کے پختہ ایمان اور دین پر ثابت قدمی کو دیکھا تو انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد:۳/ ۴۰)

واقعہ 2:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی

ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کے منہ سے اذیت کے تیر چلے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سخت کبیدہ خاطر ہوئے، اللہ عزوجل نے اس کے جواب میں یہ سورۃ نازل فرمائی:

﴿ تَبَّتْ يَدَآ أَبِيْ لَهَبٍ وَتَبَّ ﴾ [سورۃ تبت: ۱]

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو''۔

ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل اس پر سخت نالاں ہوئے اور ان دونوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام لینے کے لیے آپ کی دونوں بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کو طلاق دلوائی قبل اس کے کہ وہ دونوں اپنے والد نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ کی طرف سے باعزت طور پر آتیں۔

یہ خبر اڑی یہاں تک کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے کانوں تک پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ خوش ہوتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور تیزی کے ساتھ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب آئے اور آپؐ سے سیدہ رقیہ سے شادی کا مطالبہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کر دی اور ان دونوں کی بہترین اور خوبصورت جوڑی تھی۔ لوگ کہا کرتے تھے: حسین ترین جوڑا جسے انسان دیکھ سکتا ہے وہ رقیہ اور ان کے خاوند سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کا ہے۔(تیسر الکریم المنان فی سیرۃ عثمان بن عفانؓ ، ص :۲۰)

واقعہ 3:

میاں بیوی کا جمیل ترین جوڑا

خوش بختی اور شوق کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب کے بیٹے اسامہ بن زید جو چھوٹے لڑکے تھے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کی جانب چلے اور انہوں نے ایک گوشت کا پیالہ اٹھایا ہوا تھا' جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے

بطور تحفہ اپنی بیٹی سیدہ رقیہ اور ان کے خاوند سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کے لیے بھیجا تھا۔

جس وقت چھوٹا لڑکا سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تو اس نے آپ کو بیٹھے ہوئے پایا تو وہ کبھی آپ کی طرف دیکھتا اور کبھی آپ کے خاوند کی طرف دیکھتا' پھر وہ نبی مبشر ﷺ کی جانب واپس پلٹا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تم ان دونوں کے پاس گئے؟ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے ان دونوں سے زیادہ حسین جوڑا دیکھا ہے؟ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! نہیں۔

(تاریخ الخلفاء : ۲۴۲)

واقعہ 4:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حبشہ کی طرف ہجرت

اذیت کے کوڑوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے جسم کو گھیر لیا اور کفر کے کانٹوں نے ارادہ کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ایمان کے کپڑے کو پھاڑ ڈالیں' تو آپ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا فیصلہ کر لیا اور آپ مسلمانوں میں سے پہلے شخص تھے جنہوں نے اپنے گھر والوں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ چنانچہ آپ نے اپنی ہجرت کی خبر کو نبی کریم ﷺ سے چھپایا، جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں نہ پایا تو ان دونوں کے بارہ میں معلومات حاصل کرنے لگے۔ ایک قریشی عورت آئی اور نبی کریم ﷺ سے کہنے لگی: اے ابو القاسم! بلاشبہ میں نے آپ ﷺ کے داماد کو دیکھا ہے کہ وہ کہیں جا رہے ہیں اور ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی ہے جو ایک کمزور گدھے پر تھی اور اسے ہانک رہے تھے اور اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ اپنی نصرت کا معاملہ فرمائے' بلاشک حضرت لوط علیہ السلام کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ اللہ کے راستے میں ہجرت کی۔ (المطالب العالیہ : ۴/ ۵۴۔ وسکت علیه البوصیری وقال الهیثمی فی "المجمع" :۹/ ۸۱ ۔ رواه الطبرانی وفیه الحسن بن زیاد البرجمی ولم اعرفه وبقیة رجاله ثقات)

واقعہ 5:

نجاشی کا امتحان

ابتدائے اسلام میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نجاشی کے پاس سر بلند کرتے ہوئے باعزت طور پر گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے اندر عزت نفس نے انگڑائی لی اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ بھی تھا۔ کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس نے نجاشی کے پاس آتے وقت اپنا سر نہ جھکایا ہو سوائے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے کہ انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ سے نجاشی نے کہا: آپ کو کس چیز نے روکا کہ آپ رضی اللہ عنہ سجدہ کریں جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے سجدہ کیا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کو بھی سجدہ نہیں کرتا۔ (آثار الصحابة :۲/ ۲۶)

واقعہ 6:

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے آپ کی شادی

مدینہ منورہ میں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں، شوق اور ولولے کے ساتھ آپ کی پاکیزہ روح اپنے رب کی جانب پرواز کر گئی۔ غم اور افسوس نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ڈیرہ ڈال لیا، آپ ہمہ وقت مضطرب اور آزردہ رہتے۔ ایک دن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مسجد کی جانب گئے تو دروازے پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عثمان! یہ جبرائیل تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ام کلثوم کی شادی رقیہ کے حق مہر کی مثل کے ساتھ تیرے ساتھ کر دی ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی ام کلثوم سے شادی صرف آسمانی وحی کے ساتھ ہوئی ہے۔ (سنن ابن ماجه رقم الحديث: ۱۱۰، باسناد ضعيف۔ مجمع الزوائد للهيثمي : ۹/ ۸۶، وقال: رواه الطبراني في "الكبير و الاوسط" واسناده حسن)

واقعہ 7:

اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو میں اسکا نکاح بھی تیرے ساتھ کر دیتا

سنہ نو ہجری شعبان المعظم کو سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ زوجہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہا شدید علالت کے بعد ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ بیماری نے اپنے ناخن آپ رضی اللہ عنہا کے جسم میں گاڑ دیئے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ کی قبر پر بیٹھ گئے' آپ کی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں' اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر ام کلثوم کی جدائی اور ان سے پہلے ان کی بہن سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے فراق کی وجہ سے غم واندوہ نے ڈیرہ جما لیا۔ آپ کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پریشان حال اور مغموم چلتے ہوئے دیکھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو پکارا اور پھر یہ کہتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ سے سرگوشی کی: اے عثمان! اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو ضرور بہ ضرور اس کا نکاح بھی میں تمہارے ساتھ کر دیتا۔

(مجمع الزوائد: ۹/ ۸۳۔ طبقات ابن سعد: ۳/ ۴۱)

واقعہ 8:

اخلاق کے اعتبار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ

ایک روز نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے پاس آئے، وہ اپنے خاوند سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا سر دھو رہی تھیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹی! ابو عبداللہ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو کیونکہ وہ اخلاق کے لحاظ سے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سب سے زیادہ میرے مشابہ ہے۔

(مجمع الزوائد للهيثمی رقم الحديث:۱۴۵۰۰' ورجاله ثقات)

واقعہ 9:

ایسا شخص جس سے فرشتے بھی شرماتے ہیں

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تنہا ایسے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اپنے سینے کو حیا

کے ساتھ لپیٹا، ان کا دل تروتازہ خالص نرم مزاجی اور شفافیت سے بھر گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے اخلاق ایسے ہیں کہ فرشتے بھی ان پر رشک کرتے ہیں۔

ایک دن نبی اکرم ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر اپنی پنڈلی سے کپڑا ہٹائے ہوئے لیٹے تھے' تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور نبی کریم ﷺ اپنی حالت پر ہی رہے اور آپ کو اجازت دے دی' اور ان کے ساتھ جتنا اللہ نے چاہا باتیں کیں' پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی تو انہیں اجازت دے دی اور آپ ﷺ اسی طرح رہے اور آپ ﷺ ان کے ساتھ جس قدر اللہ نے چاہا باتیں کرتے رہے' پھر سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو نبی مکرم ﷺ سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے کو سیدھا کیا اور اپنی پنڈلی کو ڈھانپ لیا' پھر آپ کو اجازت دی اور آپ رضی اللہ عنہ سے جو اللہ نے چاہا بات کی۔

چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حیران ہوتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے آپ ﷺ نے اپنی پنڈلیوں کو نہیں ڈھانپا ان کے لیے نہیں ہلے اور نہ ان کی پرواہ کی' پھر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے تو بھی آپ ﷺ نے اپنی پنڈلیوں کو نہیں ڈھانپا، لیکن جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں کو درست کرلیا۔

نبی معظم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اور آپ ﷺ کے دونوں ہونٹوں پر ہلکی مسکراہٹ تھی جو موتی کی مانند آپ ﷺ کے دانتوں پر عیاں تھی: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! کیا میں ایسے شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم ، رقم الحدیث: ۲۴۰۱)

واقعہ 10:

میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے راضی ہوں

بھوک کے سائے نے نبی اکرم ﷺ کے گھر والوں پر حملہ کر دیا اور چار دن

تک ان کا محاصرہ کیا۔ یہاں تک کہ ان کے پیٹ میں تکلیف ہونے لگی اور ان کے بچے رونے لگے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! کیا میرے بعد تمہیں کوئی چیز ملی؟ وہ کہنے لگیں: کہاں سے؟ اللہ تو صرف ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ہی دے گا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور اللہ سے دعا کرنے لگے اور اس کی طرف گڑگڑانے لگے۔

دن کے آخری حصہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ آئے' ان کے ہاتھوں خیر جاری ہوئی اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہ سے پردہ کیا، پھر آپ کو اجازت دے دی۔ چنانچہ آپ اندر آئے اور آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنجیدگی سے فرمایا: اے ہماری ماں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پریشانی سے فرمایا: اے میرے بیٹے! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے چار دن سے کچھ نہیں کھایا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ رو دیئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے' آپ رضی اللہ عنہ نے روتی ہوئی آواز میں فرمایا: دنیا کے لیے بیزاری۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ ہوا کی سی تیزی سے نکلے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کی طرف آٹا' گندم، کھجوریں، اور ایک بکری ذبح شدہ اور ایک تین سو درہم کی تھیلی بھیجی' لیکن یہ سب سامان نبی علیہ السلام کے گھر بھیجنے کے لیے کچھ وقت درکار تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی جانب روٹیاں اور کافی سارا بھنا ہوا گوشت بھیج دیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے ہونٹوں سے اپنے کیے پر خوشی کی وجہ سے مسکراہٹ بلند ہوئی: تم یہ کھاؤ! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے تک اس سے اور تیار کر لو' پھر آپ رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں قسم دی کہ اگر انہیں اس قسم کی کوئی تکلیف ہو تو وہ مجھے ضرور بتائیں۔

کچھ دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوک کی وجہ سے کمزور آواز کے ساتھ فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! کیا میرے بعد تمہیں کوئی چیز ملی؟ آپ رضی اللہ عنہا نے چمکتے چہرے کے ساتھ فرمایا: جی ہاں' اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے معلوم تھا کہ یقیناً

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا کرنے نکلے ہیں اور مجھے یہ بھی علم تھا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو خالی نہیں لوٹائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیا ملا ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو آٹے، گندم اور کھجور وغیرہ کے بوجھ کے بارے میں بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کس شخص کی جانب سے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف سے، وہ میرے پاس آئے تو میں نے انہیں بتلایا تو وہ رو دیئے اور انہوں نے دنیا کا ناپسندیدگی اور بے زاری کے ساتھ تذکرہ کیا اور مجھے اس بات کی قسم دی کہ اس قسم کی صورت جب بھی ہمیں پیش آئے تو مجھے بتلانا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بیٹھے اور نہ کھایا اور جلدی سے مسجد کی طرف چلے اور گڑگڑاتے ہوئے اپنے رب کے سامنے اپنے ہاتھ بلند فرمائے: اور کہا: اے اللہ! بلاشبہ میں عثمان رضی اللہ عنہ سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہوجا، اے اللہ! یقیناً میں عثمان رضی اللہ عنہ سے خوش ہوں تو بھی اس سے خوش ہوجا۔ (الرقة والبکاء لابن قدامه المقدسی ص ۱۸۷۔ تحقیق: محمد خیر رمضان دار القلم ۲۰۰۱ء)

واقعہ 11:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور کنویں کا مالک یہودی

آپ رضی اللہ عنہ کے ایسے اخلاق تھے، جو دلوں کو موہ لیتے، اس پر مستزاد آپ کی فیاضی اور سخاوت تھی۔ مدینہ میں مسلمانوں کے دل جم گئے اور یہ وہاں اطمینان وسکون کے ساتھ رہ رہے تھے، لیکن ان کو پانی کی سہولت میسر نہ تھی، جس کی وجہ سے ان کو حد درجہ مشقت برداشت کرنی پڑتی۔ مدینہ میں ایک رومۃ نامی کنواں تھا جو میٹھے پانی کے ساتھ بہتا تھا اور وہ ایک یہودی شخص کی ملکیت تھا جو اس کا پانی مسلمانوں کو بیچتا تھا تو ان میں سے جس کے پاس پیسے نہ ہوتے وہ پانی حاصل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ یہ بات ان پر گراں گزری اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور اپنی شفقت بھری آواز کے ساتھ انہیں وعظ ونصیحت

کرنے لگے اور انہیں اس کنویں کے خریدنے سے متعلق ترغیب دلانے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کون شخص اس رومۃ کنویں کو خریدے گا اور اپنے ڈول کو مسلمانوں کے ڈولوں کے ساتھ ملائے گا تو اسے اس کے عوض جنت میں بہتر بدلہ ملے گا؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے کان میں نبی مکرم ﷺ کے کلمات پڑے اور آپ رضی اللہ عنہ کے دل میں گھر کر گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے کیف و سرور کے ساتھ جلدی کی اور کوشش کے بازو کو تیز چلایا اور یہودی سے سودا کرنے لگے یہاں تک کہ آپؓ نے اس کا نصف بارہ ہزار درہم کے عوض خرید لیا اور اس کو مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا، مسلمان اس سے پینے لگے اور وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دن میں پانی ذخیرہ کرتے یہودی نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عثمان! تم نے تو میرا کنواں خراب کر دیا' تم اس کا بقیہ آدھا حصہ بھی مجھ سے آٹھ ہزار درہم میں خرید لو۔(جامع ترمذی ، رقم الحدیث: ۳۷۰۳)

واقعہ 12:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہیں

جس وقت نبی اکرم ﷺ ''بئر اریس'' (اریس نامی کنویں) کے پاس آئے اور اس سے آپ رضی اللہ عنہ نے وضو فرمایا' پھر کنویں پر بیٹھ گئے۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ نعرہ بلند کیا کہ ''آج کے دن میں ضرور بہ ضرور رسول اللہ ﷺ کا دربان بنوں گا''۔ چنانچہ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس آئے' آپ ﷺ کو سلام کیا' پھر واپس مڑے تا کہ مخلوق کے سردار اور اللہ کے سچے دوست محمد ﷺ کے دربان کی حیثیت سے کنویں کے دروازے پر بیٹھیں۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے کنویں کے دروازے کو دھکیلا جو کہ کھجور کی ٹہنیوں سے بنا ہوا تھا' تو سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: کون ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے کہا: ذرا ٹھہرو! پھر سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے' اور آپ کو بتایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں' جو اجازت چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں اجازت دے دو' اور ان کو

جنت کی بشارت دو۔ چنانچہ سیدنا ابوموسیٰ ؓ سیدنا ابوبکر ؓ کے پاس آئے اور انہیں کہا: داخل ہو جائیں! اللہ کے رسول ﷺ آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ سیدنا ابوبکر ؓ داخل ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے دائیں جانب بیٹھ گئے اور ابوموسیٰ دروازے کے پاس اپنی جگہ کی طرف پلٹے تو وہاں کوئی انسان اسے ہلا رہا تھا۔

ابوموسیٰ پکارے: یہ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: سیدنا عمر بن خطاب ؓ۔ انہوں نے کہا: ذرا ٹھہرو' پھر سیدنا ابوموسیٰ ؓ نبی مکرم ﷺ کے پاس آئے، اور آپ کو سلام کہا' پھر آپ ﷺ سے کہنے لگے: سیدنا عمر ؓ اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو اجازت دو اور جنت کی اسے خوش خبری سنا دو۔ سیدنا ابوموسیٰ ؓ سیدنا عمر بن خطاب ؓ کے پاس آئے اور انہیں کہا: داخل ہو جایئے! اللہ کے رسول ﷺ آپ کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا عمر ؓ داخل ہوئے اور نبی معظم ﷺ کے بائیں جانب بیٹھ گئے۔

کچھ دیر بعد ایک اور آدمی آیا اس نے دروازہ ہلایا تو سیدنا ابوموسیٰ ؓ نے کہا: کون ہے؟ اس نے فرمایا: سیدنا عثمان بن عفان ؓ۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری ؓ نے کہا: ذرا ٹھہریئے! پھر ابوموسیٰ اشعری ؓ گئے اور نبی رحمت ﷺ کو خبر دی تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: اسے اجازت دے دو اور انہیں آزمائش کے ساتھ جو انہیں پہنچے گی جنت کی بشارت دے دو۔ چنانچہ ابوموسیٰ سیدنا عثمان ؓ کے پاس آئے جو کہ دروازے کے سامنے کھڑے تھے اور انہیں کہا: داخل ہوں! آپ کو رسول اللہ ﷺ آزمائش کے ساتھ جو آپ کو پہنچے گی جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا عثمان ؓ نے فرمایا اور آپ کا چہرہ پریشانی سے مرجھا گیا: اے اللہ! صبر عطا کرنا۔ (صحیح مسلم، رقم' ۲۴۰۳)

واقعہ 13:

تنگ حال لشکر

دست سخاوت نے آپ کو دنیا سے دور رکھا ہوا تھا۔ اور مال و متاع آپ کی نظر میں امانت رکھی ہوئی چیز تھی کہ جب اسے اس کے عنایت کرنے والے نے مانگ

لیا تو اسی کی راہ میں لگا دیا۔

غم اور افسوس کے ساتھ نبی اکرم ﷺ منبر پر چڑھے اور لوگوں کو اللہ کی راہ خرچ کرنے پر برانگیختہ کرتے ہوئے فرمایا: تنگ حال لشکر کو کون شخص تیار کرے گا؟ قوم کے سروں پر سکون چھا گیا اور مجھ پر خاموشی طاری ہوگئی۔ چنانچہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تا کہ اس خاموشی کو توڑیں' آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں سو اونٹ اپنے ٹاٹ اور پالان سمیت میرے ذمہ ہیں۔

پھر نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو تنگ حال لشکر کو تیار کرے؟ چنانچہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اٹھے اور نبی کریم ﷺ کی پکار کا جواب دینے لگے' کہ اے اللہ کے رسول! میرے ذمہ اللہ کی راہ میں دو سو اونٹ اپنے کجاوے کے ساتھ ہیں' پھر تیسری مرتبہ نبی کریم ﷺ کی آواز بلند ہوئی: تنگ حال لشکر کو کون تیار کرے گا؟ چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پھر آپ ﷺ کو جواب دیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی راہ میں تین سو اونٹ اپنے کجاووں اور دریوں سمیت میرے ذمہ ہیں۔ نبی رحمت ﷺ منبر سے اترے اور آپ کا چہرہ کھلا ہوا تھا اور فرمانے لگے: اس کے بعد عثمان اگر کوئی عمل نہ بھی کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں' یعنی یہی عمل سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو جنت میں لے جائے گا۔(جامع ترمذی ، رقم الحدیث :۳۷۰۰)

واقعہ 14:

تم سب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی پیروی کرو

جلا دینے والے سورج کی شعاعوں سے دور ہوتے ہوئے نبی معظم ﷺ ایک بڑے درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ اس دوران کہ نبی معظم ﷺ وحی لکھوا رہے تھے اور کاتب آپ ﷺ کے الفاظ تحریر کر رہا تھا' عبداللہ بن حوالہ ازدی آیا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: اے ابن حوالہ! کیا ہم تجھے لکھ دیں؟ تو وہ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول رضی اللہ عنہ! کس میں؟ ابن حوالہ نے واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا: پس آپ ﷺ نے

مجھ سے منہ پھیرلیا اور اپنے کاتب کی طرف متوجہ ہوئے اسے املا کرانے لگے' پھر آپ ﷺ نے اپنا سر میری جانب اٹھایا اور فرمایا: اے ابن حوالہ! کیا ہم تجھے لکھ دیں؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کس میں؟ چنانچہ آپ ﷺ نے مجھ سے اعراض کیا اور اپنے کاتب کی جانب منہمک ہو گئے اس کو املاء کروانے لگے تو میں نے دیکھا کاتبان وحی میں عمر بھی ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن حوالہ! کیا ہم تجھے لکھ دیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن حوالہ! تو فتنوں میں کیا کرے گا جو زمین کے کناروں سے نکلیں گے گویا کہ گائے کے سینگ ہیں۔ میں نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ میرے لیے کیا پسند فرماتے ہیں؟ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم دوسرے فتنہ میں کیا کرو گے جو اس کے بعد نکلے گا اور پہلا فتنہ اس میں خرگوش کے پھولنے کی مانند ہو گا؟ میں نے کہا: میں نہیں جانتا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے میرے لیے کیا اختیار کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی پیروی کرو'' اور نبی کریم ﷺ نے اس وقت ڈھنپے ہوئے شخص کی طرف اشارہ فرمایا تو ابن حوالہ اس آدمی کی طرف چل دیا جس کی طرف نبی کریم ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا یہاں تک کہ اسے جا ملے اور اسے اس کے کندھوں سے پکڑ کر روکا اور اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے' پھر آپ ﷺ سے کہا: کیا یہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں' چنانچہ ابن حوالہ نے اس شخص کی طرف دیکھا تو وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ (مسند احمد:۴/ ۱۰۹' و ذکرہ احمد فی فضائل الصحابۃ' رقم :۷۱۹۔ تحقیق: وصی اللہ بن محمد طبع دار ابن الجوزی)

واقعہ 15:

سخت مصیبت دور ہو گئی

غزوات میں سے کسی غزوہ میں مسلمانوں کو سخت تنگی اور مشکل ہوئی حتی کہ مسلمانوں کے چہروں پر حزن وملال ظاہر ہو گیا اور منافقین کے چہروں پر خوشی نمایاں

ہوگئی۔ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھا تو فرمایا: اللہ کی قسم! سورج غائب نہیں ہو گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں رزق نہ دے دے۔

چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے چودہ کھانے سے لدی ہوئیں سواریاں خریدیں اور ان میں سے نو نبی اکرم ﷺ کی طرف بھیج دیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھا تو فرمایا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی طرف بطور ہدیہ بھیجی ہیں' تو نبی مکرم ﷺ کا چہرہ دمک اٹھا، آپ ﷺ کے چہرے میں فرحت دکھائی دینے لگی اور منافقین کے چہروں پر غم نمایاں ہو گیا' پھر نبی کریم ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے اور دعا کرنے لگے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اتنے ہاتھ بلند کیے کہ آپ کی بغل کی سفیدی دکھائی دینے لگی اور آپ ﷺ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے ایسی دعا مانگ رہے تھے کہ میں نے اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد ایسی دعا سنی جو آپ ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے مانگی ''اے اللہ! عثمان کو جنت عطا فرما...... اے اللہ! عثمان کے ساتھ بھلائی فرما''۔ (مجمع الزوائد للھیثمی :۹/ ۹۹' وقال: رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر واسنادہ حسن)

واقعہ 16:

جنت میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گل دستے کے وسط میں نبی اکرم ﷺ بیٹھے' جنت اور اس کی نعمتوں کے متعلق فرما رہے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس دوران کہ میں بیٹھا ہوا تھا' اچانک جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے اپنے دائیں پر کے اوپر سوار کیا اور مجھے جنت عدن میں لے گئے جس وقت میں اس میں تھا تو میں نے اپنی آنکھ سے اس میں ایک سیب دیکھا تو سیب کے دو حصے ہو گئے اور اس سے ایک دوشیزہ نکلی' میں نے اس سے زیادہ حسین وجمیل کوئی

عورت نہیں دیکھی، اس نے اللہ کی ایسی تسبیح بیان کی کہ جس کی مثل نہ پہلوں نے سنی اور نہ بعد والوں نے سنی۔

میں نے اس سے پوچھا: تو کون ہے؟ وہ کہنے لگی: میں ''حوراء'' ہوں' مجھے میرے پروردگار نے اپنے عرش کے نور سے پیدا کیا ہے۔ میں نے کہا: تو کس شخص کے لیے ہے؟ وہ کہنے لگی: میں دین دار' امانت دار مظلوم خلیفہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے لیے ہوں۔ (المطالب العالیہ لابن حجر: ۴/۵۵' دسکت عنہ البوصیری)۔

واقعہ 17:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے اپنا ہاتھ رکھتے ہیں

بغیر کسی خوف اور تردد کے، مضبوط قدموں کے ساتھ جو مشکلات کے کانٹوں کا کچل ڈالیں اور مصیبتوں کے سوراخوں کو منہدم کر دیں' سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بطور ایلچی اہل مکہ کی طرف گئے تا کہ انہیں بتائیں کہ وہ لڑنے کے لیے نہیں آئے۔

جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو واپسی میں تاخیر ہوگئی تو آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر پھیل گئی' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم اس جگہ سے نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ ہم اس قوم سے لڑائی نہ کرلیں''۔ لوگ کھڑے ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے اس بات پر بیعت رضوان کرنے لگے کہ وہ لڑائی سے نہیں بھاگیں گے اور موت پر بیعت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کام گیا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھا اور کہا میرا یہ ہاتھ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے۔

(جامع ترمذی ، رقم' ۳۷۰۲۔ سیرۃ ابن ھشام : ۳/ ۳۲۸)

واقعہ 18:

ذوالنورین

ایک دن عبداللہ بن عمر بن ابان جعفی اپنے ماموں حسین جعفی کے پاس بیٹھ

گئے اور دونوں نے امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے متعلق گفتگو شروع کی۔
حسین جعفی نے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا نام ذوالنورین کیوں رکھا گیا؟ تو اس (عبداللہ) نے کہا: نہیں۔ وہ کہنے لگے: جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا ہے اس وقت سے لے کر قیامت تک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں جمع نہیں ہوئیں، اسی لیے ان کا نام "ذوالنورین" "یعنی دونوروں والا" رکھا گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۴۰)

واقعہ 19:

اُحد! ٹھہر جاؤ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احد پہاڑ پر سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم چڑھے تو پہاڑ ہلنے لگا اور وہ ان خوشی، بے خودی اور شوق سے لرزنے لگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کو فرمایا: اے احد! رک جا، تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔
نبی: وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صدیق: وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور دو شہید: وہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس میں اشارہ ہے اس بات پر کہ آپ دونوں عنقریب شہید ہونے والے ہیں۔
(جامع ترمذی کتاب رقم، ۳۶۹۷۔ وقال: حدیث حسن صحیح)

واقعہ 20:

دیناروں کا مالک

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے ظاہری طور پر اور پوشیدہ طور پر خرچ کرنے کو بے مہار آزاد چھوڑ دیا تنگ حال لشکر کی تیاری کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لشکر تیار کرنے سے رکے اور کوچ کرنے کا اراد کیا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ عظیم لوگوں کی انکساری کے ساتھ آئے اور اپنے کشادہ کپڑے کی آستین میں ایک ہزار دینار چھپائے ہوئے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بکھیر دیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے

سامنے اسے الٹ پلٹ رہے تھے اور خوش ہوکر کہہ رہے تھے: آج کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اگر کوئی عمل نہ بھی کرے تو اس کو کوئی نقصان نہیں۔ آج اس دن کے بعد اگر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کوئی بھی عمل نہ کرے تو اسے کچھ خسارہ نہیں۔

(جامع ترمذی ، رقم الحدیث:۳۷۰۱)

واقعہ 21:

اہل جنت کا ایک شخص

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور وہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں اہل جنت میں سے کوئی شخص دکھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمان اہل جنت سے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ دھاوا بولیں گے ایسے جنتی شخص پر جو لوگوں سے بیعت لیتا ہے جبکہ اس نے دھاری دار سوتی کپڑے سے عمامہ باندھ کر منہ کو لپیٹا ہوا ہے۔

عبداللہ بن حوالہ کہتے ہیں: ہم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر چڑھائی کی وہ لوگوں سے بیعت لیتے تھے اور وہ حبرہ دھاری دار چادر سے عمامہ باندھے ہوئے اور پلو سے چہرہ کو چھپائے ہوئے تھے۔ (احمد فی الفضائل :۸۴۲۔ احمد فی فضائل الصحابہ : ۸۴۵۔ مستدرك حاكم : ۳/ ۹۸)

واقعہ 22:

ہر بے یار و مددگار کے امیر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں بیٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن رہے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوعمرو! قریب ہو جاؤ' اے ابوعمرو! نزدیک ہو جاؤ' آپ مسلسل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوتے گئے' یہاں تک کہ آپ کا گھٹنا آپ کے گھٹنے کے ساتھ مل گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی جانب دیکھا اور فرمایا: سبحان اللہ

العظیم (اللہ بلند و پاک ہیں) تین مرتبہ فرمایا۔

پھر یہ کہتے ہوئے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا: کہ آپ کا مرتبہ تو اہل آسمان میں بھی ہے، تم ان لوگوں میں سے ہو جو میرے حوض پر اس حال میں وارد ہوں گے کہ ان کی گردن کی رگوں سے خون بہہ رہا ہو گا۔ چنانچہ میں ان سے کہوں گا: یہ تیرے ساتھ کس نے کیا ہے؟ تو وہ کہے گا: فلاں بن فلاں نے' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: سن رکھو' بلاشبہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہر بے یار و مددگار کے والی و امیر ہیں۔ (احمد فی فضائل الصحابہ :۱/۸۷۱۔ الاصابة لابن حجر:۱/ ۵۶۰' والحدیث ضعیف)

واقعہ 23:

ایک شخص عثمان رضی اللہ عنہ سے پناہ لیتا ہے

فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے چار اشخاص کے سوا تمام لوگوں کو امان دے دی اور فرمایا: ان (چاروں) کو قتل کر دو اگر چہ تم انہیں کعبہ کے غلاف کے ساتھ چمٹا ہوا پاؤ۔ (وہ چار یہ ہیں) عکرمہ بن ابی جہل' عبداللہ بن خطل' مقیس بن صبابة اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔

چنانچہ عبداللہ بن خطل کو کعبہ کے غلاف کے ساتھ چمٹے ہوئے پکڑ لیا گیا اور اس کی جانب سعید بن حارث بڑھے اور اس کو قتل کر دیا' عکرمہ آ گئے اور مسلمان ہو گئے اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح آئے اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاں چھپ گئے۔ جب نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو آپ رضی اللہ عنہ اس کو لے کر آئے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے کھڑا کر دیا اور وہ اسلام لے آئے۔(اسد الغابة: ۴/ ۷۰)

واقعہ 24:

اللہ کی پوشاک کو نہ اتارنا

نبی مکرم ﷺ نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا تو آپ

آئے حتیٰ کہ آپؐ کے سامنے بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے ان سے بہت باتیں کیں' پھر ان کے کندھے کے درمیان مارا اور ان سے فرمایا: اے عثمان! بے شک عنقریب اللہ تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے گا' اگر منافق لوگ اسے تم سے اتارنے کا ارادہ کریں تو تم اس کو نہ اتارنا یہاں تک کہ تم مجھ سے آملو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے عثمان! بلاشبہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں ایک پوشاک پہنائیں گے اور اگر منافقین تجھ سے اس کے اتارنے کا مطالبہ کریں تو تم اسے نہ اتارنا حتی کہ تم مجھے آملو۔ یہ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا۔(مسند احمد: ۶/ ۸۶-۱۴۹۔ احمد فی الفضائل :۸۱۶)

واقعہ 25:

اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے ہاں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی منزلت

مکہ مکرمہ میں جہاں حاجیوں کے وفود فضاؤں کو معطر کرتے ہیں' رب رحمٰن کے مہمانوں میں سے ایک عورت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تسبیحات کے گھیرے میں آئی اور آپ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگی: بلاشبہ آپ کا ایک بیٹا آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ رضی اللہ عنہا سے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھتا ہے' جبکہ لوگ آپ کو گالیاں دیتے ہیں۔

یہ سن کر آپ آگ بگولہ ہوگئیں اور فرمانے لگیں: اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر لعنت کرتا ہے' اللہ کی قسم! آپ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ میری جانب اپنی پیٹھ کی ٹیک لگائے ہوئے تھے اور سیدنا جبرائیل علیہ السلام آپ کی طرف قرآن وحی کر رہے تھے تو سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو فرمایا: اے عثیم! لکھو' اللہ عزوجل صرف اسی کو اس مقام پر اتارتا ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول کے ہاں معزز ہو۔(مسند احمد (۶/ ۲۵۰۔ احمد فی الفضائل :۸۱۳)

واقعہ 26:

نیکی کے شاہ سوار اور مسجد کی توسیع

نبی کریم ﷺ کے دور میں مسجد جائے درس اور اجتماع گاہ تھی' اسی میں نمازیں

پڑھی جاتیں، اور اسی میں درس دیئے جاتے اور اسی سے لشکر بھیجے جاتے تھے۔ جب فتوحات کی کثرت ہوگئی، اور کئی وفود آئے جنہوں نے اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا، نمازی بہت زیادہ ہو گئے یہاں تک کہ لوگوں کے لیے مسجد تنگ ہوگئی اور نبی کریم ﷺ نے مسجد کی ایک جانب کا ٹکڑا زمین خریدنے کی رغبت دلائی تاکہ مسجد کو وسیع کیا جائے اور نمازیوں کے لیے مسجد تنگ نہ ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا: فلان زمین کا ٹکڑا کون شخص خریدے گا اور اس کو مسجد میں ملاکر بڑھا دے گا تو اسے جنت میں اس کا بہتر اجر ملے گا؟

چنانچہ نیکی و بھلائی کے شاہ سوار سیدنا عثمان بن عفان ؓ نے جلدی کی اور اسے اپنے اصل مال سے پچیس ہزار درہم کے عوض خریدا اور اسے مسجد میں ملا دیا۔

(صحیح سنن ترمذی، رقم : ۲۹۲۱۔ صحیح سنن النسائی :۲/ ۷۶۶)

واقعہ 27:

نبی مکرم ﷺ کا سیدنا عثمان ؓ سے وعدہ

نبی کریم ﷺ اپنے بستر مرض پر سوئے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے کمزور آواز کے ساتھ فرمایا: میرے چند ساتھیوں کو میرے پاس بلاؤ۔ چنانچہ سیدہ عائشہ ؓ نے فرمایا: سیدنا ابوبکر ؓ؟ آپ نے فرمایا: نہیں، سیدہ عائشہ ؓ نے فرمایا: سیدنا عمر ؓ؟ آپ نے فرمایا: نہیں، آپ نے فرمایا: آپ کے چچا کے بیٹے سیدنا علی ؓ؟ آپ نے فرمایا: نہیں، سیدہ عائشہ ؓ نے فرمایا: سیدنا عثمان ؓ؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں، جب سیدنا عثمان ؓ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ ؓ سے فرمایا: ایک طرف ہو جاؤ، اور نبی مکرم ﷺ سیدنا عثمان ؓ سے پوشیدہ بات کرنے لگے، سیدنا عثمان ؓ کا رنگ متغیر ہونے لگا۔

چنانچہ جس وقت باغیوں نے سیدنا عثمان ؓ کے گھر کا محاصرہ کرلیا تو وہ کہنے

لگے: اے امیر المومنین ؓ! آپ قتال کیوں نہیں کرتے؟ آپ ؓ نے فرمایا: نہیں! بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک وعدہ لیا تھا' اور میں اسی پر اپنے نفس کے ساتھ صبر کرنے والا ہوں۔ (مسند احمد بن حنبل:۱/ ۵۸-۶۹۔ احمد فی الفضائل :۸۰۴)

واقعہ 28:

سیدنا عثمان ؓ اور بیوپاری لوگ

آسمان نے اپنا پانی روک لیا' کھیتی سوکھ گئی' چوپائے مرنے لگے اور قحط نے تروتازگی کے جگروں میں اپنے ناخن گاڑ لیے۔ چنانچہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ سیدنا ابوبکر ؓ کے پاس گروہ کی شکل میں اکٹھے ہوئے اور افسوس سے کہنے لگے جبکہ ان کے چہروں پر غم نمایاں تھا اور بھوک نے ان کی انتڑیوں کو پھاڑ ڈالا: آسمان نہیں برساتا' زمین نہیں اگاتی اور لوگ سخت تکلیف میں ہیں۔

چنانچہ سیدنا ابوبکر ؓ نے اللہ پر یقین اور امید بھری آواز کے ساتھ فرمایا: پلٹ جاؤ اور صبر کرو' یقیناً تم شام نہیں کرو گے مگر اللہ کریم تم سے تنگی دور کر دے گا۔

زیادہ وقت نہیں گزرا تھا' یہاں تک کہ سیدنا عثمان بن عفان ؓ کے ملازمین شام سے آئے اور آپ کو خوشخبری دے رہے تھے کہ وہ سو سواریاں گندم اور اناج کی لائے ہیں۔ بیوپاری سیدنا عثمان ؓ کے گھر کی طرف تیزی سے بڑھے اور آپ کا دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ ان کے پاس آئے۔ انہوں نے آپ سے کہا: زمانہ قحط زدہ ہے' آسمان سے بارش نہیں برستی، زمین سے کچھ نہیں اگتا اور لوگ شدید مصیبت میں مبتلا ہیں۔ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ ؓ کے پاس اناج ہے تو آپ ہمیں وہ اناج فروخت کر دیں تاکہ ہم مسلمان فقراء کو خوش حال کر دیں۔ چنانچہ سیدنا عثمان ؓ نے انشراح صدر سے فرمایا: تم اندر داخل ہو اور خرید لو۔ تاجر حضرات اندر آئے اور انہوں نے اناج گھر میں پڑا ہوا دیکھا تو سیدنا عثمان ؓ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اے تاجروں کی جماعت! تم میری شام سے قیمت پر مجھے کتنا منافع دیتے ہو؟ انہوں نے کہا: دس کے

بدلے بارہ۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ وہ مجھے زیادہ دیتا ہے تو انہوں نے کہا: دس کے بدلہ میں چودہ۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تحقیق وہ مجھے اس سے بھی زیادہ دیتا ہے۔ انہوں نے کہا: دس کے بدلے پندرہ۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک وہ مجھے زیادہ دیتا ہے۔

چنانچہ انہوں نے حیرانگی سے کہا: اے ابوعمرو! مدینہ میں ہمارے علاوہ کوئی بیوپاری باقی نہیں تو آپ کو زیادہ کون دیتا ہے؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر عاجزی اور خشوع کے آثار تھے اور آپ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو چمکے: مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ ہر ایک درہم کے بدلے دس درہم زیادہ دیتا ہے' کیا تمہارے ہاں اس سے زیادہ ہے؟ انہوں نے کہا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ان سچے اور مخلص کلمات نے ان کے سر جھکا دیئے: نہیں۔

چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور جو چیز آپ رضی اللہ عنہ کے دل میں حرکت کر رہی تھی اس کا خلاصہ کرتے ہوئے کہا: یقیناً میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں کہ میں یہ اناج مسلمان فقیروں پر صدقہ کرتا ہوں۔

(الرقة والبکاء ص :۱۸۹)

واقعہ 29:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی جنت میں شادی

شکر کرنے والے دل' مسکراتے ہونٹوں اور کھلکھلاتے چہرے کے ساتھ ذوالنورین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جو اناج شام کے ملک سے آیا تھا' تمام صدقہ کر دیا اور فرمایا: میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ اناج مسلمان محتاجوں پر صدقہ کر دیا ہے۔ اسی رات سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سوئے تو انہوں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑے یا خچر پر دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کا ایک چوغہ تھا، اور آپ کے دونوں پاؤں میں دو نور کے جوتے تھے اور آپ کے ہاتھ میں نور کا ہار تھا اور آپ جلدی

میں تھے۔

چنانچہ انہوں (سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما) نے آپ ﷺ سے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے آپ سے ملنے کا اور آپ سے کلام کرنے کا بے حد اشتیاق ہے اور آپ کہاں تیزی سے جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! بے شک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک صدقہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُسے قبول فرما لیا ہے اور ان کی شادی جنت میں ایک دلہن سے کر دی ہے اور مجھے بھی ان کی شادی پر بلایا گیا ہے۔ اس لیے میں جلدی جا رہا ہوں۔ (الرقۃ والبکاء ص: ۱۹۰)

واقعہ 30:

ایک غلام سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے انتقام لیتا ہے

سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا ایمان سچے ایمانی جذبات کے گچھے کی طرف پختہ ہو گیا جن جذبات کے پیش نظر اپنی جان سے قصاص دینا روح کو صاف وشفاف کرنے کے درجات میں سے اولین ہے جو کہ دلی راحت اور سکون کا باعث ہے۔ غضب وغصہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اپنے غلام کے پاس آرام طلب گھوڑے پر سوار اچانک آئے اور آپ نے اس کا کان سختی وقوت کے ساتھ بھینچا حتیٰ کہ غلام کو درد ہوا۔ چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے غلام سے فرمایا: میں نے تیرے کان کو کھینچا ہے، اب تم مجھ سے اس کا قصاص لے لو۔ غلام قصاص سے کنارہ کش ہو گیا اور اس کو حیاء نے روک دیا بلکہ اس نے اپنے ہاتھ اور اپنی زبان کو قید کر لیا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اصرار کر کے اسے گھیر لیا حتیٰ کہ غلام کے ہاتھ کو دھکیلا تو اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے کان کو نرمی سے پکڑ لیا۔ چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: زور لگاؤ! دنیا میں قصاص ہوگا تو آخرت میں قصاص نہیں ہوگا۔ (مسند آثار الصحابة :۲/ ۱۹)

واقعہ 31:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ایک مریض کی تیمارداری کرتے ہیں

ایک دن سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے بیمار شخص کی بیمار پرسی کی جو

اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا اور حرکت کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ جب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اس آدمی کے پاس بیٹھے اور اس کی حالت دیکھی اور اسے نرمی کے ساتھ فرمایا کہو: لا الہ الا اللہ ''نہیں ہے کوئی معبود برحق مگر اللہ تعالیٰ'' چنانچہ اس شخص نے کمزور آواز میں کلمہ کہا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اردگرد تیمار داروں کی جانب دیکھا اور مطمئن بلند آواز کے ساتھ فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً اس کلمہ سے اس کے گناہ چھٹ گئے اور اس کلمہ نے اس کی لغزشوں کو چکنا چور کر دیا۔

چنانچہ وہاں موجود اشخاص میں سے ایک شخص نے جس کا سینہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بات کی وجہ سے کھل چکا تھا' فرمایا: کیا آپ نے اس سلسلہ میں کچھ نبی کریم ﷺ سے سنا ہے؟ آپ نے فرمایا: یقیناً میں نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جبکہ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کلمہ تو مریض کے لیے ہے صحت مند کو کیا کہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تندرست آدمی کے لیے تو زیادہ (گناہوں کو) ریزہ ریزہ کرنے والا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱/ ۶۱)

واقعہ 32:

خلیفہ کے کپڑے

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زندگی سادگی اور سخاوت سے بھرپور تھی، دنیاوی خواہشات سے آپ حد درجہ بیزار تھے۔ عبدالملک بن شداد سیرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے نور کی چمک سے کچھ بیان کر رہے تھے تو وہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو جمعہ کے دن منبر پر دیکھا اور آپ پر عدنی موٹی چادر تھی جس کی قیمت چار درہم تھی اور آپ اس دن امیر المومنین تھے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ مسجد میں قیلولہ کر رہے تھے جب آپ اٹھے تو آپ کے پہلو پر کنکریوں کے نشان تھے۔ (آثار الصحابۃ: ۲/ ۲۷)

واقعہ 33:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ قبر پر روتے ہیں

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا چہرہ تلخی اور افسوس سے بھر گیا اور رونے نے ان کے دل کے تار کاٹ ڈالے اور آپ رضی اللہ عنہ رو رہے تھے، جب آپ قبر پر کھڑے ہوئے یہاں تک کہ آپ کی داڑھی مبارک بھیگ گئی اور آنسوؤں نے آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دھو دیا۔ چنانچہ آپ سے کہا گیا: آپ جنت اور جہنم کو یاد کرتے ہیں تو نہیں روتے اور جب آپ قبر کا تذکرہ کرتے ہیں تو روتے ہیں؟

آپ نے فرمایا اور آنسو آپ کی آنکھوں سے نمودار ہو رہے تھے: یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ کہ یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے پس اگر اس سے کسی نے نجات پالی تو آخرت کی باقی منازل اس کے لیے آسان ہو جائیں گی۔(جامع ترمذی ، رقم الحدیث: ۲۳۰۸)

واقعہ 34:

سیدنا عثمان اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما

جب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، تو سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کو ملنے گئے اور ان سے فرمایا: تمہیں کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا: میرے گناہ۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: اپنے پروردگار کی رحمت۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہارے لیے حکیم نہ منگواؤں؟ انہوں نے کہا: حکیم و طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہارے لیے کسی عطیہ (روپے پیسے) کا حکم نہ کروں؟ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔(الزھاد مائة :۹۶)

واقعہ 35:

سیدنا عثمان ؓ کی ذہانت

۲۹ ہجری کو امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان ؓ نے حج کیا' جب آپ منیٰ میں تھے تو آپ نے پوری نماز پڑھی، اور قصر نہیں کی، اور لوگوں کو ظہر کی چار رکعات پڑھائیں۔ سیدنا عبدالرمان بن عوف ؓ کو یہ خبر پہنچی کہ سیدنا عثمان ؓ نے لوگوں کو چار رکعتیں پڑھائی ہیں، تو سیدنا عبدالرحمان بن عوف ؓ نے اپنے ساتھیوں کو دو رکعتیں پڑھائیں اور پھر نکل پڑے یہاں تک کہ سیدنا عثمان ؓ کے پاس آئے اور انہیں کہا: کیا اس جگہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو رکعتیں نہیں پڑھیں؟ سیدنا عثمان ؓ نے فرمایا: ہاں میں نے یہاں نبی پاک ﷺ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھی رہیں، سیدنا عبدالرحمٰن ؓ نے کہا: کیا آپ ؓ نے سیدنا ابوبکر ؓ کے ساتھ بھی دو رکعات نہیں پڑھیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ عبدالرحمٰن ؓ نے کہا: کیا آپ نے سیدنا عمر ؓ کے ساتھ بھی دو رکعتیں نہیں پڑھیں؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں۔ سیدنا عبدالرحمان ؓ نے کہا: کیا آپ نے اپنی خلافت کے شروع میں دو رکعتیں نہیں پڑھیں؟انہوں نے فرمایا: ہاں' کیوں نہیں' پھر سیدنا عثمان ؓ نے فرمایا: اے ابومحمد! میری بات سنو' بلاشبہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ پچھلے سال اہل یمن کے چند حج کرنے والے لوگوں نے اور کچھ تند خو لوگوں نے کہا: ''بے شک نماز مقیم کے لیے دو رکعت ہے کیونکہ یہ تمہارا امام عثمان دو رکعتیں پڑھتا ہے جبکہ وہ مقیم ہے اور اس نے مکہ مکرمہ میں شادی کر رکھی ہے''۔ چنانچہ میں نے خیال کیا کہ میں چار رکعات پڑھاؤں اس خوف کی وجہ سے جو مجھے لوگوں سے تھا۔ جس وقت سیدنا عبدالرحمان بن عوف ؓ نے سیدنا عثمان ؓ کے فعل میں فتنے کی آگ کو بجھانا دیکھا تو انہوں نے بھی لوگوں کو چار رکعات پڑھائیں۔ (تاریخ الطبری:۵/ ۲۶۸)

واقعہ 36:

اس امت کی نجات کیا ہے؟

شوق ملاقات کے بازوؤں پر نبی کریم ﷺ کی روح نے اپنے پروردگار کی جانب سفر کیا، غم نے خیمے ڈال لیے، مدینہ منورہ کی فضا سوگوار ہوگئی، آنکھیں اشکبار ہوگئیں، دل افسردگی سے معمور ہوگئے، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آزادہ بیٹھے ہوئے تھے' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت ہوچکی تھی اور معطر نصیحتوں کا سلسلہ جاری تھا۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ کے پاس سے گزرے، اور آپ کو سلام کیا آپ نے انہیں سلام کا جواب نہیں لوٹایا تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ چلے یہاں تک کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کے خلیفہ! میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا، میں نے انہیں سلام کیا لیکن انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ یہ سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اٹھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور دونوں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عثمان رضی اللہ عنہ! میرے پاس تیرا بھائی آیا اور اس کا خیال ہے کہ وہ تیرے پاس سے گزرا اور اس نے تمہیں سلام کیا لیکن تم نے اسے سلام کا جواب نہیں دیا' تجھے اس پر کس چیز نے ابھارا؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ادب کے ساتھ فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ یہ میرے پاس سے گزرے اور انہوں نے مجھے سلام کیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے سچ کہا' اللہ کی قسم! میں بھی تجھے ایسا ہی خیال کرتا ہوں کہ تجھے اس سے کسی ایسے کام نے مشغول رکھا' جس کے متعلق تم اپنے جی میں سوچتے ہو۔ آپ نے فرمایا: جی ہاں! سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پریشانی کے ساتھ فرمایا: رسول اللہ ﷺ فوت ہوگئے اور میں نے آپ ﷺ سے اس امت کی نجات کے متعلق نہیں پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ اور میں اپنے دل میں اسی کے متعلق سوچتا ہوں، اور اس سلسلہ میں اپنی کوتاہی پر افسوس کرتا ہوں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چمکتے مسکراتے چہرے کے ساتھ

فرمایا: تحقیق میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مجھے اس کے متعلق بتلایا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے شوق کے ساتھ فرمایا اور آپ سے پریشانی زائل ہو گئی: وہ کیا ہے؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عاجزی اور اطمینان کے ساتھ فرمایا: میں نے آپ سے استفسار فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس امت کی نجات کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ کلمہ جو میں نے اپنے چچا پر پیش کیا، یہی کلمہ اس امت کی نجات ہے'' وہ کلمہ جسے آپ نے اپنے چچا پر پیش کیا تھا وہ اس بات کی گواہی دینا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق (معبود حقیقی) نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل: ۱/۶۔ مجمع الزوائد للہیثمی: ۱/۱۴)

واقعہ 37:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اپنے آپ پر اپنے ساتھیوں کو ترجیح دیتے ہیں

امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ عمرہ ادا کرنے کی غرض سے بیت الحرام کی جانب اپنے اصحاب کے حلقہ میں نکلے تو آپ کو ایک پرندہ کھانے کے لیے دیا گیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم سب کھاؤ' اور انہوں نے خود اس میں سے کچھ نہیں کھایا۔ آپ سے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حیران ہوتے ہوئے کہا: کیا میں اس سے کھاؤں جس سے آپ نے نہیں کھایا؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ میں اس سلسلہ میں تم جیسا نہیں ہوں' کیونکہ یہ تو میرے لیے شکار کیا گیا ہے اور میرے نام کے ساتھ پہنچا ہے۔ چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ پر اپنے ساتھیوں کو مقدم کیا اور پرندے کے گوشت کے بارے میں انہیں ترجیح دی۔ (آثار الصحابۃ: ۲/۲۰)

واقعہ 38:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بستر مرض پر لیٹ گئے اور اپنے نازک دل کے ساتھ اپنے موت کے وقت کو دیکھ لیا۔ چنانچہ آپ نے سیدنا عثمان

بن عفان رضی اللہ عنہ کی جانب پیغام بھیجا تاکہ وہ اپنی وصیت لکھوائیں کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ وصیت املاء کروانے لگے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ لکھ رہے تھے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر غشی طاری ہوگئی اس سے قبل کہ آپ اپنے بعد خلیفہ کا نام ذکر کرتے۔ چنانچہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نام لکھا تو جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو افاقہ ہوا تو انہوں نے آپ سے فرمایا: کیا تم نے لکھ لیا؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں' میں نے لکھ لیا ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے کس کے متعلق لکھا ہے؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کشادہ سینے سے فرمایا: تو نے وہی لکھا ہے جس کے لکھنے کا میں تجھے حکم دینا چاہتا تھا اور اگر تو اپنے آپ کو لکھ لیتا تو تو بھی اس خلافت کا حق دار تھا۔

(تیسیر الکریم المنان فی سیرۃ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ص :۲۰)

واقعہ 39:

قتل کرنے والا شخص

شکستہ دل' پریشان طبیعت اور زخمی دل کے ساتھ ایک شخص امیرالمومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور وہ اپنی پریشانی اور ناامیدی کو اوپر اٹھا رہا تھا۔ وہ شخص گھبراہٹ اور خوف کے ساتھ خلیفہ کے قریب ہوا حتی کہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا' نیچے سر جھکائے ہوئے تھا اور اس نے کلام کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس کے حلق کے تاروں میں کلمات والفاظ ٹھہر گئے' تھوڑی سی خاموشی کے بعد اس شخص نے کہا: اے امیرالمومنین رضی اللہ عنہ! بے شک میں نے قتل کیا ہے' تو کیا میرے لیے توبہ ہے؟ جس وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ پتہ چلا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ حٰمٓ ○ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ○ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ ﴾ [سورۃ غافر : ۳/۱]

''یہ کتاب اللہ غالب زبردست جاننے والے کی جانب سے نازل شدہ ہے'

جو گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے"۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا تا کہ اس پر واضح کر دیں کہ اس مقتول کی دیت ادا کر دینے کے بعد اس کے اور توبہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوگی: عمل کرو اور مایوس نہ ہو۔(مسند آثار الصحابہ:۳/ ۲)

واقعہ 40:

بزرگ اور بچہ

دوپہر کے وقت تمام مزدور مسجد نبوی ﷺ کی از سرِ نو تعمیر میں مشغول تھے کہ اس دوران ابن سعید المخزومی آئے جو کہ کم سن بچے تھے، اور ان کے پاس ایک پرندہ تھا انہوں نے اسے مسجد میں چھوڑ دیا۔ مسجد میں ایک خوبصورت چہرے والے بزرگ سوئے ہوئے تھے، اور اپنے سر کے نیچے ایک مٹی کی اینٹ رکھی ہوئی تھی جس سے عمارت بنائی جاتی ہے۔ چنانچہ وہ چھوٹا بچہ بزرگ کے حسن کو دیکھنے کے لیے ان کے قریب ہوا تو بزرگ نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور اس بچے سے فرمایا: اے بچے! تو کون ہے؟ اس نے آپ کو بتلایا تو بزرگ نے اپنے قریب سوئے ہوئے غلام کو پکارا لیکن اس نے آپ کو جواب نہیں دیا تو انہوں نے چھوٹے بچے سے فرمایا: اسے بلاؤ' چنانچہ اس نے اسے بلایا اور بزرگ نے اسے کسی چیز کا حکم دیا' پھر بچے سے فرمایا: بیٹھو' غلام گیا اور ایک حلہ (نیا کپڑا جس سے چادر اور تہہ بند بنایا جاتا ہے) اور ایک ہزار درہم لایا۔ بزرگ نے بچے کے کپڑے اتارے اور اسے حلہ پہنایا اور اس میں ہزار درہم رکھ دیئے۔

چھوٹا بچہ کہنے لگا: جب میں اپنے باپ کے پاس واپس لوٹ کر گیا تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! یہ برتاؤ تیرے ساتھ کس شخص نے کیا ہے؟ چھوٹے بچے نے کہا: مجھے نہیں معلوم' مگر ایک شخص ہے جو مسجد میں سویا ہوا تھا، اور میں نے اس سے زیادہ حسین وخوبصورت کسی کو نہیں دیکھا۔ اس کے باپ نے کہا: وہ تو امیر المومنین سیدنا

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ (البدایۃ والنھایۃ : ۷/ ۲۱۳)

واقعہ 41:

ندامت کے آنسو

امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک انصاری شخص سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور آپ سے مطالبہ کیا کہ آپ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر عیب زنی کریں اور کافی لمبی گفتگو کی۔

جب اس شخص نے اپنی بات مکمل کر لی تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نرمی اور سکون کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوئے' پھر فرمایا: یقیناً ہم کہا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ زندہ تھے: محمد ﷺ کے بعد امت میں بہترین سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، اور پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، اللہ کی قسم! بلاشبہ ہمیں نہیں معلوم کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کسی ناحق کو قتل کیا ہو اور کوئی کبیرہ گناہ کیا ہو......

لیکن یہ وہ مال ہے اگر وہ تمہیں دیں تو تم راضی ہوتے ہو اور اگر اپنے قریبی رشتہ داروں کو دیں تو تم ناراض ہوتے ہو۔ تم ارادہ رکھتے ہو یہ کہ تم فارس اور روم کی طرح ہو جاؤ کہ وہ اپنے ہر امیر کو قتل کر دیتے تھے۔ چنانچہ اس شخص کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور وہ کہنے لگا اور پشیمانی کے آنسو مسلسل اس کے رخساروں پر گر رہے تھے: اے اللہ! ہم یہ بالکل نہیں چاہتے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر : ۱۵۱)

واقعہ 42:

طلاق یافتہ عورت سے صرف شوق کے ساتھ نکاح کیا جائے

ایک شخص سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ کے پاس آیا، اور آپ اپنی سواری پر سوار تھے، اس نے آپ کے ساتھ چلنے کا ارادہ کیا اور فرمایا: بے شک اے امیر المومنین! مجھے آپ سے ضروری کام ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ میں اب جلدی میں ہوں، اور اگر تو چاہتا ہے تو میرے پیچھے سوار ہو جا یہاں تک کہ میں تیری

ضرورت پوری کر دوں۔ چنانچہ وہ شخص امیرالمومنین کے پیچھے سوار ہو گیا اور کہنے لگا: میرے پڑوسی نے اپنی بیوی کو غصے میں طلاق دے دی ہے اور سخت پریشان ہے تو میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اپنے مال اور اپنے نفس پر اکتفاء کروں' پھر اس عورت سے شادی کرلوں اور اس سے شب گزاری کروں' پھر اسے طلاق دے دوں تاکہ وہ اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے۔

چنانچہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اسے نصیحت کرتے منع کرتے ہوئے فرمایا: اس سے صرف دلی میلان کے ساتھ نکاح کرو۔

(موسوعة فقه عثمان بن عفان:۵۳)

واقعہ 43:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پابندی لگانے سے کنارہ کش ہوتے ہیں

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے چھ لاکھ درہم کی زمین خریدی تو ان کے چچا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس فضول خرچی پر ان سے ناراض ہوئے' کیونکہ زمین اتنی رقم کی نہیں تھی، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ وہ امیرالمومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں تاکہ وہ ان پر حکم امتناعی جاری کریں یعنی پابندی لگا دیں۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے پاس جلدی سے گئے جو کہ تجربہ کار تاجر تھے' انہیں سارا ماجرا بیان کیا تو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: میں اس خرید و فروخت کے سودے میں تمہارا شریک ہوں۔ جس وقت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ کو اپنے بھتیجے اور سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے معاملے کے متعلق بتایا اور پھر آپ سے مطالبہ کیا کہ اس پر پابندی عائد کی جائے، یہ سن کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایسے شخص پر کیسے پابندی لگاؤں کہ جس خرید و فروخت میں اس کا شریک سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہو۔

(السنن الکبریٰ للبیهقی:٦/ ١٠١)

واقعہ 44:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ

جلیل القدر صحابی سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ ذکر اور تسبیح کرتے ہوئے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی سی دنیا سے بے رغبتی لیے ہوئے ملک شام سے واپس پلٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ کا قصد کیا، جب امیرالمومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا، تو ان سے فرمایا: خوش آمدید اے میرے بھائی۔ چنانچہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھائی! آپ کو بھی خوش آمدید' آپ نے ہم پر عزیمت کے بارہ میں سختی کی ہے۔

اللہ کی قسم! اگر زمین پر گھسیٹنے کا بھی حکم دیں تو میں اپنی طاقت بھر (اپنا جسم) گھسیٹوں، یقیناً میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بنی فلاں کی طرف گیا تو آپ نے مجھے فرمایا: میرے بعد تجھ پر افسوس ہو! تو میں رو دیا اور میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں باقی رہوں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں' جب تو مدینہ کے پہاڑ سلع پر عمارت دیکھے تو مغرب میں قضاعۃ کی زمین پر چلے جانا۔

چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو ملک شام سے مدینہ بلانے کی وجہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: میں نے چاہا کہ میں تمہیں تمہارے ساتھیوں کے ساتھ کر دوں اور میں نے تیرے متعلق جاہل لوگوں سے خوف محسوس کیا۔

(سیر اعلام النبلاء :۲/ ۷۰)

واقعہ 45:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی دانائی

ایک شخص کو راستہ میں چلتے ہوئے ایک عورت ملی تو اس نے اس کی طرف غور سے دیکھا' پھر وہ شخص چلا یہاں تک کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اُس سے فرمایا: تم میں سے ایک آتا ہے اور اس کی آنکھ میں بدکاری کا اثر نمایاں ہوتا ہے۔ اس شخص نے فرمایا: کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی ہے؟ آپ نے

فرمایا: نہیں، لیکن یہ مومن کی ظاہر سے باطن کو جان لینے کی فراست ہے۔

(جامع کرامات الاولیاء:۱/ ۱۵۰)

واقعہ 46:

افریقہ کی فتح اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

خلیفہ وقت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے افریقہ میں مسلمانوں کی خبر منقطع ہوگئی تو آپ نے ان کی طرف ایک جماعت میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بھیجا تاکہ وہ ان کی خبر لائیں۔ جب سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما وہاں پہنچے تو مسلمانوں نے نعرہ ہائے فلک شگاف بلند کیے۔ جرجیر بادشاہ روم نے خبر کے متعلق پوچھا تو اسے کہا گیا کہ مسلمانوں کے پاس اور لشکر پہنچا ہے۔ بادشاہ جرجیر نے اعلان کیا: جو شخص سیدنا عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر سپہ سالار کو قتل کرے گا میں اس کو ایک لاکھ دینار بطور انعام کے دوں گا اور اپنی بیٹی کی شادی بھی اس سے کروں گا۔

سیدنا عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص جرجیر کا سر میرے پاس لائے گا، میں اسے ایک لاکھ دینار بھی دوں گا اور اس کی بیٹی سے اس کی شادی بھی کروں گا۔

لڑائی روزانہ صبح سے ظہر تک جاری رہتی، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ رومی لشکر پر ظہر کے بعد آرام کے وقت حملہ کیا جائے، آپ رضی اللہ عنہ نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ایک لشکر ظہر کی نماز تک لڑنے اور دوسرا ظہر کے بعد، چنانچہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے وہ نصف لشکر لیا جس نے لڑائی میں شرکت نہیں کی تھی اور رومیوں پر ان کے آرام کی جگہ میں دھاوا بول دیا اور ان کی بڑی تعداد کو قتل کیا اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بادشاہ جرجیر کو قتل کر دیا اور اس کی بیٹی کو بھی پکڑ لیا، ابن سعد رضی اللہ عنہ نے افریقہ کے فتح ہونے کی خوشخبری کے ساتھ سیدنا عبد اللہ بن زبیر کو سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خوش اور

حیران ہوئے اور لوگوں کو آپ کے لیے اکٹھا کیا اور آپ سے مطالبہ کیا کہ وہ انہیں بیان کریں کہ اللہ کی مدد اور نصرت کیسے آئی؟ (کامل لابن الاثیر : ۳/ ۴۵-۴۶)

واقعہ 47:

ایک شخص سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا چاہتا ہے

ایک روز سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لیے مسجد کی طرف نکلے' آپ اس دروازے سے داخل ہوئے جس سے داخل ہوا جاتا ہے تو دروازے پر ایک شخص نے آپ سے مزاحمت کی۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا: دیکھو! تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص ہے جس کے پاس ایک تلوار یا خنجر ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: یہ کیا ہے؟ اس شخص نے کہا: میں چاہتا تھا کہ آپ کو قتل کردوں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ! تجھ پر افسوس تو مجھے کیوں قتل کرنا چاہتا ہے؟ اس شخص نے کہا: یمن میں آپ کے عامل گورنر نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے اپنا ظلم میرے سامنے پیش کرتے اور میں نے تجھے انصاف نہیں دلانا پھر تو تم مجھے قتل کرنے کا ارادہ کرتے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے فرمایا جو اس کے اردگرد جمع تھے: تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: اے امیر المومنین! یہ دشمن ہے اور اللہ نے آپ کو اس پر قادر بنایا ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انسان ہے اس نے گناہ کا ارادہ کیا تھا لیکن اس ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا، پھر آپ نے اس شخص سے درگزر فرمایا اس شرط پر کہ جب تک میں زندہ ہوں تو مدینہ میں نہیں آئے گا۔ (تاریخ المدینۃ 'ص :۱۰۲۷)

واقعہ 48:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور زمین کا مالک

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے زمین خریدی تو وہ شخص دیر سے آیا اور زمین کی قیمت قبضہ میں لینے سے تاخیر کی۔ مدینہ منورہ کے راستوں میں سے کسی

راستے میں سیدنا عثمان بن عفان ؓ اس سے ملے تو آپ نے اسے فرمایا: اپنے مال کو قبضہ میں لینے سے تجھے کس چیز نے روکا؟ اس شخص نے غصے سے کہا: یقیناً آپ نے مجھ سے دھوکا کیا ہے، ہر جو آدمی بھی مجھے ملتا ہے وہ ملامت کرتا ہے۔ سیدنا عثمان ؓ نے فرمایا: کیا اسی چیز نے تجھے روکا ہے؟ اس شخص نے کہا: جی ہاں۔ سیدنا عثمان ؓ نے فرمایا: تمہیں اپنی زمین اور اپنے مال کے مابین اختیار ہے جو چاہو پسند کرلو پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت میں داخل کرے گا جو نرم خو خریدار، فیصلہ کرنے والا اور (نرمی سے) قرض (دے کر واپسی) طلب کرنے والا ہو۔

(مسند امام احمد بن حنبل:۱/ ۵۸)

واقعہ 49:

نبی کریم ﷺ کی انگوٹھی

''محمد'' نبی اکرم ﷺ کی انگوٹھی کے نقش کی یہ عبارت تھی ''محمد رسول اللہ'' وہ انگوٹھی آپ کے ہاتھ میں رہی حتی کہ آپ فوت ہو گئے تو ابوبکر وعمر ؓ کے پاس آ گئی اور دونوں نے اسے پہنا۔ یہاں تک کہ وہ دونوں بھی وفات پا گئے، پھر یہ چھ سال تک سیدنا عثمان ؓ کے ہاتھ میں رہی ایک دفعہ آپ ''بئر اریس'' پر بیٹھے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کو اپنے ہاتھ میں ہلا رہے تھے تو وہ کنویں میں گر گئی۔ چنانچہ سیدنا عثمان ؓ اور جو آپ کے ساتھ تھے جلدی سے انگوٹھی تلاش کرنے لگے تین دن تک تلاش کرتے رہے لیکن انہیں وہ انگوٹھی نہ ملی۔ (طبقات ابن سعد:۱/ ۳۶۹)

واقعہ 50:

سیدنا عثمان ؓ کا تقویٰ

امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان ؓ بیت اللہ الحرام کی طرف سفید کپڑے زیب تن کیے ہوئے نکلے، یہاں تک کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ''ملل'' نامی جگہ پر پہنچے تو آپ کا محمد بن جعفر بن ابی طالب ؓ سے سامنا ہوا اور ان پر خوشبو کا نشان تھا۔ جب

انہیں عثمان رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو ان سے ناراض ہوئے اور انہیں ڈانٹا اور سرزنش کرتے ہوئے انہیں کہا: کیا تم معصفر لگاتے ہو حالانکہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ جس وقت اللہ عزوجل نے لوگوں پر مالی وسعت کی تو وہ خوشحال زندگی بسر کرنے لگے اور بعض اہل مدینہ کبوتر پالنے اور ان کے اڑانے میں مشغول ہو گئے۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لوگوں کے اس میں منہمک ہونے سے ناراض ہوئے اور آپ کوئی خطبہ جمعہ نہیں دیتے تھے مگر آپ کبوتروں کو ذبح کرنے کا حکم دیتے تھے۔ (مسند امام احمد بن حنبل:۱/ ۷۱' باسناد صحیح 'الادب المفرد للبخاری رقم الحدیث:۱۳۰۱)

واقعہ 51:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب

قباث بن اشیم سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قباث نے ادب اور وقار کے ساتھ کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بڑے ہیں اور میں پیدائش کے لحاظ سے آپ سے مقدم ہوں۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی :۱/ ۷۷)

واقعہ 52:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

امیرالمومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی آواز سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر بلند ہوئی تو سیدنا عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: کس چیز کی وجہ سے آپ کی آواز مجھ پر بلند ہوئی حالانکہ میں بدر میں حاضر تھا اور آپ حاضر نہیں تھے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور آپ نے بیعت نہیں کی تھی اور آپ احد کے دن بھاگ گئے تھے اور میں نہیں بھاگا تھا؟

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: تیرا کہنا کہ تو بدر میں حاضر تھا اور میں حاضر نہیں ہوا تھا' اس کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے لیے مجھے خود پیچھے

چھوڑا تھا اور میرے لیے غنیمت سے حصہ مقرر کیا اور مجھے میرا اجر وثواب بھی دیا۔ اور تیرا کہنا کہ تو نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی اور میں نے بیعت نہیں کی تھی' اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے مشرکین کی جانب بھیجا تھا اور تم یہ جانتے ہو کہ جب میں روک لیا گا تو آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور فرمایا: یہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے' چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا بایاں ہاتھ میرے داہنے ہاتھ سے بہتر ہے۔

اور تیرا کہنا کہ تو احد کے دن فرار ہو گیا اور میں فرار نہیں ہوا' وہ اس لیے کہ اللہ عزوجل تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ﴾ [سورة آل عمران:١٥٥]

''بے شک وہ لوگ تم میں سے جنہوں نے لڑائی کے وقت پیٹھ پھیری صرف انہیں شیطان نے ان کے بعض اعمال کے سبب لغزش دی اور اللہ نے انہیں معاف فرما دیا ہے''۔

چنانچہ تم مجھے ایسے گناہ پر عیب نہ لگاؤ جسے اللہ نے معاف کر دیا ہے۔

(مجمع الزوائد للهيثمي : ٩/ ٨٨' وقال: رواه البزار واسناده حسن)

واقعہ 53:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی انکساری

ایک شخص امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ سے اپنے بیٹے کی شکایت کرنے لگا۔ اس شخص نے کہا: یہ میرا بیٹا ہے اور یہ شادی نہیں کرنا چاہتا۔ چنانچہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اس نوجوان کی طرف متوجہ ہوئے' اسے نصیحت کرنے لگے اور اس کو شادی کرنے کی ترغیب دلانے لگے۔

آپ نے فرمایا: کیا نبی کریم ﷺ نے شادی نہیں کی تھی 'اور سیدنا

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی شادی کی تھی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی شادی کی تھی اور ہمارے پاس بھی عورتیں موجود ہیں یعنی بیویاں؟ چنانچہ اس نوجوان نے کہا: شادی میری عبادات اور اعمالِ حسنہ پر اثر انداز ہوگئی۔ (گویا وہ اپنے عمل کو قلیل سمجھ رہا تھا اور اپنی رغبت زہد کے لیے اور وقت عبادت کے لیے ہونے کی وضاحت کر رہا تھا): اے امیر المومنین! جس شخص کے عمل نبی اکرم ﷺ کے عمل کی مانند یا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے اعمال کی مانند یا آپ کے عملوں کی مثل ہوں تو۔

جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے نوجوان کی بات سنی تو اس کی تعریف کی اور اس کی قدر و منزلت کو بڑھایا اور دنیا سے بے رغبت اور اللہ کی پہچان والے لوگوں کی سی عاجزی و انکساری کے ساتھ نوجوان کو پکار کر فرمایا: رک جاؤ' اگر تم چاہو تو شادی کرلو اور اگر تم نہ چاہو تو نہ کرو۔ (مسند آثار الصحابة : ۲/ ٦)

واقعہ 54:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کیوں مسکرائے؟

امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے درمیان بیٹھے انہیں تعلیم دے اور ادب سکھا رہے تھے' پھر آپ نے وضو کے لیے پانی منگوایا اور اپنے ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا اور کلی کی' اور ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کیا پھر اپنے چہرے، اپنے بازو کو تین مرتبہ دھویا، پھر اپنے سر کا مسح کیا اور اپنے پاؤں دھوئے' پھر آپ مسکرا دیئے۔ اور آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: کیا تم مجھ سے سوال نہیں کرو گے کہ مجھے کس چیز نے ہنسایا؟ انہوں نے دلچسپی سے کہا: اے امیر المومنین! آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟

آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا تا کہ آپ انہیں وضو کی فضیلت اور اس کے بڑے اجر و ثواب کی تعلیم دیں: مجھے اس چیز نے مسکرانے پر مجبور کیا کہ بندہ جب اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں، اور

جب وہ اپنے بازو دھوتا ہے تو اس کے بازو کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، اور جب اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ کو معاف کر دیتا ہے اور جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ (مسند آثار الصحابة : ۲/ ٦)

واقعہ 55:

اے مالدار لوگو! تم بھلائی لے گئے

امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا کرتے تھے' ہوا کی مانند تیزی سے بھلائی وخیر ہر جگہ پھیلاتے: ایک دن صدقہ کرتے' دوسرے دن غلام آزاد کرتے اور تیسرے دن خرچ کرتے اور فقیروں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتے۔ چنانچہ ایک قوم آپ کے پاس آئی تاکہ آپ سے باتیں کرے اور آپ کے کلام اور علم سے مستفید ہو، چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے کہا: اے صاحب ثروت لوگو! تم تو بھلائی میں سبقت لے گئے' تم صدقہ کرتے ہو' غلام آزاد کرتے ہو، حج کرتے ہو اور تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو۔ تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم یقیناً ہم پر رشک کرتے ہو۔ اس شخص نے کہا: بلاشبہ ہم تم پر رشک کرتے ہیں۔

چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عاجزی وانکساری کے ساتھ فرمایا: اللہ کی قسم! ایک درہم جو کوئی اسے مشقت سے خرچ کرتا ہے تو وہ دس ہزار سے بہتر ہے جو بہت سارے مال میں سے تھوڑا سا خرچ کیا جائے۔ تو اس شخص کا سینہ امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ادب سے اور آپ کی نکتہ بین بات سے کھل گیا' پھر وہ واپس چلا گیا اور جو اس کے ساتھ تھے سب شکر کرتے ہوئے پلٹے۔ (مسند آثار الصحابہ: ۲/ ۳۱)

واقعہ 56:

لاٹھی توڑنے والے کی سزا

اہل تمکنت اور ذی وجاہت لوگوں کے سے وقار کے ساتھ سیدنا ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے۔ آپ کے دائیں ہاتھ میں وہ لاٹھی تھی جسے نبی

مکرم ﷺ پکڑا کرتے تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ لاٹھی کو ہلا رہے تھے اور اپنی شیریں آواز اور مسحور کن باتوں سے دلوں کو گرما رہے تھے اور ایمان کے گلشن کو تروتازہ کر رہے تھے۔ اچانک ایک شخص کھڑا ہوا جو کہ لوگوں کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا اس کا نام جھجاہ الغفاری تھا۔

تیزی سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف گیا اور آپ کے ہاتھ سے لاٹھی چھینی اور اسے توڑنا چاہا تو لوگوں نے اسے پکارا: یہ نہ کرو لیکن اس نے ان کی بات نہ سنی اور اپنے گھٹنے پر لاٹھی توڑ ڈالی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ منبر پر سے نیچے اتر آئے اور اپنے گھر داخل ہو گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس جھجاہ پر اس کی ٹانگ میں خارش (ایسی بیماری جو جس جسم کے حصے کو لگے اس کو سڑا دے) بھیج دی تو وہ کاٹ دی گئی اور وہ ایک سال سے پہلے ہی مر گیا۔ (الاصابة فی تمیز الصحابہ:۱/ ۶۲۲)

واقعہ 57:

ایک شخص سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھتا ہے

لوگ دائرے کی شکل میں حلقہ بنائے ہوئے تھے اور ان سے عظیم لوگوں کی سی ہیبت اور پرہیزگاروں کی سی فراخی و وسعت بلند ہو رہی تھی۔ اہل مصر سے ایک شخص نے حیرانگی والی آواز میں کہا: یہ کون سی قوم ہے؟ تو انہوں نے اسے کہا: یہ قریش کے لوگ ہیں پھر اس کی نظر ایک ہیبت والے چہرے پر پڑی جو لوگوں میں سے سب سے زیادہ حالت و ہیئت کے لحاظ سے انبیاء کرام سے مشابہت رکھتا تھا۔ اس کو مخلوق سے ذکر نے اس طرح مشغول کر رکھا تھا گویا کہ وہ تنہائی میں اکیلا ہی ہو۔ اس نے کہا: یہ بزرگ کون ہیں؟ قوم نے کہا: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ چنانچہ وہ شخص جلدی سے آپ کی طرف آیا گویا کہ اس نے اپنی گم شدہ چیز دیکھ لی ہو اور کہنے لگا: اے ابن عمر رضی اللہ عنہ! میں آپ سے چند باتیں پوچھتا ہوں آپ مجھے ان کے متعلق خبر دیجئے۔ اور وہ شخص تیروں کی مانند سوال کرنے لگا۔ اس نے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ احد کے دن فرار

ہوئے تھے؟ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں' پھر اس شخص نے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ بدر سے بھی غائب تھے؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں' پھر اس شخص نے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیعت رضوان سے بھی غیر حاضر تھے اس میں شامل نہیں ہوئے؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں' پھر وہ شخص فرحت وخوشی کے ساتھ پکارنے لگا: اللہ اکبر۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک گہری نظر سے اسے دیکھا جس نے اس آدمی کے دل کو پھاڑ دیا آپ نے ان وساوس کو بھانپ لیا جو اس کے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تا کہ اسے وساوس کو رفع کر دیں۔ ان کا احد کے دن بھاگ جانا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر کر دیا ہے اور انہیں بخش دیا ہے۔ اور ان کا بدر سے غائب رہنا تو یہ اس لیے تھا کہ آپ کے نکاح میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی تھیں جو کہ بیمار تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا: ''بلاشبہ آپ کے لیے اجر وثواب اور مال غنیمت سے حصہ اس شخص کی مانند ہے جو بدر میں حاضر ہوا''۔ اور ان کا بیعت رضوان سے غیر حاضر رہنا تو اگر ان سے زیادہ یعنی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر مکہ مکرمہ کی سرزمین پر کوئی قابل عزت ہوتا تو ضرور آپ کی جگہ اس کو بھیجا جاتا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور بیعتِ رضوان سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مکہ کی جانب جانے کے بعد ہوئی تھی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر رکھا اور فرمایا: یہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے۔ (صحیح البخاری کتاب :۷/ ۵۴' رقم الحدیث ۳۶۴۳)

واقعہ 58:

تین اشخاص قریشی ہیں

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے پہلے پہل اسلام لانے والوں کے فضائل لوگوں کو بیان فرما رہے تھے اور انہیں ان کے اخلاق حمیدہ بتا رہے تھے تا کہ وہ ان سے سبق سیکھیں۔ آپ نے فرمایا: تین اشخاص قبیلہ قریش سے لوگوں میں سے سب سے زیادہ

روشن چہروں والے، سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے اور سب سے زیادہ حیاء وشرم والے ہیں، اگر وہ تم سے بات کریں تو تم سے جھوٹ نہ بولیں اور اگر تم ان سے بات کرو تو وہ تجھے نہ جھٹلائیں: وہ تین یہ ہیں سیدنا ابوبکر الصدیق، سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱/۵۶۔ الاصابۃ: ۲/ ۲۵۳)

واقعہ 59:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حیاء

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بیٹھے لوگوں سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور انہیں آپ کے آداب اور اللہ سے شرمانے کے متعلق کچھ بیان کر رہے تھے۔ چنانچہ فرمانے لگے: اگر وہ گھر میں ہوتے اور دروازہ بند ہوتا تو بھی اپنے کپڑے نہیں اتارتے تھے آپ اتنے زیادہ باحیا تھے کہ کبھی کھڑے ہو کر آپ نہیں نہائے۔

(کتاب الزھد للامام احمد: ۱۲۸)

واقعہ 60:

تہمت زدہ عورت

امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسی عورت لائی گئی جس نے چھ مہینے کے حمل کے بعد بچہ جن دیا تو آپ نے خوف محسوس کیا کہ اس سلسلہ میں اپنی رائے سے کچھ کہیں۔ چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جلدی سے منبر پر چڑھے، اور آپ نے یہ معاملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے پیش کیا تا کہ ان میں سے کسی ایک سے علم کا نور پالیں۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ سے کہا: کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں فرمایا ہے:

﴿ وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ﴾ [سورة الاحقاف: ۱۵]

''اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا

ہے اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت سے پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنم دیا اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور اس کا دودھ چھڑوانا تیس مہینے میں پورا ہوتا ہے''۔

نیز فرمایا:

﴿ وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ﴾ [سورة البقرة : ۲۳۳]

''اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں یہ مدت اس کے لیے ہے جو کوئی شیر خوارگی کی تکمیل کرنا چاہے''۔

چنانچہ جب اس کی رضاعت مکمل ہوگئی تو حمل چھ مہینے کا ہوا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور اسے رجم نہیں کیا۔[تاریخ المدینہ : ۳/ ۹۷۷-۹۷۸]

واقعہ 61:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا حق

جری، دلاور اور بہادر لوگوں کی طرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی تلوار لیے اور اپنی زرہ دوہری پہنے ہوئے اور اپنے دل کو ایمان سے بھر کر اور امیرالمومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دفاع کا شوق لیے ہوئے چلے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بجلی کی مانند صفوں کو چیرا اور حملہ آور شیر کی طرح خلیفہ کے سامنے جا کھڑے ہوئے پھر فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رسالت کا حق اور نبوت کا حق پہچان لیا اور میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا تو میں نے ان کے لیے ولایت کا حق پہچان لیا اور میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا تو میں نے ان کے لیے ولایت کا حق پہچان لیا اور میں آپ کے لیے بھی اسی طرح حق پہچانتا ہوں۔ چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے خوش ہوتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اہل بیت کی جانب سے بہترین جزا دے تم اپنے گھر میں بیٹھے رہو حتی کہ تمہارے پاس میرا حکم آئے۔

(مسند آثار الصحابة : ۲/ ۲۷)

واقعہ 62:

قیامت کے دن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی سفارش

نبی کریم ﷺ بیٹھے تھے اور آپ ﷺ کے گرد آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ تھا جو کہ آپ سے ایسے کلمات بغور سن رہے تھے جو ٹیڑھے سینوں کو خوش کر دیں۔ اور نبی مکرم ﷺ انہیں شوق کے ساتھ انہی میں سے ایک شخص کے بارے میں بتلانے لگے جس کی اللہ کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہے۔ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ''میری امت میں سے یا میرے گھر سے ایک شخص کی سفارش سے جہنم سے اتنے زیادہ لوگوں کو نکالا جائے گا جتنے کہ قبیلہ ربیعۃ اور مضر کے لوگ ہیں''۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمجھتے تھے کہ وہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں یا اویس قرنی۔ (کتاب الزھد للامام احمد بن حنبل:۱۲۸)

واقعہ 63:

شادی کی تقریب

خوشی کے شادیانے بجنے لگے' تروتازگی و مسرت پھیل گئی اور دولہے کے دل میں خوش بختی گھس گئی۔ آج کے دن سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے لڑکے کی شادی تھی۔ عنقریب لڑکے کے دل پر خوشی طاری ہو گئی' وہ خوشی کے ساتھ دوڑتے ہوئے لوگوں کو اپنی شادی کی دعوت دینے لگا۔ یہاں تک کہ وہ امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں اپنی شادی میں شرکت کی دعوت دی اور خلیفہ نے اس لڑکے کی دعوت قبول کر لی' سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ عاجزی کے ساتھ شادی کی تقریب میں آئے اور فرمایا: بلاشبہ میں روزے سے ہوں بغیر اس کے کہ میں یہ پسند کروں کہ میں دعوت قبول کرتا اور میں برکت کی دعا کرتا ہوں۔

(کتاب الزھد للامام احمد بن حنبل:۱۳۱)

واقعہ 64:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی کشادہ دلی اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی مروت

امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ذمہ پچاس ہزار درہم تھے۔ ایک روز سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کی طرف نکلے تو آپ کو سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ملے اور انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ مجھ سے اپنا مال لے لیں۔ چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سخاوت اور کشادہ دلی سے فرمایا: وہ مال تیری مروّت کی بناء پر اے ابو محمد تیرا ہی ہے۔

("المروءة" للمرزبانی رقم: ٦٤' تحقیق: محمد خیر رمضان)

واقعہ 65:

شوریٰ سے محبت

رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے اور آپ کے گرد انکساری اور سکون کا گھیرا تھا' آپ کے ہونٹ ذکر الٰہی سے ہل رہے تھے، کہ اس دوران تیزی سے آپ کی جانب دو اشخاص اپنے کسی مسئلہ کے متعلق آئے تو آپ نے ان دونوں میں سے ایک کو کہا اور آپ کی آواز مشورہ کی محبت سے اور فتویٰ دینے کے خوف سے بھری ہوئی تھی: تم جاؤ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ اور دوسرے سے فرمایا: تم جاؤ اور طلحہ بن عبید اللہ' زبیر اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم سب کو بلا لاؤ۔

چنانچہ وہ سب اکٹھے آ گئے اور بیٹھ گئے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے دونوں جھگڑنے والوں کو کہا: دونوں کلام کرو۔ جب دونوں اشخاص نے اپنی اپنی بات کر دی، تو سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب متوجہ ہوئے اور خیر خواہی چاہنے والے کی سی امید کے ساتھ فرمایا: مجھے تم سب مشورہ دو۔ اگر انہوں نے جو کہا وہ آپ کی رائے کے موافق ہوا اس کو ان دونوں پر جاری کر دو اور اگر انہوں نے جو کہا وہ آپ کی رائے کے مخالف ہو تو یہ محل نظر ہے۔ (اخبار القضاۃ: ۱/ ۱۱۰)

واقعہ 66:

چور بچہ

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بچہ لایا گیا جس نے چوری کی تھی۔ لوگوں نے اس پر حد قائم کرنے کا ارادہ کیا' تو سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے زیر ناف بالوں کو دیکھو؟ یعنی اس کے پیڑو پر بال اگے بھی ہیں یا نہیں؟ چنانچہ انہوں نے دیکھا تو اس کے زیر ناف بال ابھی نہیں آئے تھے تو آپ نے اس کو رہا کر دیا۔

(تاریخ المدینة : ۳/ ۹۸۰)

واقعہ 67:

بچے کا تحفہ

ایک عورت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتی تھی تو ایک دن آپ نے اسے گم پایا تو آپ نے اپنے گھر والوں سے کہا: مجھے کیا ہے کہ میں فلاں عورت کو نہیں دیکھتا۔ آپ کی بیوی نے فرمایا: آج رات اس عورت نے ایک بچہ جنم دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس عورت کی جانب پچاس درہم اور کپڑے بھیجے اور اسے فرمایا: یہ تیرے بیٹے کا تحفہ ہے اور یہ اس کے کپڑے ہیں۔

ابواسحاق نے بتایا کہ ان کے دادا سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان سے فرمایا: اے بزرگ! آپ کے ساتھ آپ کے بال بچے کتنے ہیں؟ انہوں نے کہا: میرے ساتھ اتنے اتنے بچے ہیں۔

تو امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: البتہ ہم نے تمہارے لیے پندرہ ہزار درہم مقرر کر دیئے ہیں اور ہم نے تمہارے ہر بچے کے لیے دینار مقرر کر دیا ہے۔

(آثار الصحابة :۲/ ۲۶)

واقعہ 68:

اللہ سے خوف

جب امیرالمومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دل میں خوف خداوندی کی آگ بھڑکی تو آپ نے اپنی زندگی غمزدہ گزاری اور آپ فرمایا کرتے تھے: اگر میں جنت اور جہنم کے درمیان ہوں تو مجھے نہیں معلوم کی ان دونوں میں سے کس کی جانب جانے کا مجھے حکم دیا جاتا ہے اور میں یہ پسند کرتا ہوں میں اس سے پہلے ہی راکھ ہو جاؤں کہ مجھے پتہ چلے کہ میں ان دونوں میں سے کس کی طرف پہنچایا جاؤں گا۔

(کتاب الزھد للام احمد بن حنبل:۱۳۰)

واقعہ 69:

شراب پینے والا

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ایک شخص کو شراب پینے کی وجہ سے کوڑے مارے گئے اور اس شخص کے لیے امیرالمومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک جگہ تھی۔ جب اس کو درے لگائے گئے تو اس نے ارادہ کیا کہ وہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے پاس بیٹھنے سے منع فرما دیا اور اس کو فرمایا: اب تم کبھی بھی اس مجلس کی طرف نہ پلٹنا مگر ہمارے ساتھ تیسرا ہوگا۔(آثار الصحابة : ۲/ ۲۲)

واقعہ 70:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی عاجزی وانکساری

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جب مکہ سے ''معرس'' آئے یہ مدینہ منورہ سے تقریباً ۹۶۵۴ میٹر دور ہے نبی کریم ﷺ اس جگہ پر ٹھہر کر آرام فرماتے' پھر مدینہ منورہ کی جانب کوچ فرماتے۔

جب آپ رضی اللہ عنہ سوار ہوئے کہ مدینہ منورہ میں داخل ہوں تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے پیچھے عاجزی اختیار کرتے ہوئے ایک غلام کو بٹھالیا تا کہ آپ بادشاہوں جیسے نہ لگیں۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لوگوں کو امیروں جیسا کھانا گوشت، شہداور روٹی کھلاتے، لیکن یہ خوداوران کے گھر والے سرکہ اور زیتون کا تیل کھاتے۔

(آثار الصحابة :۲/ ۴۳۔ تهذيب الحلية :۱/ ۷۸)

واقعہ 71:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ درخت لگاتے ہیں

ایک شخص امیرالمومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو پایا کہ آپ رضی اللہ عنہ درخت لگا رہے ہیں۔ چنانچہ اس شخص نے حیران ہوتے ہوئے کہا: اے امیرالمومنین! آپ اس گھڑی میں درخت لگا رہے ہیں؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: میں اصلاح کرنے والوں میں سے ہوں یہ بہتر ہے کہ تم میرے پاس آؤ اور میں اس چیز کو محبوب جانتا ہوں اس بات سے کہ تم میرے پاس آؤ اور میں فساد کرنے والا ہوں۔(آثار الصحابة:۲/ ۹)

واقعہ 72:

مسیلمہ کی جماعت

کوفہ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک جماعت کو گرفتار کیا جو مسیلمہ کذاب کے دین کی طرف دعوت دیتی تھی، پھر آپ نے امیرالمومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا اوران کے بارے میں آپ کو بتایا۔ چنانچہ آپ کی طرف سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھا: ان پر دین حق پیش کرو اور لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ کی گواہی دینا پیش کرو تو جو شخص اس کو قبول کر لے اور مسیلمہ کے برأت کا اظہار کر دے تو اس کو قتل نہ کرو اور جو مسیلمہ کے دین کو لازم پکڑے رکھے اس کو قتل کر دو۔ چنانچہ جب یہ جماعت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس لائی گئی تو آپ نے ان پر دین اسلام پیش

کیا' چنانچہ ان میں سے ایک گروہ ایمان لے آیا تو آپ نے اسے چھوڑ دیا اور ان میں سے ایک گروہ مسیلمہ کے دین پر جمارہا تو آپ نے انہیں قتل کر دیا۔ (آثار الصحابۃ: ۹/۲)

واقعہ 73:

نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی تعظیم

ایک شخص کا جھگڑا ہوا تو اس نے سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو حقیر سمجھا' سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو مارنے کا حکم دیا اور فرمایا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کی تعظیم نہیں کرتے تھے' اور میں ان کے ساتھ توہین کرنے کے بارے میں رخصت دوں۔

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آل بیت کی تعظیم کیا کرتے تھے، جب سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرے اور وہ دونوں سوار تھے تو دونوں سواریوں سے نیچے اتر آئے اور آپ کی تعظیم کرتے ہوئے اپنے پاؤں پر دونوں پیدل چلنے لگے اور انہیں یہ نامناسب لگا کہ آپ گزریں اور آپ پیدل چل رہے ہوں اور وہ دونوں سوار ہوں۔

(آثار الصحابۃ: ۲/ ۱۴۔ عیون الاخبار: ۱/ ۲۶۹)

واقعہ 74:

اہل کتاب کے ہاں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

امیرالمومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک پادری کو بلایا اور اس سے پوچھا: کیا تمہاری کتابوں میں ہمارا ذکر ہے؟ مذہبی عالم (بشپ) کہنے لگا: ہم تمہارے اوصاف اور اعمال کا تو ذکر ہے لیکن تمہارے ناموں کا ذکر نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مجھے کیسے پاتے ہو؟ اس نے کہا: لوہے کا سینگ سیدنا' عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوہے کا سینگ کیا ہے؟ اس نے کہا: سخت حکمران۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اکبر' اور جو میرے بعد ہوگا؟ اس نے کہا: نیک شخص ہوگا اور اپنے رشتہ داروں کو ترجیح دے گا یعنی

اقرباء پروری کرے گا۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات تین مرتبہ فرمائے۔

(سنن ابی داؤد کتاب باب رقم الحدیث :۴۶۵۲)

واقعہ 75:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور عتبہ کا مال

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو طائف کا گورنر بنا کر بھیجا، اور پھر انہیں معزول کر دیا' اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کسی راستے میں عتبہ کی تاک میں بیٹھ گئے اور انہوں نے عتبہ کے پاس تیس ہزارروپے پائے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: یہ تمہارے پاس کہاں سے آئے ہیں؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! یہ نہ تو آپ کے ہیں اور نہ مسلمانوں کے ہیں' لیکن یہ مال میں سازو سامان خریدنے کے لیے لے کر نکلا ہوں۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے گورنر کے پاس مال ہوتو اس کو بیت المال میں ہونا چاہیے، پھر آپ نے ان سے یہ مال لے لیا اوراس مال کو مسلمانوں کے بیت المال میں شامل کر دیا۔

کچھ دن گزر گئے' اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے' چنانچہ انہوں نے عتبہ سے کہا: کیا آپ کا اس مال میں حق ہے کیونکہ میرے خیال میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے یہ مال لینے کا کوئی سبب نہیں تھا؟ سیدنا عتبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر وہ مال لینا چاہے، تو اسے دے دو، اگر آپ سے پہلے لوگ آپ کو مال نہیں لوٹاتے، تو بعد والے ضرور واپس کر دیں گے۔(العقد الفرید :۱/ ۴۸)

واقعہ 76:

ایک شخص سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق بحث کرتا ہے

ایک آدمی سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ سے کہنے لگا:

بے شک سیدنا عثمان ؓ جہنمی ہیں' چنانچہ سیدنا علی ؓ نے فرمایا: تجھے کیسے پتہ چلا؟ اس آدمی نے کہا: کیونکہ انہوں نے بدعت اختراع کی تھی۔ اس آدمی کو سیدنا علی ؓ نے فرمایا: تیرا کیا خیال ہے کہ اگر تیری کوئی بیٹی ہوتی تو تو اس کی شادی کے متعلق کسی سے مشورہ طلب نہ کرتا؟ اس نے کہا: نہیں (میں ضرور مشورہ لیتا) سیدنا علی ؓ نے فرمایا: تم مجھے بتلاؤ نبی کریم ﷺ کے متعلق کہ کیا جب وہ کسی اہم کام کا ارادہ کرتے تو وہ اللہ سے خیر طلب کرتے تھے یا نہیں؟ اس آدمی نے کہا: نہیں' بلکہ آپ اللہ سے بھلائی چاہتے تھے۔ چنانچہ سیدنا علی ؓ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ آپ کو اختیار دیتے تھے یا نہیں؟ اس نے کہا: آپ کو اللہ اختیار دیتے تھے تو سیدنا علی ؓ نے فرمایا: تو تم مجھے رسول اللہ ﷺ کے متعلق بتاؤ کہ کیا آپ کی بیٹی کی شادی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا عثمان ؓ کو پسند فرمایا یا نہیں؟ چنانچہ وہ آدمی لاجواب ہوگیا اور ناکام و نامراد واپس پلٹ گیا۔ (حیاۃ الصحابۃ : ۲/ ۴۵۴)

واقعہ 77:

سیدنا عثمان ؓ اپنے ساتھیوں سے گفتگو کرتے ہیں

امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان ؓ کا سخت گھیراؤ ہوگیا تو آپ لوگوں کی جانب نکلے اور انہیں اپنا آپ یاد دلوانے لگے' آپ نے غصہ کے ساتھ فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہیں یاد کرواتا ہوں کہ کیا تمہیں معلوم نہیں حراء (مکہ کا پہاڑ) جس وقت کپکپایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: حراء! ٹھہر جا تجھ پر نبی' صدیق اور شہید کے سوا اور کوئی نہیں ہے اور میں آپ کے ساتھ تھا؟

لوگوں نے کہا: جی ہاں' (ہمیں معلوم ہے) آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کے نام کے ساتھ یاد کراتا ہوں کہ بیعت رضوان کے دن رسول اللہ ﷺ نے جب مجھے مکہ میں مشرکین کی طرف بھیجا تھا تو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آپ نے فرمایا: یہ میرا ہاتھ ہے اور یہ سیدنا عثمان ؓ کا ہاتھ ہے اور آپ نے میرے لیے بیعت لی؟ لوگوں نے کہا: ہاں معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر یاد دلاتا ہوں کہ کیا

تمہیں علم نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں فرمایا تھا: کون شخص ہے جو خوش دلی سے مال خرچ کرے جبکہ لوگ تنگ حال اور مشکل میں ہیں تو میں نے لشکر کو تیار کیا؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ ہمیں علم ہے۔ آپ نے فرمایا: میں آپ لوگوں کو اللہ کے نام پر یاد دہانی کرواتا ہوں کہ (رومہ) نامی کنواں' اس سے کوئی بھی بلا قیمت پانی نہیں پی سکتا تھا تو میں نے اسے خریدا اور اس کو ہر امیر' غریب اور راہ الٰہی کے مسافر کے لیے وقف کر دیا۔ لوگوں نے کہا: ہاں' (ہمیں معلوم ہے)۔(جامع ترمذی رقم الحدیث :۳۶۹۹۔ امام احمد بن حنبل فی (فضائل الصحابة) رقم : ۷۵۱)

واقعہ 78:

سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کے مابین گفت وشنید

سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اللہ کی رحمت وخوشنودی کے نخلستان کی طرف پرواز کر گئی' سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کے لیے رشتہ کی پیشکش کی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ کیونکہ آپ کو یہ بات پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا ارادہ رکھتے ہیں تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ناراض ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خاموش رہنے کی شکایت کی۔ چنانچہ آپ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عنقریب اللہ عثمان سے بہتر شخص کے ساتھ تیری بیٹی کی شادی کر دے گا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی تیری بیٹی سے بہتر کے ساتھ کرے گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی آپ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی۔(العقد الفرید:۷/ ۹۶)

واقعہ 79:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو پانی پلاتے ہیں

امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا گھیراؤ سخت ہوگیا یہاں تک کہ آپ

اپنے گھر میں موجود تھوڑے پانی والے کنوئیں کا پانی پینے لگے۔ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ جلدی سے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور پریشان ہوتے ہوئے انہیں کہنے لگے: اے ابن ابی طالب! کیا آپ اسی پر راضی ہو گئے ہیں کہ آپ کے چچا کا بیٹا گھیرے (حصار) میں ہے حتی کہ اللہ کی قسم! وہ اپنے گھر کے بدبودار پانی والے کنویں سے ہی پانی پیتے ہیں؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: سبحان اللہ (اللہ پاک ہے) کیا لوگ آپ کے متعلق اس حد تک پہنچ گئے ہیں؟ سیدنا جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! اس سے بھی زیادہ شدید حد تک پہنچ چکے ہیں چنانچہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شیر کی مانند مشتعل ہو کر کھڑے ہوئے اور مشکیزہ اٹھا کر چل پڑے یہاں تک کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں پانی پلایا۔(ابن عساکر:۳۶۹)

واقعہ 80:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی وصیت

جب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے اور آپ کی پاکیزہ روح اللہ کی جانب پرواز کر گئی تو لوگوں نے آپ کا خزانہ تلاش کیا اور انہوں نے اس نعمت خانہ میں ایک تالا لگا ہوا صندوق پایا، جب انہوں نے اس کو کھولا تو اس میں ایک چھوٹا سا غلاف چڑھا ہوا برتن ملا اور اس کے اندر ایک کاغذ کا ورق تھا جس میں یہ لکھا ہوا تھا: یہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی وصیت ہے' اس وصیت میں لکھا ہوا تھا شروع اللہ کے نام سے•جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے' سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے' وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں' یقیناً جنت برحق ہے اور بلاشبہ جہنم بھی برحق ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس دن جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے قبروں میں موجود لوگوں کو زندہ کرے گا اور بلاشک وشبہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا اور اسی عقیدے پر ہم زندہ ہوتے ہیں اور اسی عقیدے پر ہم مرتے ہیں اور اسی پر اگر اللہ نے چاہا تو ہم اٹھائے

جائیں گے۔ (آثار الصحابة : ۲/ ۲۹)

واقعہ 81:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید نہ کرو

سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' جبکہ آپ کا محاصرہ کیا گیا تھا تو آپ نے انہیں گھر میں اکیلے پایا' اور لوگوں کو چلے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو سلام کیا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ! آپ کو کون سی چیز یہاں لائی ہے؟ وہ کہنے لگے: میں آپ کے پاس آیا ہوں تا کہ میں آپ کے ساتھ رات گزاروں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ کے حصار کو ختم کر دے یا مجھے بھی آپ کے ساتھ ہی شہید کر دیا جائے' یقیناً میں ان سب لوگوں کو آپ کو قتل کرنے کے درپے دیکھتا ہوں اور اگر یہ آپ کو قتل کر ڈالیں تو یہ آپ کے لیے بہتر ہے اور ان کے لیے برا ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہیں جو تمہارا مجھ پر حق ہے اس کی وجہ سے سختی کے ساتھ حکم دیتا ہوں کہ تم ان کی طرف نکل جاؤ یہ بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے اسے نعمت عطا کرے یا بدتر ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے اسے ہٹا دے۔

چنانچہ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ باہر نکل کر بلوائیوں سے مخاطب ہوئے، تو سب آپ کی طرف اکٹھے ہو گئے' آپ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی' پھر فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں جب ان میں موجود نبی کو قتل کر دیا جاتا تو اس کی دیت ستر ہزار جنگجو ہوتی اور اس نبی کے بدلے میں ان سب کو قتل کر دیا جاتا اور جب خلیفہ قتل ہو جاتا تو اس کی دیت وخون بہا پینتیس ہزار لڑاکا سپاہی ہوتے اور ان سب کو اس کے عوض قتل کر دیا جاتا۔ چنانچہ تم لوگ امیر المومنین کو قتل کرنے میں جلدی نہ کرو' بلاشبہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ ان کی موت مقررہ آچکی ہے اور ہم اس کو اللہ کی کتاب میں پاتے ہیں' میں تمھیں اس اللہ ذاتِ باری تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے

انہیں جو شخص بھی قتل کرے گا وہ قیامت کے روز اللہ عزوجل سے فالج زدہ ہاتھ سے ملے گا۔ (فضائل الصحابة :۷۷٦)

واقعہ 82:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو گالی مت دو

بیمار دلوں میں کینے و بغض نے حرکت کی اور خستہ دلوں پر گمراہی نے خیمے ڈال دیئے جو کہ ایمان کی روشنی سے خالی تھے۔ ایک روز کمزور ذہنوں والے کچھ لوگ بیٹھے تھے اور امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سیرت کے متعلق ان کی زبانیں چغلی وغیبت میں مشغول تھیں، وہ بہت زیادہ آپ کے متعلق بولے اور آپ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر بن رضی اللہ عنہما نے انہیں سنا جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں زبان درازی کر رہے تھے تو آپ غصہ ہوئے اور ان پر ایک تلوار کی مانند ساتھ مشتعل ہو کر لپکے اور کہا: تم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو سب وشتم نہ کرو کیونکہ ہم انہیں اپنے بہترین لوگوں میں شمار کرتے ہیں۔ (احمد بن حنبل فی فضائل الصحابة :۷۷٦)

واقعہ 83:

ایک باغی کے ساتھ پرسکون مکالمہ

امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ہر جانب سے گھیر لیا گیا، باغی پختہ عزم کیے ہوئے تھے کہ انہوں نے آپ کو قتل کرنا ہے، چنانچہ دو آدمیوں نے آپ پر حملہ کیا تاکہ وہ دونوں آپ کو شہید کر دیں تو آپ کے پاس پہلا آدمی جو بنولیث سے تھا آیا تاکہ آپ کو قتل کر ڈالے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پرسکون آواز کے ساتھ فرمایا: تم کس قبیلے سے ہو؟ اس نے کہا: لیث قبیلہ سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم تو میرے ساتھی نہیں ہو۔ اس نے حیران ہو کر کہا: وہ کیسے؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم اس گروہ میں سے نہیں ہو کہ نبی کریم ﷺ نے تمہارے لیے دعا فرمائی تھی اور یہ کہ تم فلاں فلاں دن سے بچے رہنا۔

وہ کہنے لگا: کیوں نہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عظیم لوگوں کے سے ادب کے ساتھ فرمایا: تو تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو؟ چنانچہ اس آدمی نے معافی مانگی اور واپس پلٹ گیا اور قوم کو چھوڑ گیا۔ قوم والوں نے دوسرے شخص کو آپ کے پاس بھیجا جو کہ قریش سے تعلق رکھتا تھا' وہ کہنے لگا: اے عثمان! میں آپ کو قتل کروں گا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ وہ کہنے لگا: کیسے؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں دن تمہارے لیے بخشش مانگی تھی تو تم ناحق خون ہرگز نہ بہانا۔

چنانچہ اس شخص نے معافی چاہی اور لوٹ کر قوم سے علیحدہ ہوگیا۔ اس طرح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پرسکون مکالمے اور اپنی ذہانت کے باعث قوم کی چال اور باغی کے حیلہ سے محفوظ رہے۔ (مسند آثار الصحابة : ۲/ ۲۷)

واقعہ 84:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلافت چھوڑنا چاہتے ہیں

غم واندوہ اور حزن کے بادلوں نے فضا میں دائرہ بنالیا' سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ اس وقت محصور تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو تلخی سے کہا کہ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے جو مغیرہ بن اخنس نے کہا ہے؟ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ کیا کہتے ہیں؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ کہتے ہیں: یقیناً یہ قوم چاہتی ہے کہ آپ خلافت کو چھوڑ دیں اور ان کے درمیان سے الگ ہو جائیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ ہمشہ دنیا میں رہنے والے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں' سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: آپ کیا خیال کرتے ہیں کہ اگر آپ ایسا نہ کریں تو یہ آپ کو قتل کرنے سے زیادہ بھی کچھ کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا وہ جنت اور دوزخ کے مالک ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میرا خیال نہیں ہے کہ آپ اسلام میں ایسا طریقہ جاری کریں کہ جب بھی کسی

امیر کو خلافت کے منصب پر فائز کیا جائے تو وہ اس کو اتار پھینکے اور نہ یہ کہ آپ اس قبائے خلافت کو اتار دیں جو کہ اللہ عزوجل نے آپ کو پہنائی ہے۔

(فضائل الصحابة : ۷۶۷۔ طبقات ابن سعد : ۳/ ۴۸)

واقعہ 85:

بلوائیوں کا گھیراؤ

باغیوں نے ذوالنورین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اس طرح سے گھیرا جیسے کنگن کلائی کو گھیرتا ہے۔ یہاں تک کہ باغیوں نے آپ کو کھانا کھانے اور پانی پینے سے بھی روک دیا۔ چنانچہ ابوقتادہ اور ان کے ساتھ ایک اور شخص سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ آپ سے حج کے بارے میں اجازت چاہتے تھے تو آپ نے ان دونوں کو اجازت مرحمت فرما دی۔ جس وقت انہوں نے باہر نکلنے کا قصد کیا تو دروازے پر سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھا اور وہ اسلحہ سے لیس تھے بس وہ ان کے ساتھ پلٹے حتی کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے بہادر لوگوں کی سی ثابت قدمی کے ساتھ کہا: اے امیرالمومنین! میں یہاں آپ کے سامنے ہوں آپ اپنے متعلق مجھے کوئی حکم صادر فرمائیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عظیم لوگوں کی طرح فرمایا: اے میرے بھتیجے! میں نے تیرے ساتھ رشتہ داری کو جوڑا ہے اور بلاشبہ قوم والے میرے علاوہ کسی اور کے قتل کا ارادہ نہیں رکھتے، اللہ کی قسم! میں مومنین کے بدلے میں اپنے آپ کو نہیں بچاؤں گا لیکن میں اپنی جان کے عوض مومنین کو بچاؤں گا۔

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیرالمومنین! اگر آپ کسی چیز کا حکم دیں تو کیا حکم دیں گے؟ آپ نے فرمایا: دیکھو سیدنا محمد ﷺ کی امت اس پر اکٹھی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو گمراہی پر جمع نہیں کریں گے اور تم سب بھی جماعت کے ساتھ ہو جاؤ وہ جہاں کہیں ہوں۔

بشار بن موسیٰ نے کہا: میں نے یہ واقعہ حماد بن زید سے بیان کیا تو ان کا

دل پسیج گیا اور ان کی دونوں آنکھوں نے آنسو بہا دیئے اور انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ امیر المومنین پر رحم فرمائے! چالیس سے زیادہ راتوں تک آپ رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے منہ سے کوئی ایسا کلمہ نہیں نکلا جس میں کسی مبتدع کے لیے حجت و دلیل ہو۔ (الرقة والبکاء ص:۱۹۲)

واقعہ 86:

آخری کلمات

غم و پریشانی میں سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے پوچھا جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید کیے جانے والی جگہ پر حاضر و موجود تھے: کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا جب آخری وقت آیا اور جب وہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھے، تو آپ کی زبان پر کیا آخری کلمات تھے؟ لوگوں نے کہا کہ ہم نے آپ سے سنا کہ آپ کہہ رہے اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو جمع کیے رکھ' اے اللہ! امت محمد یہ کو اکٹھا رکھ' اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو جمع کر دے۔ آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا: سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر وہ اس حال میں اللہ سے یہ دعا کرتے کہ کہ اے اللہ ان کو کبھی متحد نہ کرنا تو قیامت کے دن تک اس امت کے لوگ کبھی بھی متحد نہ ہوتے۔ (المحتضرین لابن ابی الدنیا :۵۸)

واقعہ 87:

ملاء اعلیٰ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گرد ان کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ جمع ہو گیا اور وہ آپ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور پہلے پہل اسلام لانے والوں کے متعلق باتیں غور سے سن رہے تھے۔ ان کے قلوب و اذہان محبت رسول کی خوشبوؤں سے معمور تھے ان میں سے ایک شخص نے نرمی اور محبت بھری آواز کے ساتھ کہا: ہمیں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سیرت کے متعلق بیان کیجئے۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مسرت و شادمانی کے عالم میں فرمایا: وہ تو ایسے شخص ہیں کہ جنہیں ملاء اعلیٰ (فرشتوں) میں ذوالنورین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ (الاصابة لابن حجر :۴/ ۳۷۷)

واقعہ 88:

میں رسول اللہ ﷺ کا پڑوس ہرگز نہیں چھوڑوں گا

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جبکہ وہ محصور تھے اور فرمانے لگے: یقیناً آپ لوگوں کے حاکم و امام ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ آپ کو کیا مصیبت لاحق ہے۔ میں آپ کو تین صورتیں پیش کرتا ہوں' آپ ان تینوں میں سے ایک کا انتخاب فرمالیں: یا تو آپ ان (باغیوں) کی جانب نکلیں اور ان سے لڑائی کریں' یقیناً آپ کے ساتھ افراد اور طاقت ہے اور آپ حق پر ہیں اور وہ لوگ باطل پر ہیں۔ یا ہم آپ کے لیے جس دروازے پر لوگ ہیں' اس کے علاوہ کوئی اور دروازہ کھول دیں' اور آپ اپنی سواری پر بیٹھ جائیں' اور آپ مکہ پہنچ جائیں کیونکہ یہ لوگ اگر وہاں ہوں گے' تو یہ آپ کے خون کو حلال ہرگز نہیں جانیں گے' یا آپ ملک شام چلے جائیں کیونکہ یہ اہل شام کے امیر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عزت و تکریم کے ساتھ فرمایا: آپ کی یہ بات کہ میں جنگ لڑوں تو میں رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کی امت کا خون نہیں بہا سکتا۔ آپ کی دوسری بات میں مکہ مکرمہ چلا جاؤں تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: مکہ میں قریش کا ایک شخص حرم کی بے حرمتی کرے گا اور وہ شدید ترین عذاب سے دو چار ہوگا لہٰذا میں وہ شخص نہیں ہونا چاہتا۔

اور باقی آپ کی یہ بات کہ میں ملک شام چلا جاؤں تو میں اپنی ہجرت کا مقام اور رسول اللہ ﷺ کا پڑوس ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ (تاریخ الخلفاء :۲۵۸)

واقعہ 89:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اشتعال

بجلی کی سی تیزی کے ساتھ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار اٹھائے ہوئے امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی جانب چلے' اس بات کے بعد کہ ان کے کانوں تک خلیفہ کو باغیوں کے گھیر لینے کی خبر پہنچی۔ چنانچہ آپ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس یہ کہتے ہوئے

آئے: اے امیر المومنین! آپ امن چاہتے ہیں یا لڑائی؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بردباری اور سکون کے ساتھ فرمایا: اے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ! کیا تجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تو تمام لوگوں کو اور مجھے قتل کر ڈالے؟ وہ کہنے لگے: نہیں۔ چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تم کسی ایک شخص کو قتل کرو گے تو گویا تم نے تمام لوگوں کو قتل کیا۔ چنانچہ امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی یہ بات سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے دل میں گھر کر گئی اور ان کا اشتعال ٹھنڈا پڑ گیا اور وہ واپس پلٹ گئے اور لڑائی نہیں کی۔

اس دوران کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ محصور تھے' ایک باغی بلوائی نے کسی شخص کو قتل کر ڈالا تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر المومنین! اب تو لڑائی کا وقت آ گیا ہے کہ انہوں نے ہم میں سے ایک شخص کو قتل کر ڈالا ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! برداشت کرو اور اپنی تلوار کو پھینک دو اور تمہارا ارادہ مجھے بچانے کا ہے تو میں عنقریب اپنی جان کے بدلے مومنین کو بچا لوں گا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: چنانچہ میں نے اپنی تلوار پھینک دی اور آج تک مجھے نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ کہاں ہے؟

(طبقات ابن سعد:۳/ ۵۱۔ حیاۃ الصحابۃ :۲/ ۱۱۶)

واقعہ 90:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور باغیوں کے سوالات

اہل مصر میں سے باغی سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سرزنش کے لیے آئے' مدینہ منورہ کے قریب ہی ان کے پڑاؤ ڈالنے کی خبر امیر المومنین کو ملی، تو آپ منبر پر چڑھے اور فرمایا: اللہ آپ کو جزائے خیر دے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیو! مجھ سے شر کو دور کرو' تم نے برائی کو پھیلایا اور نیکی کو چھپایا اور تم نے میرے متعلق فسادی لوگوں کو برا نگیختہ کیا' تم میں سے کون اس قوم کے پاس جائے گا' تا کہ وہ ان سے سوال کرے کہ وہ کس چیز کا ارادہ رکھتے ہیں؟ آپ نے تین مرتبہ فرمایا تو خاموشی سب پر خیمہ زن ہو گئی،

کسی ایک نے بھی جواب نہیں دیا۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں (جاؤں گا) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم زیادہ موزوں ہو کہ تم ان کے پاس جاؤ چنانچہ آپ ان کے پاس آئے اور انہوں نے آپ کو مرحبا کہا اور وہ کہنے لگے: ہمارے پاس کوئی ایسا نہیں آیا جو ہمارے ہاں آپ سے زیادہ محبوب ہو۔ آپ (علی کرم رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: تم کس بات کا انتقام لیتے ہو؟ وہ کہنے لگے: ہم انتقام لیتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کتاب کو مٹا دیا ہے اور چراگاہ مقرر کر لی ہے اور اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو گورنر وغیرہ بنا دیا ہے اور مروان کو دو لاکھ درہم سے نوازا ہے اور محمد ﷺ کے ساتھیوں کو استعمال کیا ہے۔

چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیا کہ قرآن تو اللہ کی جانب سے ہے میں نے تمہیں اس کو مختلف قراتوں میں اس لیے روکا تھا کیونکہ میں تمہارے متعلق اختلاف سے ڈرتا تھا تو اب تم جیسی مرضی قرأت پر پڑھو اور باقی رہا چراگاہ اللہ کی قسم! وہ چراگاہ نہ میرے اونٹوں کے لیے ہے اور نہ میری بکریوں کے لیے ہے بلکہ وہ تو بیت المال کے اونٹوں کے لیے ہے تاکہ وہ موٹے تازے اور درست ہو جائیں اور مسکینوں غریبوں کو اس کے زیادہ پیسے مل سکیں اور تمہارا کہنا کہ میں نے مروان کو دو لاکھ دیے ہیں تو یہ ان کا مال ہے اور وہ اس پر جس کو پسند کریں گے گورنر بنا دیں گے باقی تمہارا کہنا کہ میں نے نبی پاک ﷺ کے ساتھیوں کو استعمال کیا ہے تو بلاشبہ میں ایک انسان ہوں، میں غصہ میں ہوتا ہوں اور خوش بھی، پس جس کسی پر میں نے ظلم کیا ہے تو میں قصاص دینے کے لیے تیار ہوں اور اگر وہ چاہے تو معاف کر دے۔ یہ سن کر تمام لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے صلح کر لی اور مدینہ منورہ میں آ گئے۔ (آثار الصحابة ۲/ ۱۰)

واقعہ 91:

ہمارے ہاں روزہ کھولنا

سیدہ نائلہ بنت فرافضہ امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیوی رنج والم کے ساتھ بیٹھی آپ کے قتل ہونے سے پہلے آپ کی زندگی کے آخری لمحات کا

تذکرہ کر رہی تھیں۔

کہنے لگیں: جس وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا محاضرہ کیا گیا اس روز آپ روزہ سے تھے جب افطار کا وقت آیا تو آپ نے افطار کے لیے ان سے صاف پانی مانگا تو انہوں نے کہا: تم یہ کنویں کا پانی لو اور وہ کنواں ایسا تھا کہ جس میں بدبودار گندگی ڈالی جاتی تھی چنانچہ آپ نے وہ رات اسی حالت میں گزاری اور کچھ نہ کھایا' جب سحری کا وقت آیا تو میں اپنے پڑوسیوں کے پاس آئی اور ان سے صاف شیریں پانی مانگا اور میں پانی کا ایک آبخورہ آپ کے پاس لائی اور میں نے آپ کو جگایا اور میں نے کہا: یہ شریں صاف پانی ہے یہ میں آپ کے لیے لائی ہوں تو آپ نے فرمایا: یقیناً رسول اللہ ﷺ اس چھت سے میرے پاس تشریف لائے اور آپ کے پاس ایک پانی کا ڈول تھا تو آپ نے فرمایا: اے عثمان! یہ پانی پیو' چنانچہ میں نے پانی پیا یہاں تک کہ میں سیراب ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا کہ اور پیو' تو میں نے پیا حتی کہ میرا پیٹ بھر گیا تو آپ نے فرمایا: بلاشبہ قوم تجھ پر زیادتی کر رہی ہے اور اگر تم ان سے لڑو گے تو تم کامیاب ہو گے اور اگر تم انہیں چھوڑ دو گے تو تم ہمارے ہاں روزہ افطار کرو گے۔ وہ کہنے لگیں: چنانچہ وہ سب بلوائی آپ کے پاس اسی دن آئے اور انہوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ (کتاب السنة لابن ابی عاصم: ۲/ ۵۹۳' رقم: ۱۳۰۲)

واقعہ 92:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پڑوس کو پسند فرماتے ہیں

سیدہ ریطہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی آزاد کردہ لونڈی بیٹھی بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں' مجھے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا جبکہ وہ محصور تھے تو آپ نے فرمایا: تم جاؤ' کیونکہ عورتیں اس معاملہ میں مردوں سے زیادہ نرم خو ہیں اور انہیں کہنا کہ آپ کو آپ کا بھتیجا اسامہ سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ بلاشبہ میرے چچا کے بیٹے میرے زیادہ نزدیک ہیں اور میرے پاس سواریاں بھی ہیں اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے لیے گھر کے ایک کنارے پر نقب لگاؤں اور آپ وہاں سے نکل جائیں یہاں تک کہ آپ مکہ مکرمہ آ جائیں ایسی قوم کے پاس کہ آپ ان میں محفوظ

ہو

ہوں گے۔ اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسے ہی کیا تھا جس وقت انہیں اپنی قوم سے اندیشہ تھا۔ چنانچہ ریطۃ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا پیغام لے کر آئی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو جا کر انہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا اور انہیں کہنا: اللہ تجھے بہتر بدلہ عنایت فرمائے اے میرے بھتیجے! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی مسجد کو موت کے ڈر سے چھوڑ کر ہجرت کرنے والا نہیں ہوں۔ چنانچہ ریطۃ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے پاس وہ بات لے کر آئی جو خلیفہ نے کہی تھی۔ تو سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھ پر افسوس! واپس پلٹ جا کیونکہ میں تو آپ یعنی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو مقتول ہی دیکھتا ہوں۔ (تاریخ دمشق ابن عساکر :۴۱۱)

واقعہ 93:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا خون اور قتل

عمرہ بنت ارطاۃ العدویۃ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی وفات کے ایک سال بعد ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ ایک روحانی سفر میں مکہ مکرمہ کی جانب نکلیں تو وہ مدینہ مشورہ کے پاس سے گزرے تا کہ کچھ خوشبودار تذکروں کا حصہ حاصل کرلیں۔ چنانچہ انہوں نے قرآن کا وہ نسخہ دیکھا جس پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اور آپ اپنے حجرہ میں تھے تو آپ کے خون کا پہلا قطرہ اس آیت پر گرا تھا:

﴿ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ [البقرة : ١٣٧]

''پس عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے کافی ہو جائے گا اور وہ سننے اور جاننے والا ہے''۔

عمرہ بنت ارطاۃ کہنے لگیں: ان میں سے جنہوں نے آپ کو شہید کیا کوئی شخص بھی سیدھی راہ پر نہیں مرا۔ (احمد فی الفضائل :۸۱۷)

واقعہ 94:

ایک آدمی آگ سے مدد طلب کرتا ہے

ملک شام کی ایک سرائے میں سخت فریاد رسی سنائی دی جس سرائے کو مسافر

کے لیے تیار کیا گیا تھا: اے میری ہلاکت آگ، اے میری تباہی آگ!

ابو قلابہ جو کہ حافظین حدیث میں سے تھے اس آواز کے منبع کی طرف تیزی سے لپکے تو وہاں ایک شخص تھا، جس کے دونوں ہاتھ، کندھا اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے تھے اور وہ اندھا بھی تھا، وہ اپنی ہی دھن میں یہ نداء لگا رہا تھا: اے میرے بربادی آگ، آگ!

چنانچہ ابو قلابہ نرمی اور شفقت بھری آواز کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوئے: اے اللہ کے بندے! تجھے کیا ہوا ہے؟ اس شخص نے سخت مایوسی کے ساتھ ان لوگوں سے کہا جو اس کی طرف متوجہ تھے اور ان کو بتلایا جو اس کے ساتھ ہوا اس شخص نے ٹوٹے ہوئے دل اور نامراد ہوتے ہوئے کہا: میں ان لوگوں میں سے تھا جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے اور میں پہلے لوگوں میں سے تھا جو آپ کے پاس گئے، جب میں آپ کے قریب ہوا تو آپ کی بیوی چیخی تو میں نے اس کی طرف رخ کیا اور اسے ایک تھپڑ رسید کیا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے میرے جانب دیکھا اور آپ کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی تھیں پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھوں اور تیرے پاؤں کو شل کر دے اور تجھے اندھا بنا دے اور تجھے جہنم واصل کرے؟ پھر اس شخص نے گہری سانس لینے کے بعد کہا: پھر مجھے کپکپاہٹ نے آ دبوچا اور میں آپ کی بددعا سے بھاگتے ہو نکل کھڑا ہوا، اور میں اپنی سواری پر سوار ہوا اور آپ کی بددعا سے بھاگنے کے لیے تیزی سے چلنے لگا، جب میں رات کے وقت اس مقام پر پہنچا تو مجھے آنے والی مصیبت آ گئی جو آپ میرے ساتھ موجود دیکھ رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ وہ انسان تھے یا جن؟ تحقیق اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں، میرے پاؤں اور میری نظر کے متعلق ان کی بددعا کو قبول فرما لیا اور اللہ کی قسم! آپ کی بددعا سے صرف آگ ہی باقی ہے۔

ابوقلابہ نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو اپنے پاؤں سے کچل ڈالوں، پھر میں نے اس سے کہا: تیرے لیے دوری اور بدبختی ہو۔ (الرقة والبكاء : ۱۹۵)

واقعہ 95:

مجھے سفید بیل کے کھائے جانے کے دن کھایا گیا

آزردگی اور کبیدہ خاطری کے ساتھ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ایک گروہ میں بیٹھے انہیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی زندگی سے متعلق کچھ بیان فرمارہے تھے اور جو لوگوں کا ان کے بارے میں موقف تھا وہ بتلا رہے تھے۔

چنانچہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میری مثال اور تمہاری مثال اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مثال کیا ہے؟ وہ ایک گھنے درختوں والے جنگل میں تین بیلوں کی طرح ہے: ایک بیل سیاہ ہے، ایک سفید اور ایک زرد رنگ کا ہے اور ان تینوں کے ساتھ ایک شیر ہے، شیر ان تینوں کے آپس میں اتحاد کی وجہ سے ان پر بالکل بھی قدرت نہیں رکھتا تھا تو اس شیر نے سیاہ اور زرد بیل کو کہا: ہمیں اس سرسبز جنگل کا راستہ تو صرف سفید بیل نے ہی دکھایا ہے اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں اسے کھا لوں اور یہ جنگل میرے اور تم دونوں کے لیے صاف ہو جائے۔

چنانچہ ان دونوں نے کہا: جاؤ، تمہیں چھوڑا۔ اس نے سفید بیل کو کھا لیا، پھر کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد شیر نے زرد بیل سے کہا: اس جنگل کی طرف رہنمائی تو ہمیں صرف اس کالے سیاہ بیل نے ہی کی تھی کیونکہ اس کا رنگ معروف ہے اور میرا اور تمہارا رنگ مشہور نہیں ہے تو اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں اسے کھا لوں اور جنگل میرے اور تمہارے لیے خالی ہو جائے اور ہم اس میں رہیں۔

زرد بیل نے کہا: جاؤ، تمہیں چھوڑا۔ چنانچہ شیر نے اس سیاہ بیل کو کھا لیا، پھر زیادہ عرصہ بھی نہ گزرا کہ شیر نے زرد بیل کو کہا کہ میں تجھے کھا جاؤں گا۔ اس نے کہا: تم مجھے چھوڑ دو یہاں تک کہ میں تین آوازیں دے لوں۔ شیر نے کہا: ٹھیک ہے اس زرد بیل نے کہا: سنو! بلاشبہ میں تو جس دن سفید بیل کو کھایا گیا اسی دن کھا لیا گیا تھا، خبردار! بے شک میں سفید بیل کے کھائے جانے والے دن ہی کھا لیا گیا تھا، سن رکھو! یقیناً مجھے

سفید بیل کے کھائے جانے کے دن ہی کھالیا گیا تھا۔(تاریخ المدینہ :۴/ ۱۲۴۳)

واقعہ 96:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی برکت

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیٹھے لوگوں کو اپنا حال اور غم سنا رہے تھے' آپ سخت تنگی اور پریشانی کے ساتھ فرمانے لگے: مجھے اسلام میں تین مصیبتیں ایسی پہنچے جن کی مثل مجھے کوئی مصیبت نہیں پہنچی:

۱. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کیونکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قریبی ساتھی تھا۔
۲. سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت۔
۳. مزود (توشہ دان) ایسا برتن جس میں کھانے وغیرہ کی اشیاء رکھی جاتی ہیں۔

لوگ کہنے لگے: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! وہ توشہ دان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ نے فرمایا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! کیا تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ میں نے کہا: میرے توشہ دان میں میرے پاس چند کھجوریں ہیں۔ آپ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ میں وہ آپ کے پاس لے آیا' آپ نے اس میں برکت کی دعا فرمائی' پھر فرمایا: دس اشخاص کو بلاؤ تو میں نے دس آدمیوں کو بلایا اور انہوں نے کھایا یہاں تک کہ ان کے پیٹ بھر گئے' پھر اسی طرح ہوتا رہا یعنی دس دس کو بلایا جاتا رہا حتیٰ کہ تمام لشکر نے کھا لیا اور توشہ دان کی کھجوریں باقی بچ گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! جب تو چاہے کہ اس میں سے کچھ نکالنا ہے تو اس میں اپنا ہاتھ داخل کرنا لیکن اس کو اوندھا نہ کرنا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: چنانچہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی اس سے کھایا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی بھی میں نے اس سے کھایا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مکمل زندگی بھی میں اس سے کھاتا رہا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بھی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا ہی رہا۔ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو برکت بھی اٹھ

گئی اور جو میرے گھر میں تھا وہ چوری ہوگیا اور وہ توشہ دان بھی چوری ہوگیا۔

(دلائل النبوۃ للبیھقی :٦/ ١١٠)

واقعہ 97:

اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور اللہ تعالیٰ کی اونٹنی

ابومسلم خراسانی کے پاس سے اہل مدینہ کے کچھ آدمی گزرے اور ابومسلم خراسانی دمشق میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو ابومسلم نے انہیں کہا: کیا تم اپنے بھائی اہل حجر یعنی ثمودیوں کے گھروں کے پاس سے گزرے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ ابومسلم نے کہا: کیا تم نے دیکھا کہ اللہ نے ان کے ساتھ کیا کیا تھا؟ انہوں نے کہا: یہ ان کے گناہوں کی وجہ سے تھا۔ ابومسلم نے کہا: بلاشبہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں انہی کی مانند ہو۔

چنانچہ ان کے پاس سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ آئے اور ابومسلم خراسانی وہاں سے چلے گئے تو انہوں نے کہا: اس بزرگ نے ہمیں تکلیف واذیت پہنچائی ہے جو تمہارے ہاں سے ابھی چلا گیا ہے۔ چنانچہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے بلا بھیجا اور ابومسلم تشریف لایا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابومسلم! تجھے اور تیرے بھائی کی آل اولاد کو کیا مسئلہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے انہیں کہا: تم اہل حجر کے پاس سے گزرے تھے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ میں نے کہا: تم کیسے دیکھتے ہو جو اللہ نے ان کے ساتھ کیا؟ انہوں نے کہا: یہ اللہ نے ان کی خطاؤں کے بسبب کیا تھا۔ چنانچہ میں نے کہا: میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ تم بھی اللہ کے نزدیک انہی کی مثل ہو۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابومسلم! وہ کیسے؟ ابومسلم نے کہا: انہوں نے اللہ کی اونٹنی کو قتل کیا تھا اور تم نے اللہ کے خلیفہ کو قتل کر دیا اور میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں کہ اللہ کے نزدیک اس کی اونٹنی سے زیادہ معزز و قابل عزت اس کا خلیفہ ہے۔

واقعہ 98:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہیں

کوفہ میں کچھ لوگ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سیرت کے متعلق ہم تبادلۂ خیال کر رہے تھے، کہ ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور یہ کہتے ہوئے پکارا: میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں تو اس شخص کو سپاہیوں نے قید کر لیا اور وہ اسے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور لوگوں نے کہا: اگر ہمیں کسی کو قتل کرنے سے منع نہ کیا گیا ہوتا تو ہم ضرور اس کو قتل کر دیتے، کیونکہ یہ شخص گواہی دیتا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہادت کی موت مارے گئے۔

اس شخص نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ بھی گواہی دیتے ہیں کہ وہ شہید ہوئے تھے اور کیا آپ کو یاد ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا کیا پھر میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا ان سے میں نے سوال کیا تو انہوں نے بھی مجھے نوازا پھر میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو میں نے ان سے مانگا تو انہوں نے بھی مجھے عنایت کیا پھر میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور میں نے ان سے کچھ طلب کیا تو انہوں نے بھی مجھے دیا' پھر اس شخص نے کہا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! اللہ سے دعا کریں کہ وہ میرے لیے اس میں برکت ڈالے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے لیے برکت کیسے نہ ہو کہ تمہیں ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہیدوں نے عطا کیا ہے اور آپ نے اس بات کو تین مرتبہ دہرایا۔

چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی تصدیق فرمائی اور اس بات کی انہوں نے بھی گواہی دی اور آپ نے لوگوں کو خلفاء کے متعلق برا تذکرہ کرنے سے منع فرمایا۔

(مسند ابی یعلیٰ :۳/ ۱۷۶' رقم الحدیث:۱۶۰۱۔ مجمع الزوائد للهیثمی :۹/ ۹۳۔ رواہ ابویعلی ورجاله رجال الصحیح۔ کنز العمال: ۳۶۱۰۳)

واقعہ 99:

جنت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی

محبت والفت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس بیٹھنے والوں کو جنت کی روح افزا اور فرحت انگیز نعمتوں کے بارے میں بتا رہے تھے اور اس جنت کے باسیوں' نبیوں اور دوستوں کا تذکرہ فرما رہے تھے' پھر آپ نبیوں کے ساتھیوں کے متعلق بات کرنے لگے' چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چمکتے چہرے اور مسکراتے دانتوں کے ساتھ فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک ساتھی ہوتا ہے اور جنت میں میرا رفیق و ساتھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہوگا۔

(جامع ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۹۸۔ وقال: لیس اسناده بالقوی وھو منقطع)

واقعہ 100:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اپنا تذکرہ فرماتے ہیں

ایک دن سیدنا عبیداللہ بن عدی بن الخیار رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے اور دونوں خوشگوار یادوں کے گلستاں میں گلگشت کر رہے تھے سابقہ تذکروں اور یادوں کے باغیچے میں گھومنے لگے۔ چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: اے میرے بھتیجے! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے؟ عبیداللہ نے کہا: نہیں' لیکن آپ کے علم سے مجھے وہ کچھ پہنچا ہے جو کسی کنواری لڑکی کو اس کے پردے میں پہنچتا ہے۔

پس سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا' پھر حمد و ثنا کے بعد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور میں ان میں سے تھا جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہا، اور میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔ پھر میں نے دو ہجرتیں (مدینہ اور حبشہ کی طرف) کیں، اور مجھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف بھی حاصل ہے اور میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور اللہ کی قسم! میں

نے آپ کی نافرمانی نہیں کی اور نہ میں نے آپ ﷺ کو دھوکہ دیا حتی کہ آپ ﷺ اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ (مجمع الزوائد للہیثمی :۹/۹۱۔ وقال: رجالہ رجال الصحیح)

واقعہ 101:

میں نے اپنے پروردگار کے ہاں دس اشیاء محفوظ کرلیں

باغی گلے پھاڑ پھاڑ کر اور دریدہ دہنی کے ساتھ خلیفہ رسول سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگے، ابوثور فہمی امیرالمومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تا کہ آپ کے احوال سے آشنائی حاصل کرے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تحقیق میں نے دس امور اپنے پروردگار کے ہاں محفوظ کر لیے ہیں: یقیناً میں اسلام میں داخل ہونے والے چوتھا شخص ہوں، میں نے تنگ حال لشکر کو تیار کیا، رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کا نکاح بھی میرے ساتھ کیا' پھر وہ فوت ہوگئیں اور آپ نے اپنی دوسری بیٹی بھی میرے نکاح میں دے دی۔

جس روز سے میں نے اپنے دائیں ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی میں نے اپنا دائیاں ہاتھ اپنی شرمگاہ کو نہیں لگایا، اور جب سے میں نے اسلام قبول کیا تو میں ہر جمعہ کے روز ایک غلام آزاد کرتا ہوں اگر اس وقت میرے پاس کچھ نہ ہو تو میں اس کے بعد ایک غلام آزاد کر دیتا ہوں اور میں نے جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی کبھی بدکاری نہیں کی اور نہ میں نے کبھی اسلام اور جاہلیت میں چوری کی ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے دور میں قرآن کو جمع کیا۔

(تاریخ الخلفاء ص : ۲۵۸-۲۵۹۔ مجمع الزوائد للھیثمی:۹/ ۸۹)

❀❀❀

سیدنا علی رضی اللہ عنہ

آپ امیر المومنین' چوتھے خلیفہ راشد اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ آپ کی کنیت ابوتراب' نام علی بن ابی طالب' کعب بن غالب کے پوتے...... نسب کے لحاظ سے ہاشمی' حسب کے اعتبار سے قریشی، نبی کریم ﷺ کے چچا کے بیٹے، اور آپ کے داماد یعنی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے خاوند وہ فاطمہ جد نبی پاک ﷺ کو اپنی بیٹیوں میں سے سب سے زیادہ محبوب اور لاڈلی تھیں، آپ شریف النسب تھے اور آپ سیدنا حسن و سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کے باپ تھے جو کہ دو چمکتے چاند تھے۔

آپ کے والد بطحاء وادی کے سردار' معزز لوگوں میں سے اور پرچم بردار تھے۔ آپ کی کفالت حالت یتیمی میں نبی کریم ﷺ نے کی، آپ اس مقدس ماحول میں پروان چڑھے اور آپ رسول ﷺ کے معاون و مددگار بھی تھے۔

آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد ہاشمیہ نیک پرہیز گار عورت تھیں جو کہ رحمت کا منبع اور نرمی کا سرچشمہ تھیں' وہ پہلے پہل اسلام قبول کرنے والوں کے ساتھ اسلام لائیں اور آپ رضی اللہ عنہا اولین ہجرت کرنے والوں میں سے تھیں۔ نبی کریم ﷺ ان کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے اور ان کے گھر میں دوپہر کو استراحت (قیلولہ) فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی قمیص میں انہیں کفن دیا تھا اور آپ ﷺ نے غمناک آنکھوں سے ان کا جنازہ پڑھایا۔

آپ کی ولادت باسعادت بیت الحرام میں ظہور اسلام سے نو سال قبل ہوئی، پھر آپ نے نبی کریم ﷺ کے گھر میں پرورش پائی۔ آپ بچپن میں ہی اسلام لے

آئے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بہت احسان فرمایا اور آپ کی اچھی پرورش کی اور آپ کو آداب زندگی سکھلائے اور ان کو اچھی تعلیم دی، انہیں بہترین اخلاق سے آراستہ کیا، اپنی اچھی صفات سے مزین کیا اور ان کو دینی تعلیم سے بہرہ یاب کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ خوش خلق اور سلیم الفطرت تھے اور آپ کا نفس اللہ سے راضی اور اللہ کا پسندیدہ تھا۔ اللہ آپ کے چہرے کو عزت بخشے اور آپ کا تذکرہ بلند فرمائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی کسی بت کو سجدہ کیا نہ کسی صنم کو پوجا اور نہ کبھی شیطان کے راستہ پر چلے کہ مورتیوں کی پرستش کرتے اور ان کے لیے نذر مانتے یا قربانی کرتے یا بتوں کے پاس گڑگڑا کر دعا مانگتے اور ان کے لیے بکریوں اور چوپاؤں کو ذبح کرتے اور نہ آپ نے کبھی کسی پتھر کو چھوا اور نہ کسی درخت کے گرد (طواف کیا) چکر کاٹے۔

آپ شکل کے لحاظ سے خوبصورت، سیرت کے لحاظ سے دل کش اور درمیانہ قد کے مالک تھے نہ لمبے اور نہ ٹھگنے، مضبوط جسم والے اور قوی الجثہ تھے، گھنی داڑھی، خوبصورت چہرے والے جس میں تبسم نمایاں تھا۔ قدرے موٹاپے کی جانب مائل تھے، موٹی آنکھیں، چوڑے کندھے، کھردرے ہاتھ، گنجا سر، متواضع درویش منش تھے، سردیوں میں گرم کپڑے پہنتے اور گرمیوں میں سردیوں والے کپڑے پہنتے اور مہمان نوازی کو محبوب جانتے تھے۔

آپ کے فضائل اور مناقب بہت زیادہ ہیں، آپ اخلاق حسنہ اور شودہ صفات کے حامل، صاحب کرامات، اللہ کی پہچان رکھنے والوں کے پیشوا اور عمل کرنے والوں کے لیے نمونہ ہیں، فصیح لوگوں کے قائد، بلاغت والوں کا تاج اور خطیب لوگوں کے لیے قندیل ہیں۔ علم کے شہر کا دروازہ، بڑے بردبار کہ آپ کے ہر طرف سے نور پھوٹتا ہے اور ہر وقت حکمت و دانائی کی باتیں کرتے ہیں انصاف کرنے والے حکمران کہ کبھی باطل کے ساتھ فیصلہ نہیں کیا اور نہ کبھی کسی مانگنے والا خالی ہاتھ لوٹایا، آپ ہجرت کے وقت مکہ مکرمہ میں ہی ٹھہرے رہے یہاں تک کہ امانتیں ان کے مالکوں میں تقسیم کر

دیں اور ان لوگوں سے مطمئن ہو گئے تو پھر آپ نے رات کے وقت پوشیدہ طور پر ہجرت فرمائی' آپ دور رس' سخت جان' نہایت بہادر دلیر' بے نظیر گھڑسوار تھے اور ہر متکبر ظالم کی کمر توڑنے والے تھے اور جب بھی کسی سے کشتی کرتے تو اس کو پچھاڑ دیتے اور جب بھی کسی کو دعوت مبارزت دیتے تو اس کو قتل کر ڈالتے...... آپ نے عمرو بن ودضدید کو ذلت آمیز اور رسوا کن ہزیمت دی، اور آپ کو نبی کریم ﷺ نے خیبر کے دن جھنڈا عطا کیا اور آپ نے متکبر' سرکش مرحب یہودی کو قتل کیا۔

آپ کے ہاتھوں کئی فتوحات ہوئیں اور پے درپے مدد ونصرت آتی رہی اور آپ کو میدان جنگ میں پیش قدمی کرتے دیکھا گیا' اور آپ کے دشمنوں کو فرار ہوتے ہوئے دیکھا گیا' آپ قیمتی سے قیمتی چیز کی طرف نگاہ بھی نہیں اٹھاتے تھے' آپ خود دار تھے کسی قتل ہونے والے کا مال بطور سلب نہیں رکھتے تھے اور کسی نڈھال یا زخمی کا کام تمام نہیں کرتے تھے' اور اس فعل کو انتہائی قبیح گردانتے تھے' کسی کو بدنام نہیں کرتے تھے اور نہ کسی کے بھید کو ظاہر کرتے تھے۔ اکثر غزوات میں حاضر ہوئے' اللہ کی راہ میں جہاد کیا' تمام معرکوں میں زبردست حملے آپ ہی کے تھے اور جنگوں میں میدان آپ ہی کے ہاتھوں میں ہوتا، آپ فتنوں کو قلع قمع کرنے والے' مرتدین کی بیخ کنی کرنے والے اور مشرکین کے خلاف غیظ وغضب رکھنے والے تھے۔

آپ زاہدانِ دنیا کے پیشوا اور ایمانداروں کے دوست تھے...... آپ کا مقام نبی کریم ﷺ کے ہاں ایسا ہی تھا جیسا کہ سیدنا ہارون علیہ السلام کا مقام سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا۔ اور آپ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی سی مشابہت تھی' جب رات اپنے پردے ڈھیلے چھوڑ دیتی اور اس کے ستارے ماند پڑ جاتے، تو آپ دنیا اور اس کی رنگینی سے وحشت محسوس کرتے اور اس کی تمام دھوکہ بازیوں اور نعمتوں سے نفرت رکھتے تھے' آپ نہایت رقیق القلب تھے، آپ کافی دیر تک غور وفکر کرتے لمبہ عرصہ سوچ وبچار کرنے والے تھے اور یتیم کے رونے کی طرح روتے اور مریض کی مانند کپکپاتے' عبادت کے

دلدادہ اور عبادت کو نہایت تندہی سے کرتے، کم کھانا آپ پسند کرتے تھے اور بڑے بڑے افعال کرنا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ دین اسلام کی عزت کرتے اور مسکین لوگوں کو محبوب جانتے' آپ نہایت ذکی اور معاملہ فہم تھے، آپ کی زبان کذب نا آشنا، ذکر الٰہی سے تر، آپ کی زبان کو کبھی جھوٹی بات کا تجربہ نہیں ہوا اور نہ کسی کام میں بے وقوفی ہی کی۔ آپ مومنین سے بے حد محبت کرتے تھے، اور منافقوں سے بہت زیادہ نفرت کرتے تھے' آپ عبادت گزار' خشوع وخضوع والے' اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور اللہ کی حدود کا قیام کرنے والے تھے، یہاں تک کہ آپ کی عمر ساٹھ برس کے قریب ہوئی تو ابن ملجم نے چالیس ہجری میں آپ کو شہید کر دیا اور آپ کی روح اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے کی طرف پرواز کر گئی۔

واقعہ 1:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ذہانت اور دانائی

یکا یک ایک گھڑ سوار ہوا کی طرح تیز دوڑتا ہوا زمین پھاڑتا ہوا آیا اور کڑک سے زیادہ سخت آواز کے ساتھ مدد طلب کرتا ہوا پکارا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بلاشبہ قریش نے وعدہ خلافی کر دی ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کرنے کے لیے تیاری شروع کر دی' چنانچہ سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے قریش کو ایک رقعہ لکھا جس میں لکھا ہوا تھا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں' پھر وہ رقعہ ایک عورت کو دے دیا اور اس کو چند روپے دیئے کہ وہ یہ رقعہ قریش کو پہنچا دے۔ چنانچہ اس عورت نے وہ خط اپنے سر میں بالوں کی چٹیا کے نیچے رکھ دیا، پھر وہ تیزی سے مکہ کی جانب روانہ ہوئی۔ چنانچہ آسمان سے وحی کے ذریعے آپ کو اس بات کی خبر دے دی گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اور سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور بعض کہتے ہیں کہ سیدنا علی و زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پریشانی سے فرمایا: تم دونوں اس عورت کے پیچھے جاؤ اور اس سے وہ رقعہ لو جو حاطب نے قریش کی طرف لکھا

تھا اور انہیں جو ہم نے ان کے معاملے میں تیاری کی ہے اس سے متنبہ کیا تھا اور وہ عورت فلاں مقام پر ہو گی۔ چنانچہ وہ دونوں اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار گھوڑوں کو بھگاتے ہوئے گئے یہاں تک کہ اس عورت کو اسی مقام پر پالیا تو دونوں نے اسے کہا: کیا تیرے پاس رقعہ ہے؟ وہ گھبراتے ہوئے بولی: نہیں، میرے پاس کوئی رقعہ نہیں ہے۔ چنانچہ دونوں نے اس کے سامان اور پالان کی تلاشی لی ان دونوں کو کچھ نہ ملا حتی کہ وہ دونوں ناامید ہو گئے اور ان دونوں نے واپس لوٹنے کا قصد کر لیا تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے ایمان سے بھرپور دل اور کامل یقین کے ساتھ کہا: اللہ کی قسم! جھوٹی وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں ہوئی اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے جھوٹ کہا ہے، اللہ کی قسم! یہ رقعہ تم ضرور بہ ضرور ہمیں دے دو ورنہ ہم تجھے ننگا کر دیں گے۔ جس وقت اس عورت نے آپ کی زبان اور آپ کی آنکھوں میں سختی اور دانائی دیکھی تو کہنے لگی: ذرا مجھ سے پرے ہٹو، پس آپ اس سے ذرا فاصلے پر ہوئے تو اس نے اپنے سر کی مینڈھیوں میں سے وہ رقعہ نکالا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ کھلکھلا اٹھا اور رقعہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔

(تاریخ طبری: ۳/ ۴۸-۴۹۔ الرحیق المختوم: ۳۷۹-۳۸۰)

واقعہ 2:

تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے

اشک بھری آنکھوں کے ساتھ سیدنا علی بن طالب رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر ان کے قریب بیٹھ گئے، اور اپنے کپڑے کے کنارے سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اپنے ساتھیوں کے مابین اخوت قائم کر دی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور کسی کے درمیان بھائی چارہ نہیں قائم کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے اور آپ کو اپنے پاس بٹھالیا، پھر آپ کو اپنے بازوؤں میں گھیر کر خوشی کے ساتھ اپنے ساتھ لگا لیا اور انہیں سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا:

تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ پھر آپ نے گرجدار آواز کے ساتھ لوگوں کے ہجوم میں یہ اعلان کیا: اے لوگو! یہ علی رضی اللہ عنہ میرا بھائی ہے، علی میرا بھائی ہے۔

(سیرۃ ابن ھشام : ۲/ ۱۰۵)

واقعہ 3:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیتے ہیں

ایک شخص غم و پریشانی کے ساتھ امیرالمؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا اور سخت جوشیلی آواز کے ساتھ پکارا: اے امیر المومنین! میری مدد کیجئے! اے امیرالمومنین! میری نصرت فرمائیں' سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حیرانگی سے فرمایا: اے شخص! کس کے خلاف مدد؟ اس شخص نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا: اس کے خلاف جو کہ آپ کے پڑوس میں بیٹھا ہوا ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ' سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے' پھر فرمایا: اے ابوالحسن! کھڑے ہو جایئے اور اپنے مخالف کے ساتھ بیٹھ جائیں۔ چنانچہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اٹھے ہیں اور اپنے مخالف کے ساتھ بیٹھ گئے اور دونوں آپس میں گفت و شنید کرنے لگے' پھر جو مدد مانگنے والا شخص تھا وہ واپس پلٹ گیا اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امیرالمومنین کے پڑوس میں اپنی جگہ پر واپس لوٹ آئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور ان کے چہرے کو بدلا ہوا پایا تو ان سے فرمایا: اے ابوالحسن! میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کا رنگ تبدیل ہو چکا ہے' کیا آپ کو یہ بات ناگوار لگی؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کو کیا اچھا نہیں لگا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے مجھے میرے مدمقابل کے ساتھ میری کنیت سے پکار کر کہا: کھڑے ہو جاؤ اے ابوالحسن! آپ نے یہ کیوں نہ کہا کہ اے علی رضی اللہ عنہ! کھڑے ہو جاؤ اور اپنے مخالف کے ساتھ جا بیٹھو! سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا چہرہ

کھلکھلا اٹھا اور آپ کے چہرے پر خوشی پھیل گئی اور انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گلے لگا لیا اور انہیں چومنے لگے اور ان سے کہا: میرے والد آپ پر قربان جائیں، تمہارے سبب ہی اللہ نے ہمیں ہدایت بخشی اور تمہاری وجہ سے ہی ہم اندھیروں سے نور و روشنی کی جانب نکلے۔ (طرائف ونوادر من عیون التراث :۱/ ۱۵)

واقعہ 4:

دلیر لڑکا

ایک دفعہ ابو طالب نے اپنے بیٹے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے چھپ کر نماز پڑھ رہے تھے اور یہ پہلی مرتبہ ابو طالب کو پتہ چلا کہ ان کا چھوٹا بیٹا بچپن میں ہی سیدنا محمد ﷺ کے پیچھے لگ گیا ہے اور ان کے دین پر راضی ہو گیا ہے، اور اپنے آپ کو قریش کے معبودوں سے دور کر لیا ہے۔ جس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز مکمل کر لی تو وہ اپنے والد کی جانب دلیروں کی سی ثابت قدمی کے ساتھ پلٹا اور بغیر ہچکچاہٹ کے واضح طور پر کہا: اے میرے ابا جان! یقیناً میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں اور جو وہ لائے ہیں میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ان کی پیروی کرتا ہوں۔

چنانچہ ابو طالب نے کہا اور ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہو رہی تھی: سن لو! یہ شخص تمہیں کبھی بھی خیر کے علاوہ کسی اور طرف نہیں بلائے گا، لہٰذا اسی کو لازم پکڑے رہو۔ (خلفاء الرسول ﷺ :۴۴۸-۴۴۹)

واقعہ 5:

گھڑ سواروں کی عادات

احد کی لڑائی کے شعلے بھڑک رہے تھے، بہادر تلواروں کے گرد مشرکین کی لاشیں بکھر رہی تھیں، موت سروں پر چکر لگا رہی تھی، مسلمانوں کا پرچم سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آیا آپ کو مشرکین کا جھنڈا اٹھانے والے ابو سعد بن ابی طلحہ

نے دیکھا اور اپنے گھوڑے کے ساتھ دوڑا یہاں تک کہ جنگ کے میدان کے درمیان میں آ گیا جس جگہ گردنیں اڑائی جا رہی تھیں۔

اور تکبر کرتے ہوئے پکارا: کیا کوئی مقابلہ کرنے والا ہے؟ تو کسی نے اس کو جواب نہ دیا، پس اس نے تکبر اور نخوت کے ساتھ اعلان کیا: کیا تم یہ گمان نہیں کرتے کہ تمہارے مقتول جنت میں ہیں اور ہمارے مقتول آگ میں ہیں، کیا تمہارے میں سے کوئی ایک بھی نہیں چاہتا کہ وہ میری تلوار کے سبب جنت میں جائے یا میں اس کی تلوار کے بسبب آگ میں جاؤں؟ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جیسے دلیر شہ سوار کے لیے ابوسعد بن ابی طلحہ مشرک کی یہ نداء نا قابل برداشت تھی، چنانچہ انہوں نے ہوا کی سی تیزی کی طرح جلدی سے یہ کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تجھ سے جدا نہیں ہوں گا، یہاں تک کہ تو مجھے اپنی تلوار کے ساتھ جنت میں داخل نہ کر دے یا میں تجھے اپنی تلوار کے ساتھ آگ میں نہ داخل کر دوں۔ دونوں پر ہجوم صفوں کے درمیان سے نمایاں ہوئے اور دونوں کی تلواروں کی ضرب آپس میں مختلط ہوئی، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ضرب میں جلدی کی اور اس کی ٹانگ کاٹ ڈالی اور وہ زمین پر گر گیا اور ابوسعد کی شرمگاہ کھل گئی اور وہ ہانپتے ہوئے کہنے لگا: اے میرے چچا کے بیٹے! میں تجھے اللہ کی قسم دے کر تجھ سے رحم مانگتا ہوں۔

چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کو چھوڑ دیا اور اپنی نگاہ جھکا لی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرہ تکبیر لگایا اور آپ کے ساتھیوں نے آپ سے سوال کیا: آپ نے اس کو قتل کیوں نہ کیا؟ پس آپ نے انہیں جواب دیا کہ اس کی شرمگاہ میرے سامنے آ گئی تھی اور اس نے اللہ کا واسطہ دے کر مجھ سے رحم کی اپیل کی تھی۔ (سیرۃ ابن ھشام:۳/ ۷۷-۷۸)

واقعہ 6:

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر لعاب لگاتے ہیں

رات تاریک ہوگئی اور مکہ اپنی گھاٹیوں کے ساتھ اس کے اندھیروں میں

غائب ہو گیا، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی چھڑی اپنے کندھے پر اٹھائی تا کہ آپ رات کی چادر میں چھپتے ہوئے کوچ کریں، آپ تین دن تک مکہ میں ٹھہرے رہے تا کہ جو نبی کریم ﷺ کے پاس امانتیں تھیں وہ ان کے مالکوں کو ادا کر دیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ اور وہ نوجوان بغیر کسی شک وشبہے اور اندیشے کے بہادری اور پیش قدمی کے ساتھ زمین کی مسافت طے کرنے لگے یہاں تک کہ مدینہ کے مضافات میں پہنچ گئے اس کے دونوں پاؤں سفر کرنے کی وجہ سے پھٹ گئے اور متوّرم ہو گئے۔

جس وقت نبی مکرم ﷺ کو ان کے آنے کا پتا چلا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم سب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ آپ سے کہا گیا: وہ اپنے پیروں پر چلنے کی قدرت نہیں رکھتے چونکہ کثرت سے پیدل چلنے کی بناء پر ان کے دونوں پیر سوج گئے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ آپ کے پاس آئے اور انہیں زمین پر لیٹے ہوئے پایا تو آپ ان پر رحم کرتے ہوئے اور شفقت سے رو دیئے اور نیچے ہو کر اشتیاق کے ساتھ آپ سے معانقہ کرنے لگے پھر آپ نے اپنے مبارک ہاتھ پر تھوکا اور اس لعاب کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر مل دیا تو آپ تندرست ہو گئے اور آپ کے پاؤں کو پھر کبھی درد کی شکایت نہیں ہوئی یہاں تک کہ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

(الکامل لابن الاثیر: ۲/۳-۷)

واقعہ 7:

دلیر نوجوان تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں

تلواروں کی آواز اور تیروں کی گرج کے ساتھ دلیر گھڑسوار عمرو بن عبدود نے اپنے سیاہ گھوڑے کی پیٹھ پر سے چھلانگ لگائی اور وہ ہتھیار بند تھا اور لڑائی کے میدان میں گھمنڈ اور خود پسندی کے ساتھ رقص کر رہا تھا، اس نے بلند اور بھاری آواز کے ساتھ کہا اور وہ خوش نمائی اور تیزی کے ساتھ اپنی انگلیوں کے درمیان تلوار کو ہلا رہا تھا: کیا

کوئی مقابلہ کرنے والا ہے؟

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی کوئی جواب نہ دیا اور انہیں دہشت ناک خاموشی نے گھیر لیا کہ کون ہمت کرے گھڑ سوار عمرو بن عبدود کے مقابلہ میں نکلنے کی جو اپنے مد مقابل کا خون چوس لیتا ہے اور وہ تو گویا موت ہے اس کے دائیں ہاتھ کی ایک ضرب سے دس مضبوط آدمیوں کا کام تمام ہوتا ہے۔

قبرستان کی سی خاموشی طاری ہو گئی' نوجوانوں کی جماعت سے ایک دلیر کی آواز نے ہی اس سکوت کو توڑا' جس کے دل کو ایمان نے سر سبز و شاداب اور تر و تازہ کر دیا اور اس کا دل نبی مکرم ﷺ کی محبت سے بھرا ہوا تھا۔ وہ نوجوان سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ جو عمرو کی ندا کے جواب میں پکارتے ہوئے کھڑے ہوئے اور نبی کریم ﷺ کے سامنے یہ کہتے ہوئے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اس کے مقابلہ کے لیے تیار ہوں۔

نبی مکرم ﷺ نے شفقت کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی جانب نظر دوڑائی اور ان کی بھرپور جوانی کو دیکھا' پھر فرمایا: بیٹھ جاؤ' وہ تو عمرو ہے۔ چنانچہ آپ بیٹھ گئے لیکن عمرو کی پکار ابھی نہیں رکی تھی اور اس نے اپنا حلق پھاڑتے ہوئے کہا: کیا کوئی میرے مقابلے میں آدمی نہیں ہے' تمہاری وہ جنت کہاں ہے جس کے بارے میں تم لوگ خیال کرتے ہو کہ جو شہید ہو وہ اس میں داخل ہوتا ہے' تو کوئی شخص کیوں میرے مقابلہ میں تم نہیں لاتے' کیا تم جنت نہیں چاہتے؟

چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ دوسری مرتبہ اٹھے تا کہ اس غرور و تکبر کرنے والے کے خلاف نکلیں' آپ نے نبی پاک ﷺ فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اس کے مقابلہ میں نکلتا ہوں۔ نبی ﷺ نے ڈانٹتے ہوئے فرمایا: بیٹھے رہو' وہ تو عمرو ہے۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے لیکن عمرو اپنے استہزاء میں بڑھنے لگا اور میدان میں اکیلا ہی جھومنے لگا اس جھومنے میں صرف اس کی تیز اور کاٹ دار تلوار ہی اس کے ساتھ تھی اور

وہ بار بار یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

ولقد بححت من النداء لجمعهم هل من مبارز؟

''ان سب لوگوں کو پکارنے کی وجہ سے میری آواز بیٹھ گئی ہے کہ کیا کوئی مقابلہ کرنے والا ہے''۔

ووقفت إذ جبن المشجع موقف القرن المناجز

''اور جس وقت میں ''قرن المناجز'' جگہ پر کھڑا ہوا تو بہادر اور جب یہ اشعار سیدنا علی بن طالب ؓ کے کانوں کے پردوں سے ٹکرائے شجاع بزدل ہو گئے''۔

ولذاك إنی لم ازل متسرعًا قبل الهزامز

''اور اسی بناء پر میں ہمیشہ تیز تلواروں کی طرف جلدی کرنے والا ہوں''۔

إن الشجاعة فی الفتی والجود من خير الغرائز

''یقیناً بہادری نوجوان میں اور سخاوت بہترین خصلتوں میں سے ہے''۔

یہ اشعار فضائے بسیط میں پھیل کر سماعتوں کو دستک دینے لگے' جب آپ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا' آپ برق رفتاری سے نبی اکرم ﷺ کی جانب گئے اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اس سے مقابلہ کے لیے تیار ہوں۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: بیٹھے رہو' وہ عمرو ہے۔ تو آپ نے اللہ پر مکمل بھروسہ کرتے ہوئے فرمایا: اگرچہ وہ عمرو ہے' پھر یہ باہمت اور پرعزم نوجوان اٹھا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور عمرو کے کچھار کی طرف گیا اور وہ یہ اشعار پڑھنے لگا:

لا تعجلن فقد اتاك مجيب صوتك غير عاجز

''تم عجلت سے ہرگز کام نہ لو' یقیناً تیری آواز کا جواب دینے والا تیرے پاس آ گیا ہے جو لاچار نہیں ہے''۔

فی نية و بصيرة والصدق منجی كل فائز

''عزم ارادے اور بصیرت کے ساتھ آیا ہے اور سچائی ہر کامران ہونے والے کو رہائی دینے والی ہے''۔

من ضربة نجلاء يبقى ذكرها عند الهزاهز

''جو گہرا زخم لگانے والی ضرب ہو جس کا تذکرہ بہترین خصائل والوں کے ہاں باقی رہے''۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ چلنے لگے یہاں تک کہ آپ کے گھوڑے کی پیشانی عمرو کے گھوڑے کی پیشانی سے ملی اور آپ اس کے قریب ہوئے حتیٰ کہ نزدیک سے اس کو دیکھا تو عمرو نے بھی ایک گہری نگاہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر ڈالی' پھر دہشت کے ساتھ کہا: اے نوجوان! تم کون ہو؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ چنانچہ عمرو کہنے لگا: اے میرے بھتیجے! تیرے چچاؤں میں سے تجھ سے عمر میں کون بڑا ہے کیونکہ میں تیرا خون بہاؤں یہ مجھے پسند نہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمرو! بلاشبہ تو نے اللہ سے معاہدہ کیا ہے کہ اگر قریش میں سے کوئی آدمی تجھے دو باتوں کی طرف بلائے گا تو تو اس کو مان لے گا۔ عمرو نے یہ کہتے ہوئے اپنا سر ہلایا: ہاں' چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلاتا ہوں اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں عمرو کھکھلاتے ہوئے کہنے لگا: مجھے اس کی ضرورت ہی نہیں۔ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسی صورت میں میں تمہیں لڑائی کی طرف بلاتا ہوں۔ عمرو نے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! لات کی قسم! میں نہیں چاہتا کہ میں تجھے قتل کروں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لیکن اللہ کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ میں تجھے قتل کر دوں۔

یہ سن کر عمرو غضبناک ہو گیا اور اس کی رگیں پھول گئیں' ڈاڑھیں پیسنے لگا اور اس نے ارادہ کیا کہ اپنے بے عزتی اور گری ہوئی ہیبت کا انتقام لے تو اس نے اپنی تلوار کو اپنی نیام سے نکالا اور آگ کے شعلے کی طرح اپنے ہاتھ میں بلند کیا اور اس قریشی

نوجوان پر اپنا غصہ اور غضب نکالنے کے لیے بڑھا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈھال کے ساتھ اس کا سامنا کیا' عمرو نے اس پر وار کیا تو اس نے اس کو پھاڑ دیا اور اس میں ہی تلوار رہ گئی اور آپ کے سر کو زخم لگا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کے کندھے پر وار کیا تو عمرو گر پڑا اور اپنے خون میں لت پت ہو کر کہنے لگا: اللہ بہت بڑا ہے' دلیر جوان سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی جواں مرد نہیں ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کامیاب اور کامران پلٹے اور یہ اشعار پڑھنے لگے:

أعلی تقتحم الفوارس هكذا عنی وعنهم أخروا أصحابی

''اسی طرح مجھ پر اور ان پر گھڑ سوار دھاوا بولیں گے' میرے ساتھی انہیں مؤخر کر دیں گے''۔

عبدالحجارة من سفاهة رأيه وعبدت رب محمد بصواب

''اس نے اپنی ناسمجھ رائے کی وجہ سے پتھر کی پرستش کی اور میں نے عقلمندی کے ساتھ محمد ﷺ کے پروردگار کی بندگی کی''۔

چنانچہ آپ کو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے اس کی زرہ کیوں نہیں اس سے چھین لی کیونکہ اس سے بہتر زرہ عرب میں کسی کے پاس نہیں ہے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اپنے چچا کے بیٹے سے شرم آئی کہ میں اس سے زرہ چھینوں۔ (سیرۃ ابن ہشام: ۲۳۶/۳)

واقعہ 8:

بھکاری اور دینار

امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک کمزور جسم والا' ابھری پیشانی والا' گہری آنکھوں والا آدمی آ گھسا جس پر محتاجی کے اثرات نمایاں تھے' اور اس نے اپنے جسم کو پیوند لگے کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا' سستی کے ساتھ وہ نزدیک

ہوا' یہاں تک کہ آپ کے سامنے آبیٹھا اور اس کے کپکپاتے ہونٹ قریب تھا کہ شرم کی وجہ سے اس کے منہ سے گر پڑیں اس سے قبل کہ وہ کوئی بات کرے پھر اس نے اپنی قوت کو مجتمع کیا اور کمزور آواز کے ساتھ کہنے لگا' گویا کہ وہ اپنی سانسوں کو اٹھانے کی طاقت ہی نہیں رکھتا: اے امیر المومنین! مجھے آپ سے کوئی کام ہے' میں اپنی ضرورت کو آپ کے سامنے پیش کرنے سے قبل اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر چکا ہوں تو اگر آپ نے اسے پورا کر دیا تو میں اللہ کی تعریف کروں گا اور آپ کا شکریہ ادا کروں گا اور اگر آپ نے اس (میری ضرورت) کو پورا نہ کیا تو میں اللہ کی تعریف کروں گا اور آپ کو معذور جانوں گا۔

چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلا شک و شبہ میں اسے ناپسند جانتا ہوں کہ میں تیرے چہرے پر سوال کی رسوائی دیکھوں۔

اس آدمی نے کہا کہ میں محتاج ہوں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس ایک حلہ جبہ لایا جائے تو وہ آپ کے پاس لایا گیا آپ نے وہ چوغہ اس آدمی کو پہنا دیا' پھر اس آدمی نے یہ شعر کہنے شروع کیے:

كسوتني حله تبلى محاسنها فسوف أكسوك من حسن الثنا حللا

''آپ نے مجھے ایسا چوغہ پہنایا کہ اس کی اچھائیاں بوسیدہ ہو جائیں گی لیکن عنقریب میں آپ کو اچھی تعریف کے کئی چوغے پہناؤں گا''۔

إن نلت حسن ثنائي نلت مكرمة ولست تبغي بما قد قلته بدلا

''اگر آپ نے میری اچھی تعریف کو پا لیا تو آپ نے بہترین عزت والی چیز کو پا لیا اور آپ جو میں کہہ چکا ہوں اس کا نعم البدل نہیں تلاش کریں گے''۔

إن الثناء ليحيى ذكر صاحبه كالغيث يحيى نداه السهل والجبلا

''یقیناً کسی کی تعریف اس صاحب تعریف کو زندہ رکھتی ہے جیسا کہ شیر کی دھاڑ پہاڑوں اور میدانوں میں زندہ رہتی ہے''۔

لاتزھد الدھر فی خیر توفقه فکل عبد سیجزی بالذی عملا

''تم بھلائی کے کام سے بے رغبت نہ ہو جبکہ اس کی توفیق ہو' ہر انسان کو عنقریب جو اس نے عمل کیا اس کی جزا ملنے والی ہے''۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس دینار لاؤ! تو سو دینار آپ کے پاس لائے گئے آپ نے وہ دینار اس کو دے دیئے۔ اصبع نے کہا: اے امیر المومنین! ایک چوغہ اور سو دینار اور بھی دیں؟ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''لوگوں کو تم ان کے مقام و مرتبے پر رکھو''۔ میرے ہاں اس آدمی کا یہی مقام تھا۔ (کنز العمال :٦/ ٦٣٠)

واقعہ 9:

سونا چاندی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ

ہوا کی سی تیزی سے دوڑتا ہوا ابن التیاح آیا' یہاں تک کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا جو کہ بیٹھے فضا کو نبی کریم ﷺ کی سیرت کے ساتھ معطر کر رہے تھے۔ ابن التیاح نے کہا اور وہ بمشکل اپنے اکھڑے ہوئے سانسوں کو ملا رہا تھا: اے امیر المومنین! بیت المال سونے اور چاندی سے بھر گیا ہے۔

یہ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے اٹھے اور ابن التیاح پر ٹیک لگاتے ہوئے چلے حتی کہ بیت المال پر جا کھڑے ہوئے اور سونے چاندی کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پلٹتے ہوئے کہنے لگے: اے زرد مال (سونے) اور سفید مال (چاندی) میں تیرے دھوکے میں نہیں آسکتا۔

چنانچہ آپ اس مال کو مسلمانوں میں بانٹنے لگے' یہاں تک کہ اس میں کوئی درہم و دینار باقی نہ بچا' اور آپ نے اس پر جھاڑو دینے اور پانی چھڑکنے کا حکم دیا' پھر آپ نے اس جگہ میں دو رکعات نماز پڑھی۔

(امیر المومنین علی بن ابی طالب من المیلاد الی الاستشھاد' ص :۵۹)

واقعہ 10:

اے علی رضی اللہ عنہ! تیرا مقام ایسا ہے جیسے سیدنا ہارون علیہ السلام کا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر والوں کے پاس چھوڑا اور انہیں اہل وعیال کے ساتھ ٹھہرنے کا حکم دیا۔ منافقین نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق افواہیں اڑائیں اور انہوں نے کہا: کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنے اوپر بوجھ جانتے ہوئے یا کم تر جانتے ہوئے پیچھے چھوڑا ہے۔ منافقوں کی یہ باتیں اڑتی ہوئی سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے کان تک پہنچیں تو آپ نے اپنا ہتھیار اٹھایا' پھر نکل کھڑے ہوئے۔ یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ مدینہ کے قریب مقام جرف پر قیام فرما تھے۔

چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور آنسو ان کی آنکھوں میں چمک رہے تھے: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! منافقوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ آپ نے مجھے اس لیے پیچھے چھوڑا ہے کیونکہ آپ نے مجھے بوجھ محسوس کیا اور آپ نے مجھے کم تر جانا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے کے ساتھ فرمایا: انہوں نے جھوٹ کہا' لیکن میں نے تو تمہیں اپنے پیچھے صرف اس لیے چھوڑا تا کہ تم پیچھے رہ جانے والوں کی دیکھ بھال کرسکو' لہٰذا تم واپس لوٹ جاؤ اور میرے اور اپنے اہل وعیال کی دیکھ بھال کرو۔ پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خوش دلی کے ساتھ یہ کہتے ہوئے آپ کی طرف متوجہ ہوئے: اے علی! کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے نزدیک اس مقام ومنزلت پر ہو کہ جس مرتبے پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لیے سیدنا ہارون علیہ السلام تھے مگر یہ کہ یقیناً میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

چنانچہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دل سے غم وتکلیف دور ہوگئی اور آپ کے ہونٹوں پر رضامندی کی مسکراہٹ پھوٹ پڑی' پھر آپ مدینہ کی طرف لوٹ گئے۔

(تاریخ طبری: ۳/ ۱۰۳۔۱۰۴)

واقعہ 11:

لوگوں میں سے شجاع کون ہے؟

کوفہ میں امیرالمومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ منبر کے پڑوس میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' تاکہ لوگوں کو ''سابقین الاولین'' کی سیرت کے متعلق بتائیں۔

چنانچہ آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم مجھے بتاؤ کہ لوگوں میں سب سے زیادہ دلیر کون ہے؟ انہوں نے کہا: اے امیرالمومنین! آپ' آپ نے فرمایا: میں نے جسے بھی دعوت مبارزت دی اس کو ناکوں چنے چبوائے' لیکن تم مجھے بتلاؤ کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا: ہمیں نہیں پتہ کہ کون زیادہ شجاع ہے؟ اے امیرالمومنین! آپ نے فرمایا: سیدابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' کیونکہ جب بدر کا روز تھا تو ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک چھپر تیار کیا' تو ہم نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ کون ہوگا تاکہ مشرکین میں سے کوئی آپ پر حملہ نہ کر سکے؟ اللہ کی قسم! سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی آپ ﷺ کے قریب نہ ہوا' آپ تلوار سونت کر رسول اللہ ﷺ کے سر پر موجود تھے' کوئی بھی آپ کی طرف حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھتا تو سیدناابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی جانب تیزی سے لپکتے اور اس کو تلوار سے ضرب لگاتے' پس یہی لوگوں میں سے سب سے زیادہ شجاع ہیں۔ (مجمع الزوائد:۹/ ۴۶)

واقعہ 12:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ضرور ہلاک ہو جاتے اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے

آنسو بہاتی آنکھوں' ننگے قدموں' بوسیدہ کپڑوں کے ساتھ ایک عورت امیرالمومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑی ہوئی اور اس کی پیشانی اور گالوں سے خون بہہ رہا تھا اور اس کے پیچھے ایک طویل القامت ورقوی الجثہ شخص تھا' جو درشت اور سخت آواز کے ساتھ کہہ رہا تھا: اے زنا کرنے والی!

چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا معاملہ ہے؟ اس شخص نے کہا: اے امیر المومنین! اس عورت کو رجم کیجئے! میں نے اس سے شادی کی تھی تو اس نے میرے لیے چھ ماہ بعد ہی بچہ جن دیا ہے۔

چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو رجم کرنے کا حکم صادر فرمایا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ جوان کے پڑوس میں بیٹھے تھے نے فرمایا: اے امیر المومنین! یقیناً یہ عورت زنا سے بری ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ کس طرح سے؟ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ﴾ [سورة الاحقاف: ١٥]

''اس کا حمل اور اس کی دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے''۔

اور نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ ﴾ [سورة لقمان : ١٤]

''اس کی دودھ چھڑوانے کی مدت دو سال ہے''۔

چنانچہ جب ہم دودھ پلانے کی مدت ان تیس مہینوں سے نکالیں گے تو باقی چھ مہینے بچیں گے اور رضاعت کا عرصہ ۲۴ ماہ ہوگا تو عورت کے لیے درست ہے کہ وہ چھ ماہ میں بچہ جنے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا چہرہ یہ کہتے ہوئے کھکھلا اٹھا: ''اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتا''۔ (امیر المومنین علی بن ابی طالب' ص:۶۲)

واقعہ 13:

سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اور ایک خاتون

رات کی تاریکی میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خفیہ طور پر مکہ سے روانہ ہوئے تاکہ طلوع سحر سے قبل مدینہ منورجہ پہنچ کر نبی پاکؐ کے ساتھ مل جائیں۔

جب آپ ''قبا'' میں ایک دو رات ٹھہرے تاکہ آرام کرلیں تو آپ نے

ایک مسلمان خاتون دیکھی کہ رات کے وقت اس کے پاس ایک شخص آتا ہے۔ اس کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے' عورت باہر نکلتی ہے اور وہ اپنے پاس موجود کوئی چیز اس کو دیتا ہے اور وہ خاتون وہ چیز لے لیتی ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس خاتون کے معاملہ کے بارے میں کچھ شک ہوا تو آپ نے اس خاتون سے فرمایا: اے اللہ کی بندی! یہ کون شخص ہے جو ہر رات تیرا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور تو اس کی طرف باہر نکلتی ہے اور وہ تجھے کوئی چیز دیتا ہے مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا ہے حالانکہ تم ایک مسلمان خاتون ہو اور تمہارا خاوند بھی نہیں ہے؟

وہ خاتون کہنے لگی: یہ سہل بن حنیف بن واہب رضی اللہ عنہ تھے' انہیں معلوم ہے کہ میں ایک ایسی عورت ہوں جس کا کوئی اور نہیں ہے' جب رات ہوتی ہے تو وہ اپنی قوم کے بت چراتا ہے اور انہیں ریزہ ریزہ کرتا ہے' پھر وہ ان کو میرے پاس لے آتا ہے تاکہ میں ان کو بطور ایندھن استعمال کروں۔ (سیرۃ ابن هشام: ۲/ ۱۳۸-۱۳۹)

واقعہ 14:

سیدنا امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے اشک

خستہ حال' بوسیدہ اور پرانا لباس پہنے ہوئے' امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے' اور ذکر و تسبیح میں مشغول تھے تو آپ کے پاس ایک غلام ابومریم آیا۔ چنانچہ وہ آپ کے سامنے عاجزی کے ساتھ دوزانو ہو کر بیٹھا اور عرض پرداز ہوا: اے امیر المومنین! مجھے آپ سے کوئی کام ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابومریم! تجھے کیا کام ہے؟ چنانچہ ابومریم نے کہا: آپ اپنے جسم سے یہ چادر اتار دیں کیونکہ یہ بہت بوسیدہ اور پھٹی ہوئی ہے۔

چنانچہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے چادر کا کنارہ اپنی آنکھوں پر رکھا اور آپ زار و قطار رونے لگے۔ ابومریم نے شرمسار ہو کر کہا: اے امیر المومنین! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کو اس سے تکلیف ہوگئی تو میں آپ کو کبھی چادر اتارنے کا نہ کہتا۔

جب امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے آنسو رکے تو آپ نے اپنے آنسو خشک کیے اور فرمایا: اے ابو مریم! اس چادر سے میری محبت دن بدن بڑھتی جاتی ہے کیونکہ یہ چادر مجھے میرے خلیل اور میرے دوست نے تحفتاً دی تھی۔ ابومریم نے حیران ہوتے ہوئے فرمایا: اے امیر المومنین! آپ کے خلیل کون ہیں؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ' بے شک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عزوجل سے مخلص تھے اور اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ہمدردی فرمائی۔

پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ دوسری مرتبہ رونے لگے یہاں تک کہ آپ کے سینے سے دیر تک گونج دار آواز سنی گئی۔ (تاریخ المدینۃ المنورہ:۳/ ۹۳۸)

واقعہ 15:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر

ایک ایک عورت دوڑتی ہوئی آئی اور گھر میں داخل ہونے کے بعد رسول پاک ﷺ کے چچا زاد بھائی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئی اور کہنے لگی: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پیغام نکاح دیا گیا ہے۔؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پریشانی کے ساتھ فرمایا: مجھے تو اس بات کا علم نہیں ہے۔ اس عورت نے کہا: آپ رسول پاک ﷺ کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے۔ تا کہ حضور ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی آپ سے کر دیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے کہ میں جس کے عوض ان سے شادی کروں۔ وہ کہنے لگی: یقیناً اگر آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں گے تو حضور پاک ﷺ ان کی شادی آپ سے کر دیں گے۔ جبکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ مانگے گے۔

وہ عورت آپ سے مسلسل اصرار کرتی رہی حتیٰ کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو جب آپ کے سامنے سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیٹھے تو رسول اللہ ﷺ کی ہیبت وجلال کی وجہ سے خاموش رہے اور کوئی بات نہ کر سکے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے تبسم فرماتے

ہوئے کہا: اے علی! کیسے آئے ہو؟ کیا کوئی کام ہے؟ آپ نے کوئی بات نہیں کی اور شرم وحیا کی وجہ سے خاموش رہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لگتا ہے کہ تم سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے نکاح کا پیغام دینے آئے ہو؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے جس کے عوض تم اس (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) کو حلال کرو یعنی حق مہر کی ادائیگی؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم، کچھ نہیں ہے۔

چنانچہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس زرہ کا کیا کیا جو میں نے تمہیں بطور اسلحہ دی تھی؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ میرے پاس ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ زرہ حطمی ہے اور اس کی قیمت چار سو درہم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چمکتے چہرے کے ساتھ خوش ہو کر فرمایا: میں نے تیرا نکاح اس سے کر دیا، تم وہ زرہ میری جانب بھیج دو۔ (فضائل الصحابۃ: ۲/ ۷۱۸)

واقعہ 16:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب ترین تھے

ایک صبح سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے والدِ گرامی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایام مرض وفات میں ملنے گئیں۔ جب بھی آپ ان کے پاس آتیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے اصرار اور شوق کے ساتھ سوال کرتے کہ کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی آئے ہیں؟ گویا کہ آپ کو ان سے کوئی حاجت ہو۔ چنانچہ آپ فرماتیں: نہیں، وہ کچھ دیر بعد آئیں گے۔ کچھ دیر بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے۔ جو عورتیں اس وقت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھیں باہر نکل کر دروازہ پر بیٹھ گئیں۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں دروازہ کے قریب تھی کہ میں نے دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گئے: اور آپ سے سرگوشی کی، پھر اسی دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی گئی۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس وقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ

قریب تھے۔(مسند احمد :۶/ ۳۰۰۔ فضائل الصحابۃ:۲/ ۶۸۶)

واقعہ 17:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور متکبر یہودی

مرحب نامی یہودی اپنے سفید گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہوا' وہ اپنی تیز تلوار نمایاں لہراتا ہوا تکبر و نخوت کے ساتھ رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے نکلا:

قد علمت خیبر أنی مرحب شاکی السلاح بطل مجرّب

إذا الحروب أقبلت تلهب

''خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں' اسلحہ سے لیس' بہادر دلیر اور تجربہ کار ہوں جس وقت آتشیں حرب بھڑکتی ہے۔''

چنانچہ سیدنا عامر بن سنان رضی اللہ عنہ اسکے اشعار کا جواب دیتے ہوئے نمودار ہوئے اور یہ کہا مقابلہ کے لیے نکلے اور بار بار یہ کہہ رہے تھے:

قد علمت خیبر انی عامر شاکی السلاح بطل مغامر

''خیبر کو پتہ ہے کہ میں عامر ہوں' اسلحہ سے' دلیر اور جانباز ہوں''۔

چنانچہ دونوں باہم نبرد آزما ہوئے' تلواریں چلیں' مرحب یہودی کی تلوار سیدنا عامر رضی اللہ عنہ کی ڈھال میں گھس گئی' سیدنا عامر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اس کو نیچے سے وار کریں لیکن ان کی اپنی تلوار ہی واپس پلٹ کر لگی اس سے وہ شہید ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے کہا: عامر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو قتل کر کے اپنے اعمال ضائع کر لیے۔ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ تیزی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور وہ رو رہے تھے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: اے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ! تمہیں کیا ہوا ہے؟ سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا کہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ سیدنا عامر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمل باطل کر لیے ہیں۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدلا اور آپ کی آنکھوں کے درمیان سخت غصہ کی وجہ سے پیشانی پر بل پڑے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوسلمہ! یہ کس شخص نے کہا

ہے؟ سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ﷺ کے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسا کہہ رہے ہیں۔
نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: انہوں نے جھوٹ بولا بلکہ سیدنا عامر رضی اللہ عنہ کے لیے دوہرا اجر ہے'
پھر نبی ﷺ نے علی بن ابی طالب کو بلا کر انھیں جھنڈا دیا چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ مرحب
یہودی کے مقابلہ میں نکلے جو یہ کہہ رہا تھا:

قد علمت خیبر انی مرحب　　شاکی السلاح بطل مجرب

إذا الحروب أقبلت تلهّب

''خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں' جو اسلحہ سے لیس ہوں تجربہ کار اور بہادر ہوں'
جبکہ جنگ کی آگ جل اٹھے''۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لیے نمودار ہوئے اور کہنے لگے:

أنا الذی سمتنی أمّی حیدرة　　کلیث غابات کریه المنظره

أو فیهم بالصّاع کیل السّندره

''میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے' گھنے جنگلوں کے شیر کی طرح
خوفناک' میں دشمنوں کو نہایت مستعدی اور سرعت سے قتل کر دیا کرتا ہوں۔''

پھر اس ہی جانب لپکے اور مرحب پر ایسا حملہ کیا جیسے شیر اپنے شکار پر حملہ کرتا
ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار آسمان کی طرف بلند کی' اور مرحب کے سر پر ذوالفقار
حیدری کا وار کر کے اسکے جسم کے ٹکڑے کر دیئے۔ مرحب بیل کی طرح خون میں لتپت
ہو کر گر پڑا اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ (مسند احمد بن حنبل: ۵۲/۴)

واقعہ 18:

بارِ خلافت کو کون اٹھائے گا؟

صبح روشن ہوئی اور سورج نے اپنی نقرئی کرنیں مدینہ منورہ پر چھوڑنا شروع
کیں' لوگ حضور ﷺ کی صحت معلوم کرنے کے لیے جمع تھے' نبی پاک ﷺ بستر مرض
پر تھے۔ جس وقت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نبی مکرم ﷺ کے حجرہ مبارک سے نکلے

اور لوگوں کے پاس سے گزرے جو گھر کے سامنے انبوہ کثیر کی صورت میں موجود تھے وہ سب لوگ اشتیاق کے ساتھ آپ کی طرف بڑھے اور آپ سے سوال کرنے لگے: اے ابوالحسن! رسول اللہ ﷺ نے صبح کس حال میں فرمائی؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الحمدللہ! آپ ﷺ کی صحت صحیح ہے۔ سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما اور انہیں ایک طرف لے گئے' پھر یہ کہتے ہوئے ان کے کان میں سرگوشی کی: کہ میرا خیال ہے کہ نبی پاک ﷺ کی اس مرض میں وفات ہو جائے گی چنانچہ آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں اور ان سے دریافت کریں کہ امر خلافت کا ذمہ دار کون ہوگا؟ پس اگر امیر خلافت کے مستحق ہم لوگ ہوئے تو ہمیں اسکا علم ہو جائے گا اور اور اگر دوسرے ہونگے تو ہمیں اس کے بارے میں وصیت کر دیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نہایت سمجھداری کے ساتھ فرمایا: اللہ کی قسم! اگر ہم نے اس خلافت کا سوال رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ہمیں اس سے منع فرما دیں گے تو پھر لوگ یہ خلافت ہمیں کبھی نہیں دیں گے۔ اللہ کی قسم! میں کبھی بھی رسول اللہ ﷺ سے خلافت کا سوال نہیں کروں گا۔ (تاریخ الطبری: ۳/ ۱۹۳-۱۹۴)

واقعہ 19:

امیر المومنین رضی اللہ عنہ قاضی کی عدالت میں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زرہ گم ہوگئی جب تلاش کی تو یہودی کے پاس سے ملی تو آپ نے یہودی کو فرمایا: یہ زرہ میری ہے' نہ میں نے نہ یہ بیچی ہے اور نہ میں نے کسی کو یہ بطور تحفہ دی ہے۔

یہودی کہنے لگا: یہ زرہ تو میری ہے کیونکہ یہ میرے قبضہ میں ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چلو ہم قاضی کے پاس چلتے ہیں' چنانچہ وہ دونوں قاضی شریح کے پاس گئے' تو شریح نے کہا: اے امیر المومنین! فرمائیے آپ کیا کہتے ہیں' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے

فرمایا: یہ زرہ جو اس یہودی کے پاس ہے میری زرہ ہے اور میں نے یہ زرہ نہ بیچی ہے اور نہ ہبہ کی ہے' پھر شریح نے یہودی سے کہا: اے یہودی! تم کیا کہتے ہو؟ یہودی کہنے لگا: یہ زرہ میری ہے اور میرے قبضے میں ہے۔ شریح نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! کیا آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں' میرا غلام قنبر اور حسن دونوں گواہ ہیں کہ یہ زرہ میری ہے۔ شریح نے کہا: باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی جائز نہیں' لہٰذا یہ زرہ یہودی کی ہے۔ یہودی اس فیصلہ سے بے حد متاثر ہوا اور حیران ہو کر کہنے لگا: امیر المومنین خود مجھے اپنے قاضی کے پاس لے کر آئے اور ان کے قاضی نے بھی ان ہی کے خلاف فیصلہ سنا دیا' میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دین' دین حق ہے۔ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے امیر المومنین! یہ زرہ آپ ہی کی ہے۔(تاریخ الخلفاء:۲۹۲-۲۹۳)

واقعہ 20:

قیامت کے روز چند چہرے سفید اور چند سیاہ ہوں گے

امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو چشمہ والی زمین عطیہ میں دی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کے قریب ہی ایک زمین کا ٹکڑا اور خرید لیا' پھر پانی حاصل کرنے کے لیے اس جگہ پر کنواں کھودنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس دوران کہ لوگ کنواں کھود رہے تھے زمین کی گہرائی میں سے میٹھا اور ٹھنڈا پانی پھوٹ پڑا۔ لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف تیزی سے گئے تاکہ آپ کو خوشخبری سنائیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنا سر عاجزی کے ساتھ جھکا لیا اور فرمانے لگے: یہ تو وارث و مالک کے لیے خوشی کی بات ہے' پھر اپنی آواز کو بلند کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں' پھر میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ بلاشبہ پانی کا یہ چشمہ اور زمین فقیروں اور مسکینوں پر صدقہ کر دی' جو قریب اور دور کے مسافروں پر حالت جنگ

و حالت امن میں وقف کر دی ہے۔اس دن کے لیے جس روز چند چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے کالے ہوں گے تاکہ اس کے عوض اللہ تعالیٰ میرے چہرے کو آتشِ نار سے بچالے اور جہنم کی آگ کو مجھ سے دور ہٹا دے اس کو میرے چہرے سے پھیر دے۔(تاریخ المدینۃ المنورہ :۱/ ۲۲۰)

واقعہ 21:

روٹیوں والا

راستے کی ایک جانب دو شخص بیٹھے دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے اور ان میں سے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں تو جب دونوں نے کھانا اپنے سامنے رکھا' ان دونوں کے پاس سے ایک تیسرا شخص گزرا اور اس نے ان دونوں کو سلام کیا تو انھوں نے اسکو بھی بیٹھنے کو کہا۔

چنانچہ وہ بیٹھا اور ان دونوں کے ساتھ کھانے لگا اور سب نے برابر آٹھ روٹیاں کھائیں تو تیسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے دونوں کو آٹھ درہم دیئے اور کہنے لگا: میں نے جو تم دونوں کے کھانے سے کھایا ہے یہ تم دونوں اس کا معاوضہ لے لو۔ چنانچہ وہ دونوں آپس میں جھگڑنے لگے اور پانچ روٹیوں والا شخص کہنے لگا کہ پانچ درہم میرے اور تین تمہارے۔ تین روٹیوں والا کہنے لگا: یہ رقم ہمارے درمیان برابر تقسیم ہوگی یعنی چار چار درہم۔ چنانچہ وہ دونوں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اپنا قضیہ آپ کے سامنے پیش کیا اور آپ نے تین روٹیوں والے شخص کو کہا: جو تمہارا ساتھی تمہیں دے رہا ہے وہ لے لو' کیونکہ اس کی روٹیاں تمہاری روٹیوں سے زیادہ تھیں اور تم تین درہم لے لو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔اس شخص نے غصہ کے ساتھ کہا: میں انصاف کے بغیر ہرگز نہیں لوں گا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حق تو یہ ہے کہ تمہیں صرف ایک درہم اور تمہارے رفیق کو سات درہم ملنے چاہیں۔

اس شخص نے حیران ہوتے ہوئے کہا: سبحان اللہ! اللہ پاک ہے' یہ کیسے ہے؟

آپ مجھے بتلایئے تا کہ میں اس کو قبول کر لوں؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہاری تین روٹیاں تھیں اور تمہارے دوست کی پانچ' تم دونوں نے برابر کھائیں اور ایک تیسرے کو بھی برابر حصہ دیا۔تمہاری تین روٹیوں کے تین حصے کیے تو نو ٹکڑے ہو گئے۔تم اپنے نو ٹکڑوں اور اسکے پندرہ ٹکڑوں کو جمع کرو تو ۲۴ ٹکڑے ہوتے ہیں تینوں میں ہر ایک نے برابر ٹکڑے کھائے تو فی کس آٹھ ٹکڑے ہوتے ہیں۔تم نے اپنے نو میں سے آٹھ خود کھائے اور ایک تیسرے مسافر کو دیا اور تمہارے رفیق نے اپنے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور سات تیسرے کو دیے اس لیے آٹھ درہم میں سے ایک درہم کے تم مستحق ہو اور سات کا تمہارا دوست چنانچہ وہ شخص یہ کہتے ہوئے مسکرایا: اب میں خوش ہوں اور میں نے جان لیا۔(تاریخ الخلفاء:۲۸۵-۲۸۶)

واقعہ 22:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سونے کے برتن

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام قنبر آیا اور ناصحانہ انداز میں کہنے لگا: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! آپ تو ایسے شخص ہیں کہ کوئی چیز بھی باقی نہیں چھوڑتے' اس مال میں سے آپ کے گھر والوں کے لیے بھی حصہ ہے اور میں نے ایک چیز آپ کے لیے چھپا رکھی ہے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حیرت پوچھا: وہ کیا چیز ہے؟

قنبر نے کہا: میرے ساتھ چلیے۔ چنانچہ قنبر چلا اور امیر المومنین بھی اس کے پیچھے چل دیئے۔ یہاں تک کہ ایک چھوٹے سے گھر میں داخل ہوئے اس میں دیوار کے نیچے ایک بڑی سی بوری کسی چادر سے ڈھانپی ہوئی پڑی تھی تو اس کو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کھولا تو پتہ چلا کہ یہ سونے اور چاندی کے برتنوں سے بھری ہوئی ہے جس پر سونا جڑا ہوا ہے۔

جب آپ نے وہ دیکھا تو فرمایا: تیری ماں تجھے گم پائے! تیرا ستیاناس ہو! تم نے تو میرے گھر میں بڑی آگ داخل کرنا چاہتے ہو؟ پھر ان برتنوں کو تولنے لگے

اور وہ لوگوں میں بانٹنے لگے اور کہہ رہے تھے: اے دنیا! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دے۔(احمد فی الزھد' ص ۱۷۳۔ منتخب الکنز:۵/ ۵۷)

واقعہ 23:

اللہ کا اپنے دوستوں کی مدد فرمانا

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عصر سے پہلے مدینہ کے بازار میں چکر لگا رہے تھے اور چلتے چلتے احجار الزیت پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک فارسی شخص کے پاس ہیں جمع جو بہت بری بھیانک آواز میں چلا رہا ہے۔ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کر رہا تھا تو سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ ایک شخص نے کہا: یہ فارسی شخص سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شان کم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ غضب ناک ہو گئے اور پھر ہجوم کو پھاڑتے ہوئے آگے بڑھے حتی کہ اس فارسی شخص کے پاس پہنچے اور سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا ماجرا ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ یہ آدمی جو اپنی اونٹنی پر سوار ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کر رہا ہے۔ کہا: اے فلاں تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کیوں کر رہا ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پہلے مسلمان ہونے والے شخص نہیں ہیں؟ کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ پہلے شخص نہیں ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ دنیا سے بے رغبت نہیں ہیں؟ کیا یہ سب سے بڑے عالم نہیں ہیں؟ کیا وہ رسول اللہ ﷺ کے داماد نہیں ہیں۔ کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ غزوات میں رسول ﷺ کے علمبردار نہیں رہے؟ کیا وہ پہلے پہل اسلام لانے والے نہیں تھے؟ کیا وہ پہلے شخص ایسے نہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی؟ کیا وہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ دنیا سے بے رغبتی کرنے والے نہیں؟ کیا وہ تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والے عالم نہیں؟ کیا وہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے شوہر (داماد) نہیں؟ کیا وہ رسول اللہ ﷺ کے غزوات میں آپ ﷺ کا جھنڈا اٹھانے والے؟ پھر اس کے بعد سیدنا سعد رضی اللہ عنہ قبلہ رو

ہوئے اور اپنے ہاتھوں کو بلند فرمایا اور گڑگڑاتی ہوئی آواز کے ساتھ فارسی شخص کے خلاف بدعا فرمائی: اے اللہ! اگر یہ تیرے ولیوں میں سے کسی ولی کی تنقیص کرتا ہے تو آپ اس مجمع کو جدا ہونے سے پہلے انہیں اس شخص کے سلسلہ میں اپنی قدرت دکھا دے۔......

اللہ کی قسم! لوگ ابھی واپس نہیں لوٹے تھے کہ جس اونٹنی پر وہ شخص سوار تھا اس نے زور سے جھٹکا دے کر اس کو نیچے پھینک دیا جس سے اس کا سر تن سے جدا ہو کر دور جا گرا اور اس کا دماغ پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔

(مستدرك حاكم: ۳/ ۵۰۰، وصححه ووافقه الذهبی)

واقعہ 24:

قلعے کا دروازہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ

جنگ کی چکی گھومی اور موت سروں کے قریب آگئی، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شوقِ شہادت میں آگے بڑھے اور میدانِ کارزار میں اپنے سر دھڑ کی بازی لگاتے ہوئے بغیر کسی جھجھک کے لڑنے لگے، حتیٰ کہ بہت سے یہودیوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ قریب تھا کہ وہ قلعہ فتح کر لیں، یکایک قلعہ کے پہرے داروں کی ایک جماعت نکلی اور ان میں سے ایک شخص نے آپ پر شدید وار کیا تو آپ کے ہاتھ سے ڈھال گر گئی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ پکارے: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یا تو میں بھی شہادت کا وہی مزہ چکھوں گا جو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے چکھا تھا یا اللہ تعالیٰ لازمی میرے لیے اس قلعہ کو فتح کر دے گا۔

چنانچہ آپ شیر کی مانند جسارت کے ساتھ اس پرانے دروازے کی طرف بڑھے جو قلعہ کے قریب پڑا ہوا تھا اور اس کو اٹھا لیا، اور اس ڈھال کی طرح اپنے بچاؤ کا ذریعہ بنایا: جب تک لڑتے رہے وہ دروازہ سیدنا علیؓ کے ہاتھ میں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں اس قلعے کو فتح فرمایا۔ ابورافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ

غلام کہتے ہیں جو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھے: میں نے اور میرے ساتھ موجود سات آدمیوں نے ارادہ کیا کہ ہم اس دروازے کو اٹھائیں یا دروازہ کو الٹائیں مگر ہم اس کو اٹھا نہ سکے۔

(البیھقی فی دلائل النبوۃ :۴/ ۲۱۲۔ البدایۃ والنھایۃ ' ابن کثیر:۴/ ۱۸۹)

واقعہ 25:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خادمہ کی درخواست کرنا

قبل ازیں کہ آفتاب اپنی نقرئی کرنیں' زمین پر ڈالتا' سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا گھریلو امور میں مصروف ہوگئیں اور وہ نبی اکرم ﷺ کو اپنے گھر والوں میں سے سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

چنانچہ انہوں نے دانے لیے اور انہیں چکی میں پیسنے لگیں یہاں تک کہ آپ کے ہاتھوں میں سوزش ہوگئی' پھر آپ مشکیزہ اٹھاتیں اور اسے پانی سے بھرنے لگیں' حتی کہ آپ کے سینے پر نشان پڑ گئے پھر جھاڑو لے کر گھر کی صفائی کرتیں حتی کہ آپ کا ڈوپٹہ گردوغبار سے اٹ جاتا' پھر ہنڈیا چولہے پر رکھتیں اور اس میں پھونکیں مارتیں اور اس میں لکڑیاں جلاتیں' حتی کہ آپ کے کپڑے میلے ہو جاتے تو آپ کو ان سب مشقتوں کی وجہ سے سخت اذیت پہنچتی۔

ایک روز نبی مکرم ﷺ کے پاس چند غلام اور قیدی آئے تو آپ کے خاوند سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ دوڑے دوڑے آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے فاطمہ! رسول اللہ ﷺ کے پاس چند قیدی اور غلام آئے ہیں' چنانچہ تم ان کے پاس جاؤ اور ان سے ایک نوکر طلب کرو۔

چنانچہ آپ گئیں اور نبی کریم ﷺ سے نوکر کا سوال کیا لیکن رسول پاک ﷺ انھیں نوکر نہیں دیا اور فرمایا: کیا میں تمہاری راہنمائی ایسی چیز کی طرف نہ کروں جو تمہارے لیے نوکر سے بہتر ہو؟ (وہ یہ ہے کہ)جب تم اپنے بستر کی طرف جاؤ تو تم

تینتیس بار سبحان اللہ کہو اور تینتیس بار الحمد للہ کہو اور چونتیس بار اللہ اکبر پڑھا کرو۔ تو آپ نے یہ کہتے ہوئے شرم کے ساتھ اپنے سر کو اٹھایا: میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے راضی ہوں' میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے خوش ہوں' پھر گھر واپس لوٹ آئیں۔ (فضائل الصحابة:۲/ ۷۰۶)

واقعہ 26:

ایک نیکی کا اجر دس گنا ملتا ہے

پھٹے کپڑوں اور کمزور جسم کے ساتھ ایک فقیر سیدنا علی بن ابی طالب ﷛ کی بارگاہ اقدس میں آیا اور دست سوال دراز کیا جس کو فقر نے پریشان اور ضرورت نے ذلیل کر رکھا تھا۔

سیدنا علی ﷛ نے سیدنا حسن ﷛ سے فرمایا: اپنی ماں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ابا جان آپ کو جو چھ درہم دیئے تھے ان میں سے ایک درہم دے دو۔ چنانچہ سیدنا حسن ﷛ گئے' پھر تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گئے اور کہنے لگے: وہ تو انہوں نے آپ کے لیے چھ درہم رکھ چھوڑے ہیں۔ سیدنا علی ﷛ نے فرمایا: کسی انسان کا ایمان سچا نہیں ہوسکتا جب تک وہ جو اس کے ہاتھ میں ہے اس کی بجائے جو اللہ کے ہاتھ میں ہے اس پر زیادہ پختہ یقین رکھے' پھر فرمایا: ان سے جا کر کہو کہ چھ کے چھ درہم بھیج دو تو انہوں نے درہم آپ کی طرف بھیج دیئے اور آپ نے وہ سوال کرنے والے کو دے دیئے۔ سیدنا علی ﷛ ابھی اپنی نشست سے اٹھے بھی نہیں تھے کہ ایک شخص آیا جس کے پاس اونٹ تھا' وہ اسے فروخت کرنا چاہتا تھا۔

سیدنا علی ﷛ نے پوچھا: اونٹ کتنے کا ہے؟ اس شخص نے کہا: ایک سو چالیس درہم کا ہے۔ سیدنا علی ﷛ نے فرمایا: اس کو باندھ دو اس شرط پر کہ اس کی قیمت میں تجھے بعد میں دوں گا۔ اور اس شخص نے ایسا ہی کیا' اونٹ باندھا' پھر جہاں سے آیا تھا واپس پلٹ گیا۔ کچھ دیر بعد ایک اور شخص آیا اور کہنے لگا: یہ اونٹ کس کا ہے؟ سیدنا

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا ہے۔ اس شخص نے کہا: کیا آپ اسے فروخت کریں گے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں۔ اس شخص نے کہا: آپ یہ کتنے کا فروخت کریں گے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دو سو درہم کا۔ اس شخص نے کہا: میں یہ خریدتا ہوں تو اس نے اونٹ پکڑا اور آپ کو دو سو درہم دے دیئے ۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جس شخص سے اونٹ خریدا تھا اس کو ایک سو چالیس درہم دیئے اور باقی ساٹھ درہم لے کر سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ: یہ کیا ہے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے وعدہ کیا ہے کہ ہمیں اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے وعدہ دیا ہے:

﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ﴾ [سورۃ الانعام: ۱٦۰]

''جو شخص بھی ایک نیکی لائے گا اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں بطور صلہ ہوں گی''۔ (امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ من المیلا دالی الاستشھاد، ص۶۳)

واقعہ 27:

تین درہم کا کپڑا

ایک روز سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بازار کی جانب نکلے اور آپ اپنے لیے نیا لباس خریدنے کا ارادہ رکھتے تھے، آپ چلتے رہے یہاں تک کہ کپڑے بیچنے والے کی دکان پر پہنچے تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: اے بزرگ! مجھے تین درہم کے عوض کوئی اچھا سا کپڑا خریدنا ہے۔ جس وقت دوکان دار نے امیر المومنین کو پہچان لیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اکرام کا اندیشہ ہوا، کیونکہ آپ امیر المومنین رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس سے کپڑا نہیں خریدا اور دوسرے دکان دار کے پاس چلے گئے، جب اس نے بھی آپ کو پہچان لیا تو آپ نے اس سے کچھ بھی نہ خریدا، اس طرح ہوتے ہوئے آپ ایک چھوٹے لڑکے کے پاس پہنچے اور اس سے ایک کرتہ تین درہم کا خریدا۔ اور آپ نے وہ پہنا جو آپ کے گٹوں سے ٹخنوں تک تھا۔ جس وقت دکاندار

آیا' اس کو کہا گیا: بلاشبہ تمہارے بیٹے نے امیر المومنین کو تین درہم کے عوض ایک کرتہ بیچا ہے' پس کیوں نہ تم نے امیر المومنین سے دو درہم لیے؟ چنانچہ اس شخص نے ایک درہم پکڑا اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور آپ سے کہا: اے امیر المومنینؓ! یہ درہم لے لیجئے' یہ درہم آپ کا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حیران ہوتے ہوئے فرمایا: یقیناً یہ میرا درہم نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا: اے امیر المومنین! کرتہ جو آپ نے خریدا تھا' اس کی قیمت دو درہم تھی' لیکن میرے بیٹے نے غلطی سے تین درہم کا بیچ دیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ مسکرائے اور فرمایا: آپ کے بیٹے نے یہ کرتہ میری رضا مندی سے مجھے بیچا ہے اور میں نے بھی اپنی رضا مندی سے خریدا ہے (یہ سن کر) اس شخص نے درہم پکڑا اور اپنی دکان کی جانب پلٹ گیا۔ (منتخب کنز العمال:۵/ ۵۷)

واقعہ 28:

آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی کمزوری اور کوتاہی کے تین برس تک دن رات پوشیدہ طور پر اللہ کے دین کی طرف بلاتے رہے۔ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

﴿ وَ اَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ [سورة الشعراء : ٢١٤]

''آپ اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو ڈرایئے''۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبدالمطلب کو اکٹھا کیا اور ان کے لیے کھانا پینا تیار کیا' چنانچہ انہوں نے کھایا' یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے اور کھانا باقی بچ گیا جیسا کہ اس کو چھوا بھی نہ ہو اور انہوں نے پیا یہاں تک کہ وہ سیراب ہو گئے اور مشروب بھی باقی بچ گیا جیسے اس کو کسی نے ہاتھ بھی نہ لگایا ہو۔ چنانچہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبدالمطلب کی اولاد! بلاشبہ میں خصوصاً تمہاری جانب اور عموماً تمام لوگوں کی جانب بھیجا گیا ہوں' پھر آپ نے یہی آیت ان پر تلاوت فرمائی' پھر آپ نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو

میری اس بات پر بیعت (عہد) کرے کہ وہ میرا بھائی اور میرا دوست ہو؟ ان میں سے کوئی بھی نہیں اٹھا

اور خاموشی نے تمام لوگوں پر دائرہ بنا لیا گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں لیکن ایک بچے کی آواز گونجی اور اس نے اس سکوت کو توڑا کہ میں بیعت (عہد) کرتا ہوں۔...... وہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑے تھے انھوں نے دوبارہ دوہراتے ہوئے کہا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی اور دوست بنوں گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کھکھلا اٹھا اور یہ کہتے ہوئے خوش ہوئے: بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو دوسری دفعہ پھر دہرایا لیکن سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی شخص کھڑا نہ ہوا اور آپ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی کھڑے تھے کہنے لگے: میں آپ کا بھائی اور دوست بنوں گا پھر آپ نے تیسری مرتبہ اپنی بات کو دہرایا لیکن سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی شخص نہ کھڑا ہوا۔ آپ فرمانے لگے: میں، میں آپ کا بھائی اور آپ کا دوست ہوں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے حد مسرور ہوئے اور تبسم فرمایا، پھر آپ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سینے پر اپنا دست مبارک مارا اس پر خوش ہوتے ہوئے جو انہوں نے کیا۔

(فضائل الصحابة :۲/ ۷۱۲)

واقعہ 29:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

پھٹی پرانی بوسیدہ سی چٹائی پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے، کسی شدید ترین مرض میں مبتلا تھے جس کی وجہ سے گھر میں مقید ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ آپ نے کمزوری کے ساتھ دعا کی: اے اللہ! اگر میرا مقررہ وقت آ گیا ہے تو مجھے (اس مرض سے) راحت دے دے اور اگر میرا وقت آنے میں دیر ہے تو مجھ سے بیماری اٹھا لیں اور اگر

آزمائش ہے تو مجھے صبر کی توفیق عنایت فرمائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے جب یہ دعا سنی تو فرمایا: اے علی! تو نے کیا کہا تھا؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دوسری دفعہ پھر دعا دہرائی تو نبی اکرم ﷺ نے یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھ بلند فرمائے: اے اللہ! اس کو تندرستی عطا فرما۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کی دعا کے بعد پھر اس کی مجھے کبھی بھی شکایت نہیں ہوئی۔ (دلائل النبوۃ للبیهقی :٦/ ١٧٩)

واقعہ 30:

میرے والد کے منبر سے اتریئے

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عاجزی اور سکون کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے منبر پر بیٹھے تھے' اس سے قبل کہ وہ ذکر اور نصیحت کے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں کے کانوں کو معطر کرتے اچانک سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کی جانب تیزی سے آئے اور آپ کے کپڑے کا ایک کنارہ سختی سے پکڑا اور فرمانے لگے: میرے باپ کے منبر سے اتر جائیں! چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے سر کو انکساری کے ساتھ جھکاتے ہوئے فرمایا: تم نے سچ کہا کیونکہ یہ تمہارے باپ کے بیٹھنے کی جگہ ہے' پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھا لیا اور انہیں اپنی گود میں بٹھا لیا اور آپ کی آنکھیں نمناک ہو گئیں۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اسے میں نے یہ حکم تو نہیں دیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور ان کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے: تم نے سچ کہا' اللہ کی قسم! میں تم پر اتہام نہیں لگاتا۔ (تاریخ الخلفاء' ص :٦٩)

واقعہ 31:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے جنت کا مژدہ جانفزا

انصار کی ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اپنے گھر میں دعوت کی تا کہ وہ کھانا کھائیں' جو اس نے آپ کے لیے تیار کیا تھا۔ چنانچہ نبی

کریم ﷺ اس کی طرف گئے اور اس کے گھر کے صحن میں بیٹھ گئے اور لوگ آپ کے اردگرد تھے۔ اس دوران نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اہل جنت میں سے تم پر ایک آدمی داخل ہوگا' پھر نبی رحمت ﷺ نے اپنی چادر کے نیچے اپنے سر مبارک کو چھپایا اور فرمایا: اے اللہ! اگر آپ چاہیں تو وہ آنے والا شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہو۔

چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے' تو لوگوں نے انہیں مبارک باد دی اور جو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا اس کی بشارت دی۔

(مسند احمد بن حنبل: ۳/ ۳۳۱۔ فضائل الصحابة : ۲/ ۶۰۸)

واقعہ 32:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں

نبی کریم ﷺ کے گرد لوگ حلقہ بنائے جماعت کی شکل میں تھے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے' پھر کچھ دیر کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اہل جنت میں سے ایک شخص تم پر داخل ہوگا تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے۔ کچھ دیر بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا' پھر نبی ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو دعا کرتے ہوئے بلند فرمایا: اے اللہ! آنے والا شخص علی رضی اللہ عنہ ہو۔ چنانچہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آئے۔(فضائل الصحابة : ۲/ ۵۷۷)

واقعہ 33:

غم واندوہ اور رونا

امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سپرد خاک ہونے کے ایک دن بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ افسردگی کی حالت میں گھر سے باہر آئے' اور ان کا چہرہ غم کی وجہ سے نڈھال تھا یہاں تک کہ آپ نوجوانوں اور بوڑھوں کے درمیان میں بیٹھ گئے اور سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے کربنا کی کے ساتھ فرمایا: گذشتہ کل تمہیں ایک ایسے شخص سے

جدائی ملی ہے کہ جس سے علم کے اعتبار سے نہ پہلے لوگ سبقت لے کر گئے ہیں اور نہ ان تک بعد والے پہنچ سکتے ہیں اور وہ ایسے تھے کہ جنہیں رسول اللہ ﷺ نے جھنڈا دیا اور وہ اس وقت تک واپس نہیں لوٹے جب تک فتح سے ہمکنار نہیں ہو گئے اور نہ انہوں نے سونا چھوڑا اور نہ چاندی سوائے ان سات سو درہموں کے جن سے وہ اپنے اہل وعیال کے لیے ایک غلام خریدنا چاہتے تھے۔

(مسند احمد: ا/ ۱۹۹۔ امام احمد فی الزھد 'ص:۱۳۳۔ فضائل الصحابۃ: ا/ ۵۴۸-۵۴۹)

واقعہ 34:

میں اپنے پیٹ میں پاک چیز ہی ڈالوں گا

بغداد کے قریبی عکبرا نامی شہر کا گورنر دوپہر کے وقت امیر المومنین رضی اللہ عنہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو اس نے دروازے کے سامنے کوئی دربان نہیں دیکھا جو اسے اندر داخل ہونے سے روکے۔

چنانچہ اس نے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور اندر آگیا تو اس نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اکڑوں بیٹھے ہوئے پایا اور آپ کے سامنے ایک پیالہ اور پانی بھرا گلاس ہے' پھر آپ ایک چھوٹی سی تھیلی لائے تو اس شخص نے اپنے جی میں کہا: آپ ارادہ رکھتے ہیں کہ مجھے میری امانت پر بدلہ دیں گے اور عنقریب آپ مجھے کوئی قیمتی پتھر یا نایاب چیز دیں گے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے تھیلی کھولی تو اس میں روٹی کے ٹکڑے تھے' آپ نے وہ پیالے میں ڈالے' پھر اس پر کچھ پانی انڈیلا' پھر اس شخص سے فرمایا: آؤ' میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔

اس شخص نے حیران ہوتے ہوئے کہا: اے امیر المومنین! آپ عراق میں رہ کر ایسا کرتے ہیں؟ اور یہاں ایسا کرتے ہیں حالانکہ عراق والوں کا کھانا اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عاجزانہ اور زاہدانہ انداز میں فرمایا: اللہ کی قسم! یہ روٹی کے ٹکڑے میرے پاس مدینہ سے آتے ہیں اور میں بلاشبہ یہ ناپسند کرتا ہوں کہ میں

حلال پاک صاف چیز کے علاوہ کوئی اور چیز اپنے پیٹ میں داخل کروں۔

(حلیة الاولیاء : ۱/ ۸۲)

واقعہ 35:

جس نے علی رضی اللہ عنہ کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی

سیدنا عمرو بن شاس اسلمی رضی اللہ عنہ ان حدیبیہ والوں میں سے ہیں جنہوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کی جانب سفر کیا۔ راستے میں سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ کو سیدنا علی کے ساتھ زیادتی کی سوجھی اور ان پر خواہ مخواہ برہم ہوئے اور آپ کے متعلق اپنے جی میں ناراضگی پیدا کر لی۔ جس وقت وہ مدینہ آئے تو انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شکایت اور ان پر اپنے غصہ کا اظہار مسجد میں کیا یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی۔

ایک صبح سیدنا عمرو بن شاس رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے تو جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو یہ فی الفور بیٹھ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو! اللہ کی قسم! تم نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ گھبراتے ہوئے کہنے لگے: میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں اللہ کے رسول کو ایذا پہنچاؤں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں ضرور تم نے مجھے اذیت دی ہے، جس شخص نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تکلیف دی اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔

(مسند احمد بن حنبل: ۳/ ۴۸۳۔ مجمع الزوائد للهیثمی: ۹/ ۱۲۹)

واقعہ 36:

مردے گفتگو کرتے ہیں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سحری کے وقت وحشت سی محسوس کی اور آپ کا ذہن اور سوچ موت، قبر، آخرت اور حساب سے متعلق غور وفکر کرنے لگی۔ چنانچہ آپ نے اپنے

سر کو ہلایا تاکہ اس میں آنے والے وسوسات کو باہر نکالیں چنانچہ آپ حصول طمانیت کے لیے مدینہ منورہ کے قبرستان تشریف لے گئے: اے اہل قبور! تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت و برکت ہو۔ ایک آواز نے آپ کو جواب دیا: تم پر بھی سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت و برکت ہو اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! ہمیں بتلایئے جو ہمارے بعد ہوا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہاری بیویاں نکاح دی گئیں اور تمہارے مال تقسیم کر دیئے گئے اور تمہاری اولادیں یتیموں کے گروہ میں شمار ہونے لگیں' اور جن عظیم الشان عمارتوں کو تم نے بنایا اس میں تمہارے علاوہ دوسرے لوگوں نے سکونت اختیار کر لی ہے' یہ تو ہمارے ہاں کی خبریں تھیں تمہارے پاس کیا خبریں ہیں؟

غیبی آواز نے جواب دیا: کفن پھٹ چکے' بال بکھر چکے' چمڑے کٹ چکے اور آنکھیں گالوں پر آ گئیں اور ناک کے نتھنوں میں پیپ اور لہو بہنے لگا ہے اور جو اعمال ہم نے آگے بھیجے وہ ہم نے پالیے اور جو ہم نے پیچھے چھوڑا وہ ہم نے نقصان اٹھایا اور ہم تو گروی رکھے ہوئے ہیں۔ (معجم کرامات الصحابة ص : ۹۲)

واقعہ 37:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ مجھے اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ زہرء رضی اللہ عنہا کو اپنے چچا زاد بھائی سیدنا علی بن سیدنا ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رخصت کیا تو جس وقت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اپنے خاوند سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاں داخل ہوئیں تو انہوں نے آپ کے ہاں صرف گھڑا' بکھری ہوئی ریت ' ایک تکیہ' ایک مٹکا اور ایک کوزہ ہی پایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی جانب پیغام بھیجا کہ تم اس وقت تک اپنی بیوی کے قریب نہ جانا جب تک میں تمہارے پاس نہ آ جاؤں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے پاس آئے اور پانی لانے کا حکم دیا' اور پانی لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کچھ دعا اور ذکر جو اللہ نے چاہا کہ آپ پڑھیں وہ پڑھا' پھر اس پانی کو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے چہرے پر

چھڑکا' پھر سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو بلایا تو وہ آپ کی جانب اٹھیں اور اپنے کپڑوں میں حیا کی وجہ سے گر رہیں تھیں تو آپ نے ان پر بھی پانی چھڑکا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یاد رکھو میں نے تمہیں اس کے ساتھ بیاہا ہے جو مجھے میرے خاندان میں سب سے زیادہ محبوب ہے' پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس مڑ گئے اور آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کہہ رہے تھے: اپنی گھر والی کو تھام لو اور آپ ان دونوں کے لیے دعائیں کرتے ہوئے حجرہ سے باہر آئے اور کہ آپ کمرہ سے باہر نکل گئے۔

(فضائل الصحابة : ۲/ ۵۶۸-۵۶۹۔ طبقات ابن سعد: ۸/ ۲۴)

واقعہ 38:

زنا کرنے والی خاتون

اس دوران کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں چل پھر رہے تھے' آپ نے کچھ آدمیوں کو دیکھا جو ایک عورت کو اس کے ہاتھوں سے پکڑے کھینچ رہے ہیں اور وہ سخت غصہ کی حالت میں ہیں' جبکہ وہ عورت خوف کی وجہ سے کانپ رہی ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو پکار کر کہا: تم اس عورت کو کیوں کھینچ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: اس نے زنا کیا ہے اس لیے امیرالمومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کو ان کے ہاتھوں سے چھین لیا اور انہیں ڈانٹا چنانچہ وہ لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انھیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتایا کہ انھوں نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے ضرور کسی بات کی بنا پر ایسا کیا ہوگا جاؤ۔ تم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو میری جانب بھیجو' سیدنا علی رضی اللہ عنہ غصہ ہوتے ہوئے آئے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: کیا وجہ ہے کہ آپ نے آدمیوں کو واپس لوٹا دیا اور آپ نے انہیں اس زنا کرنے والی خاتون پر حد قائم کرنے سے منع فرما دیا؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیرالمومنین' کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ آپ فرماتے تھے:

''تین اشخاص سے قلم کو اٹھا لیا گیا ہے یعنی وہ مرفوع القلم ہیں: سویا ہوا شخص حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے' چھوٹا بچہ حتیٰ کہ وہ بلوغت کو پہنچ جائے اور جنون میں مبتلا شخص حتیٰ کہ وہ سمجھنے کے قابل ہو جائے۔'' سیدنا عمر ﷜ نے یہ کہتے ہوئے اپنے سر کو حرکت دی: ہاں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

سیدنا علی ﷜ یہ کہتے ہوئے مسکرا دیئے: اے امیر المومنین! اس عورت کو مرگی کا دورہ پڑتا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ شخص اس کے پاس اس حالت میں آیا جب اس کو دورہ پڑا ہوا ہو۔ (یہ سن کر) سیدنا عمر بن خطاب ﷜ نے اس خاتون کو چھوڑ دیا۔

(مسند احمد: ۱/ ۱۵۵۔ سنن ابی دائود: ۴/ ۱۴۰۔ فضائل الصحابة: ۲/ ۷۰۷-۷۰۸)

واقعہ 39:

میں تمہارا مولیٰ کیونکر ہوسکتا ہوں؟

رحبہ جگہ پر ایک گروہ سیدنا علی بن ابی طالب ﷜ کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: اے مولانا! (ہمارے مولیٰ) آپ پر سلامتی ہو۔ سیدنا علی ﷜ نے حیران ہوتے ہوئے فرمایا: میں کیونکر تمہارا مولیٰ ہوسکتا ہوں جبکہ تم عرب قوم ہو۔ انہوں نے کہا: ہم نے اللہ کے رسول ﷺ کو مکہ اور مدینہ کے درمیان وادی غدیر خم کے روز فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ''جس شخص کا میں مولیٰ ہوں تو سیدنا علی ﷜ بھی اس کا مولیٰ ہے'' جس وقت وہ واپس لوٹ گئے تو ایک شخص جو سیدنا علی ﷜ کے قریب بیٹھا تھا ان کے پیچھے چلا اور ان کے متعلق کسی سے سوال کیا کہ یہ لوگ کون ہیں اس کو کہا گیا: یہ انصاری قوم ہے اور ان میں سیدنا ابوایوب انصاری ﷜ بھی ہیں۔ (فضائل الصحابہ: ۲/ ۵۷۲)

واقعہ 40:

تین چیزوں میں سیدنا علی ﷜ منفرد تھے

رعب و دبدبہ کے ساتھ سیدنا عمر بن خطاب ﷜ کے گرد لوگ گروہ کی شکل میں دائرہ بنائے آپ کی باتیں سن رہے تھے اس دوران آپ نے فرمایا: سیدنا علی ﷜ کو

تین خصلتیں ایسی عطا کی گئیں کہ اگر ان میں سے ایک خصلت بھی مجھے حاصل ہو جائے تو وہ میرے نزدیک اس بات سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ مجھے سرخ اونٹ عطا کیے جائیں۔

چنانچہ لوگوں نے شوق اور حسرت کے ساتھ کہا: اے امیر المومنین! وہ کون سی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ہوا اور دوسرا آپ کا مسجد میں سکونت کا حلال ہونا جو کہ میرے لیے حلال نہیں ہے اور تیسرا آپ کا خیبر کے دن جھنڈا تھامنا۔ (تاریخ الخلفاء، ص:۲۷۵)

واقعہ 41:

فقیہ کی صفتیں

محراب کے نزدیک امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے اور ان کے ہونٹوں سے شکر اور عاجزی کے کلمات جاری ہو رہے تھے اور آپ کے گرد آپ کے ساتھیوں کا ایک گروہ دائرہ بنائے ہوئے تھا' اور وہ ان کے علم سے مستفید ہونا چاہتے تھے۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے کہا: اے امیر المومنین! ہمیں فقیہ کی صفتیں بتلائیں۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ دو زانوں ہو کر بیٹھے اور آپ نے یہ کہتے ہوئے پکارا: کیا میں تمہیں حقیقی فقیہ کے متعلق نہ بتاؤں؟ (حقیقی فقیہ وہ ہے) جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرے' جو لوگوں کو اللہ کی نافرمانی والے کاموں میں رخصت نہ دے اور وہ لوگوں کو اللہ کی سزا سے بے خوف نہ کرے اور جو قرآن کو بے رغبتی کرتے ہوئے نہ چھوڑے' اس عبادت میں کوئی خیر نہیں جس میں سمجھ بوجھ نہیں اور اس سمجھ بوجھ میں بھی کوئی بھلائی نہیں جس میں تقویٰ پرہیز گاری نہ ہو اور اس تلاوت میں بھی کوئی خیر نہیں ہے جس میں غور و فکر نہ ہو۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱/ ۷۷)

واقعہ 42:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ابوعبداللہ الجدلی کے پاس آئیں اور سخت غصہ

کے ساتھ کہنے لگیں: اے ابوعبداللہ! کیا تمہارے ہاں اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی جاتی ہے؟ انہوں نے گھبراہٹ اور کپکپاہٹ کے ساتھ کہا: استغفر اللہ' میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں' اے ام المومنین رضی اللہ عنہا! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ فرمانے لگیں: کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جو شخص ان سے محبت رکھتا ہے انہیں گالی نہیں دی جاتی؟ اللہ کی قسم! میں اس بات کی شہادت دیتی ہوں کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے تھے۔(مسند امام احمد بن حنبل :۶/ ۳۲۳۔ مجمع الزوائد للهيثمی :۹/ ۱۳۰)

واقعہ 43:

ہجری تاریخ کا آغاز کیسے ہوا؟

امیرالمومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص یمن سے آیا اور کہنے لگا: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! کیا آپ لوگ تاریخ نہیں ڈالتے کہ یہ واقعہ فلاں تاریخ کو ہوا' اور یہ واقعہ فلاں سال میں ہوا؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں' پھر وہ شخص واپس چلا گیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خلوت نشینی اختیار کی تو بار بار یہی خیال آپ کے ذہن میں گردش کرنے لگا اور آپ کافی غور وفکر کرنے کے بعد آپ مطمئن ہو گئے۔ آپ نے ایک میدان میں مہاجرین اور انصار کو اکٹھا کیا اور جو اس شخص نے کہا تھا ان سب پر پیش کیا اور اس کی سوچ کو ان پر واضح فرمانے لگے' پھر ان سے فیصلہ کن سوال کیا: ہم تاریخ کہاں سے لکھا کریں؟ طویل خاموشی چھا گئی' کہیں سے آواز آئی کہ وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے' کس نے کہا' نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے۔ چنانچہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی آواز بلند ہوئی: اے امیر المومنین! ہم تاریخ اس دن سے لکھیں گے جس دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم شرک کی زمین سے نکلے تھے یعنی جس روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔ آپ کی اس تجویز پر سب متفق ہو گئے۔ (تاریخ المدینۃ المنورہ:۲/ ۵۸)

واقعہ 44:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایک آدمی کو تھپڑ مارتے ہیں

عاجزی اور خشوع وخضوع والی آوازیں بیت اللہ کے نزدیک بلند ہو رہی تھیں

کہ ایک نوجوان جس کا شباب عروج پر تھا لوگوں کی بھیڑ کو کندھوں کے ساتھ ہٹاتا ہوا آیا حتی کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کھڑا ہوا مکر و شرارت کے ساتھ کہنے لگا: اے امیر المومنین! اے امیر المومنین! مجھے میرا حق سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے لے کر دیجئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس تیرا کیا حق ہے؟ اس آدمی نے مگر مچھ کے آنسو بہاتے ہوئے کہا: کہ انہوں نے میری آنکھ پر تھپڑ مارا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ کے پاس سے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ گزرے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اے ابوالحسن! کیا آپ نے اس کی آنکھ پر تھپڑ مارا ہے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر المومنین! جی ہاں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ کیوں؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ میں نے اس کو دیکھا کہ یہ طواف کے دوران مومنین کی حرمات میں تامل کر رہا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوالحسن! آپ نے اچھا کیا۔

(امیر المومنین علی بن ابی طالب من المیلا الا ستشهاد 'ص:٦٦)

واقعہ 45:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجنا

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ابھی کم سن اور نو عمر تھے' آپ کی عمر بیس سال سے کچھ زیادہ عمر تھی جس وقت انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی جانب (بحیثیت قاضی بھیجا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے یمن کی طرف بھیج رہے ہیں' وہ لوگ مجھ سے قضاء کے متعلق سوال کریں گے اور مجھے اس کا علم نہیں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی پھر محبت بھرے انداز میں فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! میرے نزدیک ہو جاؤ! چنانچہ وہ نزدیک ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سینے پر مارا' پھر آپ نے فرمایا: اے اللہ! اس کی زبان کو ثابت رکھ اور اس کے دل کو ہدایت دے' اے علی! جب دو مخالف فریقین تیرے پاس آئیں تو تم ان دونوں کے مابین اس وقت تک فیصلہ نہ کرنا جب تک تم دوسرے کی بات نہ سن لو جس

طرح تم نے پہلے کی بات سنی۔ جس وقت تم ایسے کرو گے تو فیصلہ تمہارے لیے عیاں ہو جائے گا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانے کو تخلیق فرمایا اور ہر جاندار مخلوق کو پیدا فرمایا اس کے بعد مجھے دو اشخاص کے مابین فیصلہ کرنے کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوا۔

(مسند احمد :۱/ ۹۶-۱۱۱۔ جامع ترمذی:۲/ ۳۹۵۔ طبقات ابن سعد:۲/ ۳۳۷)

واقعہ 46:

اہل بیت کی دانائی

یمن میں چار آدمی ایک گڑھے میں گر گئے جو انھوں نے شیر پھنسانے کے لیے کھودا تھا' اور جس وقت پہلا آدمی گرا اس نے دوسرے کو پکڑا اور دوسرے نے تیسرے کو پکڑا اور تیسرے آدمی نے چوتھے آدمی کو پکڑا حتی کہ سبھی چاروں آدمی اس میں کنویں میں گر گئے اور شیر نے ان پر حملہ کیا اور ان سب کو پھاڑ ڈالا۔

چنانچہ ان کے ورثا اور لواحقین باہم امادہ پیکار ہوئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں' اگر تم راضی ہو تو وہی فیصلہ ہو گا ورنہ تم ایک دوسرے کو روکے رکھو حتی کہ تم سب اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جاؤ اور آپ ﷺ تمہارے درمیان فیصلہ فرمائیں اور پھر سب لوگ آپ کے فیصلہ پر راضی ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: ان قبائل سے جنہوں نے یہ گڑھا کھودا ہے ایک چوتھائی دیت' ایک تہائی خون بہا' آدھی دیت اور مکمل خون بہا وصول کرو۔

پہلے آدمی کے لیے ایک چوتھائی دیت ہو گی کیونکہ اس نے اپنے سے اوپر والے کو ہلاک کیا اور جو اس کے ساتھ دوسرا آدمی تھا اس کے لیے ایک تہائی دیت ہو گی کیونکہ اس نے اپنے سے اوپر والے کو ہلاک کیا اور تیسرے آدمی کے لیے آدھی دیت ہو گی کیونکہ اس نے اپنے سے اوپر والے کو ہلاک کیا اور چوتھے آدمی کے لیے پوری دیت ہو گی۔ چنانچہ لوگوں نے اس فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور وہ رسول اللہ ﷺ

کے پاس آئے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو آپ کے سامنے بیان کیا تو آپ نے اسی فیصلہ کو جائز قرار دیا۔ اور آپ نے فرمایا: تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے ہم اہل بیت میں دانائی کو رکھا ہے۔ (امیر المومنین علی بن ابی طالب، ص:۶۸)

واقعہ 47:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (جبکہ آپ کم عمر تھے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام کی حالت میں پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کھڑی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں نماز پڑھ رہے تھے تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تعجب اور گھبراہٹ کے ساتھ کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھکھلاتے چہرے کے ساتھ یہ کہتے ہوئے متوجہ ہوئے: یہ اس اللہ کا دین ہے جو اس نے اپنے لیے چن لیا اور اس دین کے ساتھ اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور میں تمہیں اس اکیلے اللہ کی طرف بلاتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہوں اور آپ سے کہتا ہوں کہ آپ لات وعزیٰ کی پرستش کو ترک کر دیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بات آج سے قبل میں نے کبھی نہیں سنی اور میں اس معاملے کا فیصلہ نہیں کروں گا جب تک کہ میں اس کے متعلق ابوطالب یعنی اپنے والد سے بات کرلوں۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی کہ آپ اپنا بھید انہیں بیان کریں اس سے پہلے کہ آپ اپنے دین کا اعلان فرمائیں۔ آپ نے انہیں فرمایا: اے علی! اگر تم اسلام نہیں لاؤ گے تو اس کو پوشیدہ رکھنا۔

چنانچہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ناگوار معلوم ہوئی اپنے چچا زاد بھائی جو صادق اور امین ہیں ان کی باتیں آپ کے ذہن میں گردش کرتی رہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ

نے آپ کے دل میں ایمان کی محبت ڈال دیا اور صبح کے وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ تیزی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے مجھ پر کیا پیش کیا تھا؟ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور تم لات اور عزیٰ کے ساتھ کفر کرو اور تمام شریکوں سے برأت کا اظہار کرو۔ (یہ سن کر) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے اور آپ ابوطالب سے ڈر کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے سے رکے رہے یہاں تک کہ آپ نے اپنے اسلام لانے کا اعلان فرما دیا۔

(البداية والنهاية :۳/ ۲۴)

واقعہ 48:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کمالات

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنی چادر اپنے پاؤں پر لٹکائے بیٹھے تھے اور لوگ آپ کے گرد بیٹھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور آل بیت کا تذکرہ کر رہے تھے تو سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین کمالات ایسے ہیں جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے فرمائے تھے کہ اگر ان میں سے مجھے ایک کمال بھی مل جائے تو وہ میرے نزدیک سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوگا۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی غزوہ کے موقع پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ میرے نزدیک ایسا ہو جیسے سیدنا ہارون علیہ السلام کا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا مگر میرے بعد نبوت نہیں ہے؟ اور آپ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے خیبر کے دن فرمایا: میں پرچم ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ چنانچہ اس خواہش کے لیے گردنیں دراز ہونے لگیں اور لوگ گردنیں لمبی کر کے دیکھنے لگے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیدنا

علی رضی اللہ عنہ کو میرے پاس لاؤ (جب وہ آپ کے پاس آئے) آپ نے ان کو پرچم دیا۔
اور جب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اترا:

﴿اِنَّمَا یُرِیْدُاللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ﴾

[سورۃ احزاب:۳۳]

''اہل بیت تم سے اللہ تعالیٰ پلیدگی دور کرنے کا ارادہ فرماتا ہے''۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا' سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کو بلایا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ (صحیح مسلم:۱۸۷۱/۴۔ جامع ترمذی:۳۰۱/۵)

واقعہ 49:

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مکہ فتح ہونے کے بعد مکہ سے ابھی اپنے گھوڑے کی گردن موڑتے ہوئے نہیں نکلے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ سیدنا حمزہ کی بیٹی ان کی طرف دوڑتی ہوئی آ رہی ہے اور اپنے کپڑوں کے دامن میں الجھ کر گر رہی ہے اور وہ کہہ رہی ہے: اے چچا' اے چچا! چنانچہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس کو پکڑ لیا اور سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اپنے چچا کی بیٹی کو سنبھالو' چنانچہ آپ نے اس کو اٹھا لیا اور اس کے متعلق علی بن ابی طالب' جعفر اور زید رضی اللہ عنہم نے جھگڑا کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس کا زیادہ حق رکھتا ہوں کیونکہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس کا زیادہ حق دار ہوں کیونکہ یہ میری چچا زاد بہن ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس لڑکی کا زیادہ حق رکھتا ہوں کیونکہ یہ میری بھتیجی ہے (کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارث اور حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے مابین اخوت کا رشتہ قائم کیا تھا)۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کا فیصلہ اس کی خالہ کے حق میں کیا اور

فرمایا: خالہ بھی ماں کے درجہ میں ہی ہے' پھر نبی کریم ﷺ نے ان سب کی طرف متبسمانہ انداز میں دیکھا پھر آپ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تم میری صورت اور میری سیرت سے ملتے جلتے ہو۔ اور نبی ﷺ نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے زید! تم ہمارے بھائی اور ہمارے دوست ہو۔ (مسند احمد بن حنبل:۱/ ۹۸-۱۱۵۔ سنن ابی داؤد:۲/ ۷۱۰)

واقعہ 50:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجتے ہیں

امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ان کی بیٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے لیے پیام نکاح بھیجا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تو اپنی بیٹیاں سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد کے لیے روکی ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے علی! آپ اس کا نکاح مجھ سے کر دیں' اللہ کی قسم! میری مثل کرۂ ارض پر کوئی نہیں ہے جو آپ کی بیٹی سے اچھا سلوک کرے۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مسرت کے ساتھ فرمایا: مجھے قبول ہے۔ چنانچہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان مہاجرین تک خبر پہنچانے کے لیے متوجہ ہوئے جو کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر اور آپ کے منبر کے درمیان بیٹھے تھے اور ان سے ذکر کی بھنبھناہٹ اٹھ رہی تھی جیسا کہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہو اور آپ نے انہیں فرمایا: میری شادی کر دو۔ انہوں نے بیک زبان کہا: اے امیر المومنین! کس کے ساتھ؟ آپ نے کھلکھلاتے بشاش چہرے کے ساتھ فرمایا: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ اللہ کی قسم! میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ ''روز قیامت تمام حسب ونسب کاٹ دیئے جائیں گے سوائے میرے حسب و نسب کے''۔ اور میں نے آپ کی صحبت اختیار کی ہے تو میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے لیے بھی آپ کے ساتھ کوئی نسب ہو۔ (کنز العمال :۱۳/ ۶۲۴)

واقعہ 51:

جس کا میں دوست ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے دوست ہیں

جس وقت نبی کریم ﷺ حجۃ الوداع سے واپس پلٹے اور غدیرِ خم نامی مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام پر ٹھہرے تو آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ درخت کے نیچے جھاڑو دیں اور نبی کریم ﷺ بیٹھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا: میں تم میں دو بوجھل چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں: اللہ کی کتاب اور میرا خاندان میرے اہل بیت' تاکہ دیکھا جائے کہ تم ان دونوں کے ساتھ میرے بعد کیا کرتے ہو؟ کیونکہ یہ دونوں چیزیں ہرگز الگ نہیں ہوں گی' یہاں تک کہ دونوں حوض پر وارد ہوں گی۔

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ میرا دوست ہے اور میں ہر ایمان دار کا دوست ہوں' پھر آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر فرمایا: جس کا میں ولی اور دوست ہوں' علی بھی اس کا دوست اور ولی ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو دعا کے لیے اٹھایا اور فرمایا: اے اللہ! تو اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور تو اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھے۔

(مسند احمد:۴/ ۳۷۰۔ مستدرك حاكم:۳/ ۱۰۹)

واقعہ 52:

سات امیر

امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس اصبہان سے بہت سا مال آیا تو آپ نے اسے سات حصوں میں بانٹ دیا اور آپ نے اس مال میں ایک روٹی پائی تو آپ نے اس کو بھی سات ٹکڑوں میں توڑا اور اس روٹی کے ہر ٹکڑے کو ایک ایک حصے پر رکھ دیا جو سات حصے تھے' پھر سات امیروں کو بلایا اور ان کے درمیان قرعہ ڈالا تاکہ آپ دیکھیں کہ ان میں سے پہلے کس کو دیا جائے' اور کس کو اس کے بعد۔ یہاں

تک کہ ہر امیر نے اپنا حصہ لے لیا۔ (الاستیعاب لمعرفۃ الاصحاب:۴۹/۳)

واقعہ 53:

سمجھ دار خلفاء

کثیر تعداد میں وفود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جو آپ سے علم اور تقویٰ حاصل کرنا چاہتے تھے' ان میں پیش پیش ایک بارعب آدمی تھا جس نے اپنے سر پر سفید عمامہ باندھا ہوا تھا' اس نے کہا: اے امیر المومنین! ہم نے آپ کو سنا کہ آپ خطبہ میں فرما رہے تھے: اے اللہ! ہماری بھی اسی طرح اصلاح فرما جس طرح تو نے خلفائے راشدین کی اصلاح فرمائی تھی۔ وہ کون ہیں؟ چنانچہ آپ زاروقطار رونے لگے' آپ نے فرمایا: وہ میرے دوست ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں جو ہدایت کے پیشوا اور اسلام کے بزرگ ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان دونوں ہی کی اقتدا کی جاتی رہی' جس شخص نے بھی ان دونوں کی پیروی کی وہ محفوظ رہا اور جو شخص ان دونوں کے نقش قدم پر چلا اس کی سیدھی راہ کی جانب راہنمائی کردی گئی اور جس شخص نے ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھا تو وہی اللہ کی جماعت میں سے ہے۔ (تاریخ الخلفاء' ص : ۲۸۵)

واقعہ 54:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مشورہ

جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جہاد کے ارادے سے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر نکلے تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان کے گھوڑے کی لگام تھام لی اور فرمانے لگے: اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کہاں جا رہے ہیں؟ میں آپ کو بھی وہی کہوں گا جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے دن کہا تھا: اپنی تلوار میان میں ڈال لو' اپنی جان کے ساتھ ہمیں تکلیف نہ دو اور مدینہ کی جانب واپس پلٹ جاؤ' چنانچہ اللہ کی قسم! اگر آپ کے سبب ہمیں دکھ پہنچا تو پھر اسلام کا نظام کبھی بھی قائم نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں' اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا اور میں اپنی جان کے

ساتھ تمہاری غمخواری نہیں کروں گا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ذی الحسۃ اور ذی القصۃ کی جانب نکلے اور منافقین سے لڑائی کی یہاں تک کہ ان پر غلبہ پالیا' پھر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے سبب مدینہ منورہ میں ہی ٹھہرے رہے۔ (تاریخ الخلفاء' ص:۶۵)

واقعہ 55:

بیچنے والا اور لونڈی

ایک روز ابومطر نامی آدمی نماز کے بعد مسجد سے نکلا تو اچانک اس نے پیچھے سے ایک آواز سنی' کوئی کہہ رہا تھا: اپنے تہبند کو اوپر اٹھاؤ کیونکہ یہ چیز تیرے پروردگار سے زیادہ خوف رکھنے والی ہے اور تیرے کپڑوں کو زیادہ صاف رکھنے والی ہے اور اگر تم مسلمان ہو تو اپنے سر کو بھی منڈواؤ۔ چنانچہ س نے دیکھا تو وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے ہاتھ میں درہ بھی تھا پھر آپ چلتے رہے یہاں تک کہ آپ اونٹوں کے بازار میں داخل ہوئے اور فرمایا: خرید وفروخت کرو اور قسم نہ کھاؤ کیونکہ قسم مال تو بیچ دیتی ہے لیکن برکت مٹا دیتی ہے' پھر آپ ایک کھجوروں والے کے پاس آئے تو وہاں ایک لونڈی رو رہی تھی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ وہ روتے ہوئے فریاد کرنے لگی: میں نے اس شخص سے ایک درہم کے عوض کھجوریں خریدیں تو میرے مالک نے ان کو لینے سے انکار کر دیا کہ وہ یہ لے اور اس نے مجھ سے کہا کہ ان کو واپس کر کے درہم واپس لے آؤ' اب یہ دوکاندار مجھے درہم واپس نہیں دے رہا کہ میں یہ بیچنے والے کو واپس کروں اور میں اس سے درہم لے لوں اور اس بیچنے والے نے انکار کر دیا کہ وہ مجھے درہم دے۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کھجوروں والے سے فرمایا: اپنی کھجوریں رکھ لو اور اس کو درہم دے دو' یہ اپنے معاملے میں مغلوب و عاجز ہے۔ اس بیچنے والے نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور تکبر اور نخوت کے ساتھ کہنے لگا تو ابومطر نے بیچنے والے سے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے یہ کون ہے جس نے تیرے ساتھ بات کی ہے؟ بیچنے

والے نے غصہ کے ساتھ کہا: نہیں، یہ کون ہیں؟ ابومطر نے کہا: یہ امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں تو بیچنے والا پل تھرتھر کانپنے لگا اور اس نے لونڈی سے کھجوریں لے لیں اور اس کو درہم دے دیا، پھر کہا: اے امیر المومنین! مجھے یہ محبوب ہے کہ آپ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم سے راضی نہیں ہوسکتا مگر یہ کہ تو ان کو ان کا حق پورا پورا دے دے۔ (منتخب کنز العمال:۵/ ۵۷)

واقعہ 56:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سبقت لے گئے

ایک شخص امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس متقین اور اللہ و رسول ﷺ سے محبت کرنے والوں کی سی ہیئت وشکل بنائے ہوئے آیا اور کہنے لگا جبکہ اس کی آنکھوں میں بدباطنی اور برائی چمک رہی تھی: اے امیر المومنین! مہاجرین وانصار کو کیا ہوا ہے کہ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم رکھتے ہیں حالانکہ آپ ان سے منقبت کے لحاظ سے افضل ہیں اور اسلام لانے میں ان سے مقدم ہیں آپ کو تو اتنی فضیلتیں حاصل ہیں؟

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھانپ گئے کہ اس شخص کا اس سے قبیح گفتگو کا کیا مقصد ہے، چنانچہ آپ نے اس سے فرمایا: اگر تو تم قریشی ہو تو میرا خیال ہے کہ تم قبیلہ عائذہ سے ہو۔ اس شخص نے یہ کہتے ہوئے اپنے سر کو ہلایا: جی ہاں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیرا ستیاناس ہو! اگر ایک مومن اللہ سے پناہ طلب کرنے والا نہ ہوتا تو میں ضرور بہ ضرور تجھے قتل کر ڈالتا، بلاشبہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ چار باتوں میں مجھ سے آگے بڑھ گئے: ایک تو آپ امامت میں مجھ سے بڑھ گئے دوسرا ہجرت میں تیسرا غار میں اور چوتھا سلام کو پھیلانے میں مجھ سے سبقت لے گئے۔ تو تباہ و برباد ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تمام لوگوں کو مذمت فرمائی اور سیدنا ابوبکر صدیق کی تعریف کی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ﴾ [سورة التوبة : ٤٠]

(منتخب کنز العمال: ۴/ ۳۵۵-۳۴۷)

واقعہ 57:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھلائی کے ساتھ ہی یاد کرو

ایک شخص مسجد نبوی ﷺ میں امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھا تھا اور واہی تباہی بکنے لگا یہاں تک کہ وہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف بھی زبان درازی کرنے لگا تو اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ غضب ناک ہو گئے اور غصہ کے ساتھ اس شخص کو فرمایا: کیا تم اس قبر والے کو پہچانتے ہو؟ وہ شخص یہ کہتے ہوئے ہنس دیا: ہاں کیوں نہیں' بلاشبہ یہ نبی کریم ﷺ ہیں' یعنی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔

چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور علی رضی اللہ عنہ جس کا تم تذکرہ کر رہے ہو وہ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب اللہ کے رسول ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں لہٰذا تم ان کا صرف بھلائی کے ساتھ تذکرہ کرو کیونکہ اگر تم نے انہیں اذیت دی تو تم نے اس قبر والے کو تکلیف پہنچائی۔ (کنز العمال:۵/ ۴۶)

واقعہ 58:

حاکمیت تو اللہ ہی کی ہے

متواضعین کی سی عاجزی اور وقار کے ساتھ جعدہ بن ہبیرہ امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے اور کہنے لگے: اے امیر المومنین! اگر آپ کے پاس دو شخص آئیں' ان دونوں میں سے ایک شخص کو اپنی جان' اپنے گھر والوں اور اپنے مال سے بھی بڑھ کر آپ محبوب ہو اور دوسرا ایسا کہ اگر وہ اس بات کی استطاعت رکھے کہ آپ کو ذبح کر دے تو وہ ضرور آپ کو ذبح کر ڈالے تو کیا آپ اس کے حق میں فیصلہ کریں گے' جو آپ کو ناپسند کرتا ہے یا اس کے خلاف جو کہ آپ سے محبت رکھتا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ یہ چیز اگر میرے لیے ہو تو میں ایسا ہی کروں گا لیکن حکم تو صرف اللہ کے لیے ہے۔

(کنز العمال:۵/ ۴۷)

واقعہ 59:

عرب خاتون اور اس کی لونڈی

ایک عرب خاتون اور اس کی لونڈی امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں تو آپ نے ہر ایک کو (مساوی) اناج کا اور چالیس درہم دیئے تو لونڈی نے اپنا حصہ لے لیا اور خوش ہوتے ہوئے جہاں سے آئی تھی واپس پلٹ گئی' عرب خاتون واپس نہ پلٹی اور اظہار نفرت کرتے ہوئے کہنے لگی: اے امیر المومنین! آپ نے مجھے بھی اسی کے مثل دیا حالانکہ میں عرب خاتون ہوں اور وہ لونڈی ہے؟

چنانچہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: میں نے اللہ عزوجل کی کتاب میں غور کیا تو میں نے اس میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے لیے سیدنا اسحاق علیہ السلام کی اولاد پر کوئی فضیلت نہیں دیکھی۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۴۸/۶-۳۴۹)

واقعہ 60:

اللہ بطور نگہبان کافی ہے

ایک بوسیدہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے کہ دو آدمی آپس میں جھگڑتے ہوئے آئے تو آپ سے ایک شخص نے کہا: اے امام! یہ دیوار عنقریب آپ رضی اللہ عنہ پر آ گرے گی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایمان اور یقین کے ساتھ فرمایا: اللہ بطور محافظ کافی ہے۔

جس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیا تو آپ واپس جانے کے لیے اس جگہ سے کھڑے ہوئے تو وہ دیوار گر پڑی۔ (تاریخ الخلفاء' ص: ۲۸۴)

واقعہ 61:

چوری کرنے والا غلام

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کا ایک چاہنے والا سیاہ رنگ کا غلام بیڑیوں میں

جکڑا ہوا کھڑا تھا کیونکہ اس نے چوری کی تھی۔ سیدنا علی ؓ نے اس سے پوچھا اور کہا: کیا تم نے چوری کی ہے؟ اس غلام نے افسوس کے ساتھ اپنے سر کو ہلایا اور وہ یہ کہتے ہوئے تتلایا: اے امیر المومنین! جی ہاں میں نے چوری کی ہے۔ چنانچہ آپ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا اور جب وہ غلام (سزا بھگت کر) واپس ہوا تو اس کی ملاقات سیدنا سلمان فارسی اور ابن الکواء سے ہوئی۔ تو ابن الکواء نے بطور مذاق کہا: کس شخص نے تیرا ہاتھ کاٹا ہے؟ غلام کہنے لگا: امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب ؓ نے۔ ابن الکواء نے بطور طنز کے کہا: آپ نے تیرا ہاتھ کاٹ دیا اور اب بھی تم ان سے محبت کرتے ہو اور ان کی مدح بیان کرتے ہو۔ اس غلام نے وثوق کے ساتھ کہا: میں ان سے محبت کیوں نہ کروں اور میں ان کی مدح کیوں نہ بیان کروں کیونکہ انہوں نے میرا ہاتھ حق کے ساتھ کاٹا ہے اور مجھے آگ سے رہائی دلائی ہے۔ (معجم کرامات الصحابة ، ص ۹۲)

واقعہ 62:

ایک آدمی جس کی نظر چلی گئی

سیدنا علی ؓ بیٹھے رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں بیان کر رہے تھے تو آپ نے ایک حدیث بیان کی تو آپ کو ایک آدمی نے کہا: آپ نے جھوٹ کہا ہے ہم نے یہ بات نہیں سنی۔ سیدنا علی ؓ نے فرمایا: میں تمہارے خلاف بد دعا کرتا ہوں اگر تم جھوٹے ہو؟ اس آدمی نے تکبر کے ساتھ کہا: آپ دعا کیجئے۔ چنانچہ آپ نے اس کے خلاف بد دعا کی تو وہ آدمی اپنی جگہ سے ابھی اٹھنے نہ پایا تھا کہ اس کی بینائی چلی گئی۔

(تاریخ الخلفاء ' ص : ۲۸۵)

واقعہ 63:

جھوٹی گواہی دینے والا

سیدنا علی ؓ کے سامنے ایک شخص کھڑا تھا اور اس کے ساتھ دو گواہی دینے والے تھے جو یہ کہہ رہے تھے کہ اس شخص نے چوری کی ہے جبکہ وہ شخص اس بات کا انکار

کر رہا تھا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں گواہی دینے والوں کی جانب دیکھا اور آپ کو وہ دونوں جھوٹے یا چور یا جھوٹی گواہی دینے والے دکھائی دیئے۔

چنانچہ آپ نے دھمکی دیتے ہوئے سخت آواز میں فرمایا: کوئی بھی گواہی دینے والا میرے پاس نہ آئے' مجھے معلوم ہے کہ یہ جھوٹی گواہی دینے والے ہیں اور میں اس کے ساتھ فلاں اور فلاں سلوک کروں گا اور آپ نے ان دونوں اشخاص کے سامنے طرح طرح کی سزاؤں کا ذکر کیا' پھر آپ نے ان دونوں کو واپس چلے جانے کا حکم صادر فرمایا: ایک مدت کے بعد آپ نے ان دونوں کو طلب کیا تو وہ دونوں نہ ملے تو آپ نے اس چور شخص کو چھوڑ دیا۔(تاریخ الخلفاء 'ص:۲۸۶)

واقعہ 64:

آپ نے مسندِ خلافت کو آراستہ کر دیا

جس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں داخل ہوئے تو آپ کے پاس عرب کے حکیموں میں سے ایک حکیم و دانا شخص آیا اور کہنے لگا: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! اللہ کی قسم! آپ نے مسندِ خلافت کو مزین کر دیا ہے اور اس نے آپ کو آراستہ نہیں کیا اور آپ نے اس کو بلند فرمایا جبکہ اس نے آپ کو بلند نہیں کیا آپ رضی اللہ عنہ اس کے محتاج نہیں بلکہ یہ آپ کی محتاج ہے۔(تاریخ الخلفاء ' ص : ۲۸۷)

واقعہ 65:

کھردرا کپڑا

جھلسا دینے والے دن گرمی اپنی آگ ریت پر گرا رہی تھی' سیدنا علی رضی اللہ عنہ موٹے' کھردرا اور پیوند زدہ کپڑے پہن کر اپنے ساتھیوں کی طرف نکلے تو آپ کو آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شفقت کے ساتھ فرمایا: اے امیر المومنین! آپ نے اپنے لیے اس سے زیادہ نرم کپڑا کیوں نہیں پہن لیا؟ آپ نے فرمایا: یہ کپڑا مجھ سے گھمنڈ کو دور کرتا ہے اور یہ میری نماز میں خشوع وخضوع کے سلسلہ میں میری مدد کرتا

ہے اور یہ لوگوں کے لیے اچھا اسوہ ہے' تا کہ لوگ اسراف اور تبذیر سے اجتناب کریں' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾[سورة القصص:۸۳]

(خلفاء الرسول ص:۴۸۲-۴۸۳)

''یہ آخرت کی زندگی ہم انہی لوگوں کے لیے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ (اپنی) رفعت چاہتے ہیں اور نہ فساد اور اچھا انجام نیک لوگوں کے لیے ہے۔''

واقعہ 66:

دعوت دینے والے نہ کہ لڑائی کرنے والے

مکہ فتح کرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا سالار بنا کر مکہ کے گرد ونواح کے قبائل کی جانب بھیجا تا کہ وہ انہیں اللہ کی طرف بلائیں۔ بنوخزیمہ بن عامر قبیلے کے قریب کسی شخص نے کوئی حماقت کر دی تو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بسرعت اس کی طرف لپکے' اور اس کو تلوار سے مار دیا۔ جب یہ خبر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ سخت ناراض ہوئے اللہ عزوجل کے سامنے جو سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اس فعل سے اظہار برات گیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلایا یہ کہ وہ سلامتی کے پیام بر ہوں اور قتال ولڑائی کی طرف دعوت دینے والے نہ ہوں۔ اور آپ نے انہیں فرمایا: اے علی! اس قوم کی طرف جاؤ اور ان کے معاملے کو دیکھو اور جاہلیت کے معاملے کو اپنے قدموں کے نیچے کچل دو۔

(خلفاء الرسول' ص:۵۱۱-۵۱۲)

واقعہ 67:

آپ مجھے تقدیر کے متعلق خبر دیجیے!

ایک کمزور جسم والا آدمی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس کے جسم پر موٹا

لباس تھا' تو وہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور اس نے دھیمی آواز کے ساتھ کہا: اے امام! مجھے تقدیر کے متعلق بتلائیے؟ چنانچہ آپ نے فرمایا: ایک اندھیری راہ ہے جس پر تم چل نہ سکو گے۔ اس آدمی نے کہا: مجھے تقدیر کے متعلق خبر دیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک گہرا سمندر جس میں تم داخل نہیں ہو سکتے۔ اس آدمی نے کہا: مجھے تقدیر کے متعلق خبر دیجیے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کا بھید ہے جو تجھ پر مخفی ہے۔ چنانچہ تم اس کو افشاء نہ کرو' پھر اس آدمی نے اصرار کے ساتھ کہا: مجھے تقدیر کی بابت بتلائیے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ کہتے ہوئے اس آدمی سے سوال کیا: اے سائل! تو یہ بتا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی مشیت اور ارادے سے پیدا کیا یا تیری مرضی کے مطابق اس آدمی نے جواب دیا: کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مشیت اور ارادے سے پیدا فرمایا بلکہ اس کے مطابق جیسا اس نے خود چاہا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو پھر وہ جس کے لیے چاہے تجھے استعمال کرے۔ (تاریخ الخلفاء' ص: ۲۸۹)

واقعہ 68:

ہمارے لیے ایک معبود بنا دیں

ایک یہودی شخص مکروبدباطنی کے ساتھ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قریب آیا اور ازراہِ طنز کے کہنے لگا: کہ تم کیسے ہو کہ ابھی تم نے اپنے نبی کو دفنایا نہیں کہ تم باہم تنازعہ کرنے لگے۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس کے ارادے کو بھانپ گئے۔ آپ نے اس سے فرمایا: ہم نے تو صرف ان کی جانشینی کے متعلق اختلاف کیا نہ کہ آپ کے متعلق' لیکن تمہارا حال یہ ہے کہ تمہارے پاؤں دریا عبور کرنے کے بعد ابھی خشک نہیں ہوئے تھے کہ تم اپنے نبی سے کہنے لگے:

﴿ اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ﴾ [سورۃ الاعراف: ۱۳۸]

''ہمارے لیے ایک معبود بنا دیں' جس طرح کہ ان کے لیے معبود ہے''۔

(ربیع الابرار: ۱/ ۳۷۵)

واقعہ 69:

میری طرف سے چار باتیں حفظ کرلو

جس وقت ابن ملجم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا اور آپ زخمی ہو کر موت کے بستر پر لیٹ گئے' آپ کے پاس آپ کے بیٹے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے۔ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: اے میرے بیٹے! میری طرف سے چار اور چار باتیں حفظ کر لو (یعنی آٹھ) سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے ابا جان! وہ کونسی باتیں ہیں؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سب سے بڑی دولت عقل کی دولت ہے' سب سے بڑا فقر نادانی ہے' اور سب سے زیادہ وحشت زدہ کرنے والی خود پسندی اور گھمنڈ ہے اور سب سے زیادہ قابل عزت بنانے والا اچھا اخلاق ہے۔ چنانچہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دوسری مزید چار باتیں کیا ہیں؟ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نادان کی ہم نشینی سے اجتناب کرو کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ تجھے فائدہ پہنچائے' لیکن وہ تجھے نقصان پہنچا دیتا ہے اور تم دروغ گوئی کی توثیق کرنے سے مجتنب رہو کیونکہ وہ تجھ سے دور کو قریب اور قریب و نزدیک کو تجھ سے دور و بعید کر دے گا اور تم بخیل شخص کی دوستی سے دور رہو کیونکہ وہ تیرا حاجت مند ہے نہ کہ تو اسکا اور فاسق و فاجر شخص کی مصاحبت سے گریزاں رہو کیونکہ وہ حاجت و ضرورت کے سبب تمہیں فروخت کر دے گا۔

(تاریخ الخلفاء' ص :۲۹۲)

واقعہ 70:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت کو واپس کر دیتے ہیں

جس وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو آپ نے تین دن تک اپنے گھر کا دروازہ بند رکھا اور پھر ہر روز لوگوں کے لیے باہر نکلتے اور منبر رسول ﷺ پر آ کر لوگوں سے فرماتے: اے لوگو! میں اپنے حق میں تمہاری بیعت سے بری الذمہ ہوتا ہوں اور تم سب جس کو تم پسند کرو اس کی بیعت کرلو۔

چنانچہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے آپ کی جانب کھڑے ہوتے ہیں: نہیں، اللہ کی قسم! نہ ہم آپ کی بیعت فسخ کرتے ہیں اور نہ ہم آپ سے سبکدوشی (یعنی مستعفی ہونا) چاہتے ہیں، کون شخص آپ کو پیچھے کر سکتا ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آگے کیا۔ (کنز العمال : ۵/ ۶۵۴-۶۵۶)

واقعہ 71:

ایک بد باطن یہودی

ایک یہودی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے خباثت کے ساتھ سوال کیا: اے امام! ہمارا پروردگار کب سے ہے؟ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی رنگت بدل گئی، آپ کے دونوں گال سرخ ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس شخص کے کندھے پر رکھا اور اس کو جھنجھوڑا اور فرمایا: جب کچھ نہیں تھا تو وہ تھا بلکہ وہ اس وقت بھی تھا کہ کوئی نہیں تھا اور وہ بغیر کیفیت کے تھا اور اس سے پہلے بھی کچھ نہیں تھا اور نہ اس کی انتہاء ہے، تمام غایات اس کے مقابل کٹ چکی ہیں اور وہ ہر انتہاء کی اخیر ہے۔ چنانچہ اس شخص نے عاجزی کے ساتھ اپنے سر کو نیچا کر لیا اور کہنے لگا: اے ابوالحسن رضی اللہ عنہ! آپ نے سچ کہا ہے، اے ابوالحسن! آپ نے درست فرمایا۔ پھر اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس نے کہا: میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے اور یقیناً سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چنانچہ وہ مسلمان ہو کر لوٹ گیا۔ (تاریخ الخلفاء، ص: ۲۹۲)

واقعہ 72:

پھٹی پرانی چادر

سخت سردی کی وجہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیٹھے لرز رہے تھے اور آپ کے اوپر ایک پھٹی پرانی چادر تھی تو ایک شخص نے کہا: اے امیر المومنین! بلاشبہ اللہ نے آپ کے لیے اور آپ کے گھر والوں کے لیے اس مال سے ایک حصہ رکھا ہے اور آپ اپنے نفس کے

ساتھ یہ کر رہے ہیں، کیا آپ اپنے کندھوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ سردی کی وجہ سے کپکپارہے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہارے مالوں میں سے کچھ بھی نہیں لوں گا اور یہ پھٹی پرانی چادر جو میں نے اوڑھی ہوئی ہے یہ وہی چادر ہے جیسے میں پہن کر مدینہ سے نکلا تھا۔ (حلیة الاولیاء : ۱/ ۸۲)

واقعہ 73:

اے امیر المومنین! آپ نے سچ کہا

ستم رسیدہ عورت چیختی ہوئی آئی، اس کے آنسو اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے کہنے لگی: میرا بھائی چھ سو درہم چھوڑ کر مر گیا اور اس کی میراث سے میرے لیے صرف ایک دینار بچا تو کیا یہ مناسب ہے؟ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شادمانی اور فرحت کے عالم میں فرمایا: ہوسکتا ہے کہ اس نے پسماندگان میں اپنی ماں، ایک بیوی، دو بیٹیاں، بارہ بھائی اور تجھے چھوڑا ہو۔ وہ عورت بڑی مبہوت و متحیر ہوئی اس نے کہا: اے امیر المومنین! آپ نے سچ کہا ہے۔ چنانچہ ماں کے لیے چھٹا حصہ یعنی سو درہم، بیوی کے لیے آٹھواں حصہ یعنی پچھتر درہم، دو بیٹیوں کے لیے دو دو تہائی یعنی چار سو درہم اور جو باقی پچیس درہم بچ گئے چنانچہ بھائیوں نے چوبیس درہم لے لیے اس طرح اس عورت کے لیے ایک درہم ہی باقی بچتا ہے۔

(عظمة الامام علی، ص : ۱۱۵)

واقعہ 74:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی تلوار بیچ ڈالتے ہیں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ مدینہ کے بازار میں گھوم رہے تھے، آپ اپنی تلوار فروخت کرنا چاہتے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے نحیف و ناتواں آواز کے ساتھ فرمایا: یہ تلوار مجھ سے کون شخص خریدے گا پس اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا، میں نے کئی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس تلوار کے ذریعے تکالیف کو دور کیا اگر میرے پاس تہبند کی قیمت بھی

ہوتی تو میں اسے فروخت نہ کرتا۔ (حلیۃ الاولیاء :۱/ ۸۳)
واقعہ 75:

پارسا لوگوں کا قہر

جنگ جمل ختم ہوگئی اور اس کی آگ ٹھنڈی ہوگئی تو امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے سواری اور ہر قسم کا زاد راہ اور سازو سامان تیار فرمایا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان لوگوں کو بھی واپس کر دیا جو ان کے ساتھ آئے تھے اور بچ گئے تھے۔ مگر جس نے وہیں ٹھہرنا پسند کیا وہ وہیں رہا۔ آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اہل بصرہ کی عورتوں میں سے حسب ونسب کے لحاظ سے مشہور و معروف چالیس عورتوں کا انتخاب فرمایا۔

چنانچہ جب روانگی کا وقت آیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ آپ کے ساتھ مختلف قسم کے مسلمان تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں کی طرف نکلیں اور انہیں الوداع کرنے لگیں۔ چنانچہ آپ نے نہایت پریشان اور افسوسناک آواز کے ساتھ فرمایا: اے میرے بچو! ہم نے ایک دوسرے پر غفلت اور کوتاہی سے عتاب کیا پس اب تم میں سے کوئی ایک بھی کسی ایک پر زیادتی نہ کرے خواہ وہ کسی بات سے بھی آگاہ ہو کیونکہ اللہ کی قسم! میرے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مابین تو صرف ساس اور اس کے داماد کے درمیان جو ہوتا ہے وہی تھا اگرچہ میں نے ان پر عتاب کیا ہے۔ مگر یہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) میری نظر میں پارسا اور متقی ہیں۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ کی قسم' انہوں نے سچ فرمایا اور نیکی و بھلائی کی چونکہ میرے اور ان کے درمیان صرف اس کے علاوہ کوئی اور جھگڑا نہیں' کیونکہ یہ تمہارے نبی کریم ﷺ کی دنیا اور آخرت میں بیوی ہیں۔ (تاریخ الطبری:۴/ ۵۴۵)
واقعہ 76:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ولید کو قتل کرتے ہیں

غزوہ بدر میں عتبہ بن ربیعہ نے گھمنڈ کا اظہار کیا اور اپنے بھائی شیبہ اور اپنے

بیٹے ولید کے ساتھ تکبر اور حماقت کے ساتھ مقابلہ میں آیا اور اپنی فصیح آواز سے پکارنے لگا: کیا کوئی مقابلہ کرنے والا شخص ہے؟ تو اس کی جانب انصار کے تین اشخاص نکلے۔ مشرکین نے کہا: تم کون ہو؟ وہ کہنے لگے: انصار کی ایک جماعت۔ انہوں نے کہا: ہمیں تمہاری حاجت وضرورت نہیں ہے' پھر ایک پکارنے والے نے پکارا: اے محمد ﷺ! ہماری قوم میں سے ہمارے ہم پلہ کو ہماری جانب نکالیے' چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عبیدہ بن حارث! اٹھو' اے حمزہ رضی اللہ عنہ! اٹھو اور اے علی رضی اللہ عنہ! کھڑے ہو جاؤ' چنانچہ وہ تینوں ان کی جانب ایسی تلواریں لیے چلے گویا کہ وہ شعلے کی زبانیں ہوں۔ مشرکین نے کہا: تم کون ہو؟ تو انہوں نے اپنی اور اپنے نسب کی پہچان کروائی۔ انہوں نے کہا: ہاں' تم معززین ہمارے ہم پلہ ہو۔

چنانچہ شیبہ بن ربیعہ کے مقابلہ میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نکلے اور انہوں نے ایک ہی وار میں اس کو ڈھیر کر دیا۔ اور ولید بن شیبہ کے مقابلہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نکلے تو آپ ﷺ نے بھی اسے مہلت نہ دی بہادری اور جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کر کے اس کو گرا دیا چنانچہ وہ خون میں لت پت ہو کر واصل جہنم ہوا۔

سیدنا عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ بن ربیعہ دونوں میں واروں کا تبادلہ ہوتا رہا دونوں نے ہی ایک دوسرے کو شدید زخمی کر دیا پھر سیدنا حمزہ وعلی رضی اللہ عنہما نے اپنی تلواروں کے ساتھ عتبہ بن ربیعہ پر حملہ کیا اور اسے اپنی تلواروں کے ساتھ مار گرایا اور اسے قتل کر دیا۔

(سیرۃ ابن ھشام: ۲/ ۲۷۷)

واقعہ 77:

ایسا آدمی جو حق کو مکروہ جانتا ہے

ایک ہلکی داڑھی والا' دھنسی ہوئی آنکھوں والا جس کے چہرے پر حکمت عیاں تھی' امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے قریب میں بیٹھا تھا اور اس کی زبان تسبیح اور ذکر کے باغات میں سیر و سیاحت کر رہی تھی۔ چنانچہ سیدنا

عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے سوال کیا: تم نے کس حال میں صبح کی؟ اس آدمی نے عجیب انداز سے جواب دیا: میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں فتنہ کو محبوب جانتا ہوں اور حق کو مکروہ جانتا ہوں اور میں وضو کیے بغیر نماز پڑھتا ہوں اور میرے لیے زمین پر وہ چیز ہے جو آسمان میں اللہ کے لیے نہیں ہے۔

(یہ سن کر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور غضب کا آتشیں مادہ اللہ کے دین کے انتقام کے لیے بھڑک اٹھا اور آپ اس آدمی کو پکڑ کر اس کو سخت سزا دینے لگے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے ہنس دیئے: اے امیر المومنین! وہ آدمی فتنہ کو محبوب جانتا ہے یعنی وہ مال اور اولاد کو محبوب جانتا ہے اللہ کے اس قول کی وجہ سے کہ:

﴿ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ [سورة الانفال:٢٨]

''تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تو آزمائش ہی ہیں''۔

اور وہ حق کو مکروہ جانتا ہے یعنی وہ اللہ کے اس قول کی وجہ سے موت کو مکروہ جانتا ہے:

﴿ وَجَآئَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ﴾

[سورة ق:١٩]

''اور موت کی سختی و مدہوشی حق کے ساتھ آ گئی' اور یہ ہے وہ چیز کہ تم اسے بھاگتے تھے''۔

اور وہ وضو کے بغیر نماز پڑھتا ہے یعنی وہ نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتا ہے تو آپ پر درود بھیجنے کے لیے وضو لازمی نہیں ہے۔ اور اس کے لیے زمین میں وہ ہے جو اللہ کے لیے آسمان میں نہیں ہے: یعنی اس کے لیے بیوی اور اولاد ہے اور اللہ کے لیے بیوی اور اولاد نہیں ہے وہ تو یکتا ہے' بے پرواہ ہے اس نے نہ کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا اور نہ اس کا کوئی ہم سر ہے۔

امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا چہرہ کھکھلا اٹھا اور ان کے ہونٹوں پر

عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی اور یہ کہتے ہوئے آپ خوشی کے ساتھ جھوم گئے: بُرا مقام وہ مقام ہے جہاں ابوالحسن یعنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نہ ہوں۔

(عظمۃ الامام علی'ص:۱۲۷-۱۲۸)

واقعہ 78:

ابوسفیان عذر بیان کرتے ہیں

قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو عہد کیا تھا اسکی خلاف ورزی کی تو آپ نے مکہ کی طرف نکلنے کے لیے ایک لشکر تیار کیا اور یہ خبر قریش کو جنگل کی آگ کی طرح پہنچی۔۔ چنانچہ قریش نے ابوسفیان کو مدینہ کی طرف بھیجا تا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذر بیان کریں اور آپ سے نیا عہد کریں۔ ابوسفیان مدینہ آیا اور مسلمانوں کے سرکردہ لوگوں سے ملاقات کی اور اپنے عذر اور تجدید معاہدہ کی پیش کش کی تو سب نے اس کو قبول کرنے سے نکار کر دیا۔ ابوسفیان ناکام و نامراد مکہ کی جانب واپس پلٹا اور قریش سے باتیں کرنے لگا اور اس نے کہا: میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو میں نے ان سے کوئی معاونت نہ پائی پھر میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو میں نے ان کو سب سے زیادہ دشمن پایا انھوں نے مجھے کہا: کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تمہارے لیے شفاعت کروں؟ اللہ کی قسم! اگر مجھے ایک تنکا بھی ملے تو میں اسکے ساتھ تم سے لڑوں گا۔ پھر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور میں نے انہیں ساری قوم سے زیادہ نرم پایا۔(خلفاء الرسول' ص : ۵۱۲-۵۱۳)

واقعہ 79:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عذر بیان کرتے ہوئے بطور خطیب منبر پر بیٹھے اور فرمایا: اللہ کی قسم! میں کسی دن اور رات میں کبھی بھی خلافت و امارت کا حریص ہوا اور نہ میں اس کا خواستگار ہوں اور میں نے اللہ سے خلافت نہ خفیہ طور پر مانگی اور نہ اعلانیہ طور

پر، لیکن میں آزمائش سے ڈرتا ہوں اور میرے لیے امارت میں کوئی راحت نہیں ہے، البتہ امارت کا طوق میرے گلے میں ڈال دیا گیا ہے جس کی میں طاقت نہیں رکھتا مگر صرف اللہ کے ڈر اور تقویٰ کے ساتھ اور میں آج بھی پسند کرتا ہوں کہ میری جگہ لوگوں میں سے کوئی طاقتور ہو۔

چنانچہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم تو صرف اس وجہ سے ناراض ہوئے کہ ہمیں مشاورت سے پیچھے رکھا گیا اور ہم سمجھتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد زیادہ حق دار ہیں کیونکہ وہ غار کے ساتھی اور ثانی اثنین (دو میں سے دوسرے) ہیں ہم ان کے شرف اور بزرگی تو پہچانتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔(مستدرك حاكم:۳/ ٦٦۔ سنن الكبرىٰ للبيهقي :۸/ ۱۵۲)

واقعہ 80:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں قرآن اترتا ہے

جس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

﴿ يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

[سورة المجادلة : ۱۲]

''اے ایمان والو! جب تم رسول ﷺ سے سرگوشی کیا کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو یہ تمہارے لیے بہتر اور بہت ستھرا ہے پھر اگر تم کو طاقت نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس آیت پر نہ مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا اور نہ اس کے بعد کوئی عمل کرے گا۔ میرے پاس ایک دینار تھا تو میں نے اس کو دس درہم میں تبدیل کیا، تو جب بھی میں رسول اللہ سے سرگوشی کرتا تو ایک درہم صدقہ کرتا۔ چنانچہ

یہ آیت منسوخ ہوگئی اور اس پر نہ مجھ سے قبل کسی نے عمل کیا اور نہ میرے بعد کوئی اس پر عمل کرے گا۔(تفسیر ابن کثیر:۴/ ۳۲۶)

واقعہ 81:

یہودی اور باغ

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھوک کی حالت میں گھر سے باہر نکلے اور سخت سردی کی وجہ سے آپ کے اعضائے جسم کپکپا رہے تھے تو آپ نے اپنے پاس موجود ایک چمڑے کا ٹکڑا لیا اور اس کو کاٹا' پھر اسے اپنے کپڑے کے نیچے سینے سے لگا لیا تا کہ اس سے گرمی حاصل ہو' پھر فرمایا: اللہ کی قسم! میرے گھر میں کوئی چیز نہیں ہے جسے میں کھاؤں اور اگر رسول اللہ ﷺ کے گھر میں کوئی چیز ہوتی تو وہ ضرور میرے پاس پہنچ جاتی۔

پھر آپ مدینہ کے مضافات کی جانب نکلے' شدت بھوک اور شدت پیاس کی وجہ سے آپ کانپ رہے تھے آپ کو ایک یہودی شخص نے اپنے باغ کی دیوار کے سوراخ سے دیکھا اور کہا: اے اعرابی! تجھے کیا ہوا ہے؟ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے سردی اور بھوک لگی ہے تو یہودی شخص نے کہا: کیا تم میرے لیے پانی بھرو گے' ہر ڈول کے عوض کھجوریں لے لینا؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے یہودی شخص نے باغ کا دروازہ کھولا اور سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے تو جب بھی آپ ایک ڈول بھرتے یہودی آپ کو اتنی کھجوریں دیتا حتی کہ آپ کی ہتھیلی کھجوروں سے بھر گئی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بس مجھے یہی کافی ہیں۔ آپ نے کھجوریں کھائیں اور ان کے بعد تھوڑا سا پانی نوش فرمایا' پھر نبی کریم ﷺ کی جانب چلے گئے اور مسجد نبوی میں آپ ﷺ کے پاس جا بیٹھے اور آپ ﷺ کے ارد گرد آپ ﷺ کے صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم حلقے کی شکل میں تھے۔ چنانچہ سیدہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پیوند زدہ چادر اوڑھے ہوئے آئے' جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا تو ان نعمتوں کو یاد کیا جو ان پر

ہوا کرتی تھیں اور آج آپ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو آپ رو دیئے' پھر آپ نے فرمایا: تم اس وقت کیسے ہو گے جب تم ایک جوڑا صبح کو پہنو گے اور ایک جوڑا شام کو' اور تمہارے گھروں کو بھی ایسے پردوں سے ڈھانپا جائے گا جیسا کہ کعبۃ اللہ کو غلاف سے ڈھانپا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: ہم اس روز خیر و بھلائی سے ہوں گے' ذمے داریوں سے سبکدوش اور ہم عبادت کے لیے فارغ ہوں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں' بلکہ تم اس دور کے مقابلے میں آج بہتر ہو۔

(مجمع الزوائد للهيثمي : ۱۰/ ۳۱۴۔ كنز العمال : ۶/ ۶۱۷)

واقعہ 82:

ایک خاتون اپنے شوہر پر اتہام لگاتی ہے

ایک عورت اہ و بکا کرتی ہوئی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی: بلاشبہ میرے شوہر نے میری لونڈی کے ساتھ بغیر میری اجازت کے حاجت پوری کی ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کے شوہر سے فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ اس شخص نے کہا: میں نے تو اس کی اجازت سے ہی اپنی حاجت پوری کی ہے۔

چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت کی جانب دیکھا اور اسے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: اگر تو سچی ہے تو میں اس کو سنگسار کروں گا اور اگر تم جھوٹی ہو تو میں تمہیں الزام لگانے کی سزا اسی کوڑے لگاؤں گا۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس عورت کو چھوڑ کر نماز کی تیاری کرنے لگے۔ عورت نے غور و فکر کیا تو اسے اپنے خاوند کا سنگسار کیا جانا اس کو کوڑے لگنا تکلیف دہ محسوس ہوا۔ چنانچہ وہ بھاگ گئی۔ جس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نماز مکمل کی تو اس خاتون کو نہ پایا اور آپ نے اس کے متعلق سوال بھی نہیں کیا۔ (امیر المومنین علی بن ابی طالب من المیلاد إلی الاستشهاد' ص :۷۳)

واقعہ 83:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خیرات کرنا

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما منبر کے قریب چادر لپیٹے قرآن مجید کی آیت کو

دو ہرا رہے تھے تو ایک شخص سوال کرتے ہوئے آیا: اے ابن عباس! اللہ تعالیٰ کا یہ قول کس شخص کے متعلق نازل ہوا:

﴿ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً ﴾

[سورة البقرة : ۲۷٤]

''جو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپ کر اور ظاہر کر کے''۔

چنانچہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری کہ آپ کے پاس چار درہم تھے تو آپ نے ایک رات کو خیرات کر دیا اور ایک دن کو اور ایک چھپتے ہوئے اور ایک ظاہراً خیرات کر دیا۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة ' ص :۹۸-۹۹)

واقعہ 84:

مجھے محبوب ہے کہ میں آپ جیسے اعمال لے کر اللہ سے ملوں

سوگوار اور غم زدہ فضا میں امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بدن کو رکھا گیا اور لوگوں نے اپنے کندھوں پر اٹھانے سے پہلے انہیں کفن دیا اور لوگ دعا کر رہے تھے اور ان کا نماز جنازہ پڑھ رہے تھے۔ اس شور وغوغا میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ مجمع کو چیرتے ہوئے آئے اور آپ کی آنکھیں نمناک ہوگئیں' پھر چارپائی کو پکڑ کر یوں کہنے لگے: میں اس بات کا متمنی اور خواہش مند ہوں کہ میں آپ کے اعمال لے کر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں' اللہ کی قسم! یقیناً میرا یہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ کر دے گا اور یہی میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: میں' سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر (فلاں جگہ) گئے اور میں سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما (فلاں جگہ سے آئے)۔ (اسد الغابة فی معرفة الصحابة : ۴/ ۱۶۶)

واقعہ 85:

دل برتن کی طرح ہیں

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کمیل بن زیاد کا ہاتھ تھاما اور شہر خوشاں میں کسی درخت کے کنارے جا کر بیٹھ گئے' آپ نے فرمایا: اے کمیل بن زیاد! دل تو برتن کی طرح ہیں' ان میں اچھا برتن وہ ہے جو ان میں زیادہ حفاظت کرنے والا ہے' لوگ تین اقسام کے ہوتے ہیں: ایک عالم ربانی دوسرا نجات کے راستے کا طالب علم اور تیسرے بے وقوف معمولی درجہ کے لوگ جو ہر شور مچانے والے کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور جدھر ہوا کا رخ ہو اسی طرف یہ رخ کرتے ہیں' علم کے نور سے روشنی حاصل نہیں کرتے اور نہ پختہ ستون کی جانب پناہ لیتے ہیں حالانکہ علم مال سے بہتر ہے' علم تمہاری حفاظت کرتا ہے جبکہ تم مال کی حفاظت کرتے ہو' علم عمل اور خرچ کرنے سے بڑھتا ہے جبکہ مال کم ہوتا ہے' مال اکٹھا کرنے والے مر گئے جبکہ وہ علماء زندہ ہیں اور جب تک زمانہ باقی ہے وہ باقی رہیں گے' اگرچہ ان کی ذاتیں تو گم ہو چکی ہیں لیکن ان کے اقوال دلوں میں موجود ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء' ص: ۷۹-۸۰)

واقعہ 86:

اے ابوتراب! کھڑے ہو جاؤ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے پاس آئے' پھر ان سے ناراض ہوتے ہوئے گھر سے ہو کر واپس نکلے اور مسجد میں جا کر لیٹ گئے' پھر سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نہ پایا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: تیرے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ وہ کہنے لگیں: وہ تو مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا کہ ان کی ردا اور چادر ان کے بدن سے گری ہوئی ہے اور آپ کی کمر پر مٹی لگی ہوئی ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کمر سے اپنے ہاتھ مبارک سے مٹی صاف کرنا شروع

فرمائی اور آپ فرما رہے تھے: اے ابوتراب! کھڑے ہو جاؤ۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۶/ ۲۰۶)

واقعہ 87:

مجھے اپنی صلح میں شریک کرلو

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے گھر آنے کی اجازت طلب کی (جب آپ اندر آئے) تو آپ نے دیکھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بلند آواز سے کہہ رہی ہیں: اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ آپ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ میرے باپ سے زیادہ محبوب ہیں۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو تھپڑ مارنے کے لیے آگے بڑھے اور فرمایا: اے فلاں عورت کی بیٹی! کیا بات ہے کہ میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تم اپنی آواز کو رسول اللہ ﷺ سے اونچا کر رہی ہو تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام لیا یہاں تک کہ وہ انہیں اذیت نہ دیں، پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ناراض ہوتے ہوئے نکل گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! تو نے مجھے دیکھا کہ میں نے تجھے اس شخص یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیسے بچایا؟ پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد گھر آنے کی اجازت مانگی اور رسول اللہ ﷺ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صلح ہو گئی تھی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بھی اپنی صلح میں شریک کرلو جس طرح اپنی لڑائی میں شریک کیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہم نے آپ کو شریک کرلیا۔

(مسند امام احمد بن حنبل: ۴/ ۲۷۵۔ کشف الاستار: ۳/ ۱۹۴)

واقعہ 88:

ابوالعیال، کنبے والا

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بازار کی طرف گئے اور ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور انہیں اپنی پگڑی کے پلو میں اٹھا لیا تو ایک شخص نے آپ کو دیکھا اور آپ سے کہا: اے امیرالمومنین! آپ کی یہ کھجوریں میں اٹھا لیتا ہوں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نہیں' عیال دار شخص زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کو اٹھائے۔

(البداية والنهاية ' لابن كثير:۸/ ۵)

واقعہ 89:

جوتے سینے والا موچی

قریش کے کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: اے محمد! ہم آپ کے پڑوسی اور آپ کے حلیف ہیں' ہمارے غلاموں میں سے چند لوگ آپ کے پاس آئے ہیں اور انہیں نہ دین میں رغبت ہے اور نہ سمجھ بوجھ میں کوئی شوق ہے' وہ تو صرف ہمارے مالوں اور ہماری جاگیروں سے بھاگے ہیں' چنانچہ آپ انہیں ہماری جانب واپس لوٹا دیں۔ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا ہے کیونکہ یہ آپ کے پڑوسی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا اور پھر آپ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے سچ بولا ہے کیونکہ یہ آپ کے پڑوسی ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا' پھر آپ نے فرمایا: اے گروہ قریش! اللہ کی قسم! اللہ ضرور تم میں سے ایک شخص کو تم پر بھیجے گا' اس کے دل کا اللہ تعالیٰ نے ایمان کے سلسلہ میں امتحان لیا ہے تو وہ دین کے بارے میں تمہیں ضرور مارے گا یا وہ تمہارے بعض کو مارے گا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا وہ میں ہوں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! کیا وہ میں ہوں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں' لیکن وہ ایسا شخص ہو گا جو جوتے گانٹھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے نعلین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گانٹھنے کے لیے دیے تھے۔

(سنن ابی دائود : ۳/ ۱۴۸۔ سنن الکبریٰ للبیہقی : ۹/ ۲۲۹)

واقعہ 90:

گائے اور گدھا

نبی کریم ﷺ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ

بیٹھے تھے تو دو دو فریق بارگاہ مصطفوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔ ان دونوں میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! بلاشبہ میرا ایک گدھا ہے اور اس کی ایک گائے ہے اور اس کی گائے نے میرے گدھے کو مار ڈالا ہے۔ بیٹھے ہوئے حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے کہا: چوپایوں پر کوئی ضمان نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! ان دونوں کے مابین فیصلہ کرو۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے فرمایا: کیا وہ دونوں (یعنی گائے اور گدھا) بندھے ہوئے تھے یا کھلے ہوئے تھے یا ان دونوں میں سے ایک بندھا ہوا تھا اور دوسرا کھلا ہوا تھا؟ چنانچہ ان دونوں نے فرمایا: گدھا بندھا ہوا تھا اور گائے کھلی تھی اور اس کے ساتھ اس کا مالک بھی تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گائے والے پر گدھے کا ضمان ہے (یعنی وہ اس کا معاوضہ دے) چنانچہ نبی کریم ﷺ آپ کے فیصلہ پر راضی ہوئے اور اس کو ہی جاری فرما دیا۔

(امیر المومنین علی بن ابی طالب من المیلاد الی الاستشھاد ' ص :٦٨)

واقعہ 91:

میں تمہارے لیے وہی حلال کرتا ہوں جو میرے لیے حلال ہے

نبی کریم ﷺ نے مسجد نبوی ﷺ سے کچھ لوگوں کو نکالا اور فرمایا: تم میری اس مسجد میں مت سویا کرو۔ چنانچہ لوگ مسجد سے نکل گئے اور ان کے ساتھ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی نکل گئے' تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم واپس آ جاؤ کیونکہ میں اس مسجد کے بارے میں تمہارے لیے وہ حلال کرتا ہوں جو میرے لیے حلال کیا گیا ہے۔

(تاریخ المدینہ المنورہ:١/ ٣٨)

واقعہ 92:

سیدنا علی ﷺ کھجوریں جمع کرتے ہیں

نبی کریم ﷺ سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا: میرے دونوں بیٹے یعنی سیدنا حسن و سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کہاں ہیں؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم نے اس

حال میں صبح کی کہ ہمارے گھر میں کوئی چیز نہیں تھی کہ چکھنے والا اسے چکھ سکے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان دونوں کو لے جاتا ہوں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ تمہارے پاس کوئی چیز نہیں ہے اور یہ دونوں رو نہ پڑیں' پھر آپ فرمانے لگیں: تو آپ ﷺ ان دونوں کو فلاں یہودی کی طرف لے گئے اور آپ نے اس کا نام ذکر کیا۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ اس یہودی کی طرف تشریف لے گئے تاکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے وہاں پہنچنے کے بعد دیکھا کہ سیدنا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کھجور کے ایک درخت کے نیچے پانی میں کھیل رہے ہیں' اور ان دونوں کے سامنے بچی کھچی کچھ کھجوریں بھی تھیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تم میرے دونوں بیٹوں کو لے کیوں نہیں جاتے اس سے قبل کہ ان دونوں کے لیے گرمی شدید ہو جائے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے صبح اس حالت میں کی کہ ہمارے گھر میں کوئی چیز نہ تھی' اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں بیٹھ جاؤں یہاں تک کہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے کچھ کھجوریں اکٹھی کر لوں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ بیٹھ گئے حتی کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے کچھ کھجوریں اکٹھی کر لیں' پھر انہیں ایک چھوٹی سی تھیلی میں رکھا اور نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو نبی کریم ﷺ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور دونوں گھر کی طرف چل پڑے۔

(الترغیب والترھیب:۴/ ۱۱۸۔ مجمع الزوائد للھیثمی:۱۰/ ۳۱۶)

واقعہ 93:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کی دو بیٹیاں

ایک باتونی شخص سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا بڑی احمقانہ باتیں کر رہا تھا' اچانک کہنے لگا: اے امیر المومنین! بلاشبہ عثمان آگ میں ہیں (نعوذ باللہ) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ اس آدمی نے کہا:

کیونکہ انہوں نے مختلف نئی بدعتیں ایجاد کی ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: اگر تیری بیٹی ہوتو کیا تم اس کی شادی کرو گے یہاں تک کہ تم لوگوں سے مشورہ لے لو؟ اس آدمی نے کہا: نہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی بیٹیوں کے متعلق جو رائے تھی اس سے زیادہ بہتر کسی اور کی رائے ہوسکتی ہے؟ اس آدمی نے کہا: نہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خبر دو کہ کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کا ارادہ کرتے تو اللہ سے خیر طلب کرتے تھے یا استخارہ نہیں فرماتے تھے؟ اس آدمی نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم استخارہ فرماتے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مجھے بتلاؤ' اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیٹیوں کے ساتھ شادی کے لیے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا یا نہیں یا آپ کو اختیار نہیں کیا؟ اس آدمی نے کہا ہاں' سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا اس کو اپنی لاعلمی کا پتہ چل گیا۔

چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تحقیق میں نے تیرے لیے تلوار برہنہ کی تاکہ میں تجھے ماروں مگر اللہ نے اس سے منع کر دیا' اللہ کی قسم! اگر تم اس کے علاوہ کچھ کہتے تو تیری گردن مار ڈالتا۔ (منتخب کنز العمال:۵/ ۱۷-۱۸)

واقعہ 94:

اللہ تیری زبان کو ثابت رکھے!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جب سورۃ توبہ کی آیات اتریں وہ دے کر بھیجا تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بلاشبہ میں نہ فصیح و بلیغ نہیں اور نہ میں خطیب ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا تو تم ان آیات کو لے کر جاؤ یا میں ان آیات کو لے کر جاتا ہوں' پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ آپ کے منہ پر رکھا اور فرمایا: جاؤ' یقیناً اللہ عزوجل تمہاری زبان کو ثابت رکھے گا اور تمہارے دل کو ہدایت دے گا۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ چل پڑے یہاں تک کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے جو کہ حج پر امیر مقرر تھے تو آپ نے ان سے امارت لے لی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور لوگوں

کو نماز پڑھائی پھر سیدنا علی ؓ کھڑے ہوئے اور ان پر جو سورۃ توبہ کی آیات نازل ہوئیں تھیں پڑھیں۔

جس وقت سیدنا ابوبکر ؓ نبی کریم ﷺ کے پاس واپس لوٹے تو افسوس کے ساتھ فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں' کیا میرے بارے میں کوئی چیز اتری ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں' لیکن میری طرف سے میرے علاوہ کوئی پہنچائے یا کوئی شخص میری جانب سے پہنچائے۔

اے ابوبکر! ؓ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم غار میں میرے ساتھی تھے اور حوض کوثر پر بھی میرے رفیق ہو گئے (یہ سن کر) سیدنا ابوبکر ؓ خوش ہو گئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیوں نہیں۔

(مسند احمد: ۱/ ۱۵۰۔ فضائل الصحابہ: ۲/ ۷۰۲۔ تاریخ الطبری: ۳/ ۱۲۲-۱۲۳)

واقعہ 95:

اہل بیت کی خوشنودی

جب سیدہ فاطمہ ؓ بیمار ہوئیں تو ان کے پاس سیدنا ابوبکر ؓ آئے اور ان سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو سیدنا علی ؓ نے فرمایا: اے فاطمہ ؓ! یہ سیدنا ابوبکر ؓ ہیں آپ سے اجازت مانگ رہے ہیں؟ آپ کہنے لگیں۔ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں انہیں اجازت دے دوں؟ سیدنا علی ؓ نے فرمایا: جی ہاں۔ چنانچہ آپ نے انہیں اجازت دے دی' تو سیدنا ابوبکر ؓ اندر داخل ہوئے اور یہ کہتے ہوئے آپ کو راضی کر رہے تھے: اللہ کی قسم! میں نے گھر' مال' گھر والے اور خاندان صرف اللہ کی خوشنودی اور اللہ کے رسول ﷺ کی رضا جوئی اور اہل بیت تمہاری خوش نودی حاصل کرنے کے لیے چھوڑا' پھر آپ کو راضی کرنے لگے حتی کہ آپ راضی ہو گئیں۔

(امیر المومنین علی بن ابی طالب ؓ من المیلاد الی الاستشهاد' ص: ۱۴۸)

واقعہ 96:

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوبیاں

امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اللہ سے لو لگائے خشوع کے ساتھ محراب کے پاس کھڑے ہو گئے اور صبح کی نماز پڑھائی اور آپ کے پیچھے اہل کوفہ تھے جب آپ اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو پریشان بیٹھ گئے اور اپنی جگہ پر ہی ٹھہرے رہے اور لوگ آپ کے گرد تھے حتی کہ سورج طلوع ہو گیا اور اس کی شعاعیں مسجد کی اندرونی دیوار پر پڑنے لگیں۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور دو رکعات پڑھیں' پھر حسرت اور غم و اندوہ کے ساتھ اپنے سر کو ہلایا اور یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو الٹ پلٹ کیا: اللہ کی قسم! میں نے محمد ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے اور آج میں ان سے ملتی جلتی کوئی چیز بھی نہیں دیکھتا۔ وہ صبح اس حال میں کیا کرتے تھے کہ ان کی آنکھوں سے شب بیداری کے آثار جھلکتے تھے جس سے پتہ چلتا کہ ان کی راتیں اللہ کے حضور سجدہ ریزی میں گزری ہیں' اور وہ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے' ہمہ وقت اللہ کی عبادت میں محو متفرق رہتے اور جب وہ اللہ کو یاد کرتے تو ایسے جھک جاتے جیسے تیز ہوا میں درخت جھک جاتا ہے اور ان کی آنکھیں آنسو بہاتیں یہاں تک کہ ان کے کپڑے بھیگ جاتے۔ (خلفاء الرسول ﷺ' ص :۴۸۰)

واقعہ 97:

دو بدبخت شخص

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ''غزوہ العشیرہ'' میں دونوں دوست وساتھی تھے' جب رسول اللہ ﷺ وہاں اترے اور وہاں قیام فرمایا تو ان دونوں نے بنو مدلج کے کچھ لوگ دیکھے جو اپنے چشمہ میں کام کر رہے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابو یقظان: کیا خیال ہے ان لوگوں کے پاس چل کر دیکھیں کہ یہ کیا کر رہے ہیں؟ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ چاہتے ہیں تو

چلتے ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں چلے گئے اور ان دونوں نے کچھ وقت ان کے کام کی طرف دیکھا' پھر ان دونوں پر نیند کا غلبہ ہوا تو وہ وہاں سے اٹھے اور اس جگہ پر جا کر لیٹ گئے جہاں ریت تھی۔ ایسے سوئے کہ ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ نے ہی آ کر بیدار کیا اور آپ ان دونوں کو اپنے پاؤں سے ہلا رہے تھے اور وہ دونوں مٹی سے آلودہ ہو گئے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم دونوں کو گذشتہ لوگوں میں سے بد بخت شخص کے متعلق نہ بتاؤں؟ ان دونوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیوں نہیں ضرور۔ آپ ﷺ نے فرمایا: احیمر' قوم ثمود کا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کر دیا' پھر نبی ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم دونوں کو بعد میں آنے والے لوگوں میں سے بد بخت شخص کی خبر نہ بتاوں؟ تو ان دونوں نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیوں نہیں ضرور بتلائیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اے علی! وہ شخص جو تیرے یہاں مارے گا اور آپ نے اپنا ہاتھ ان کے سر پر رکھا' یہاں تک کہ اس سے یہ بھی تر ہو جائے گی آپ ﷺ نے ان کی داڑھی کو پکڑ کر ارشاد فرمایا۔ (سیرۃ ابن ھشام:۲/ ۲۴۹-۲۵۰)

واقعہ 98:

غرور کرنے والا کریز

کریز بن صباح الحمیری ہوا کی مانند اپنا گھوڑا دوڑاتے ہوئے نکلا حتی کہ میدان کے درمیان میں آ گیا اور اپنی آواز کو یہ پکارتے ہوئے بلند کیا: کیا کوئی مقابلہ کرنے والا ہے؟ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے ایک شخص اس کے مقابلہ کے لیے نکلا تو کریز نے اس کو قتل کر دیا اور اس پر کھڑا ہو کر پھر للکارا کہ کوئی میرا مقابلہ کرنے والا ہے؟ چنانچہ ایک اور شخص اس کے مقابلہ کے لیے نکلا تو کریز حمیری نے اس کو بھی قتل کر ڈالا اور اس کی لاش کو پہلے شخص کی لاش پر رکھ دیا اور ان دونوں پر کھڑا ہو گیا اور پکارا: کیا کوئی میرا مقابلہ کرنے والا ہے؟ تو ایک تیسرا شخص ظاہر ہوا تو کریز حمیری نے اس کو بھی

قتل کر دیا اور اس کی لاش کو پہلے دو آدمیوں کی لاشوں پر رکھ دیا اور ان پر کھڑا ہو گیا اور چلا کر پکارا: کیا کوئی میرے مقابلے پر آنے والا ہے؟

چنانچہ لوگ ڈر گئے اور جو شخص پہلی صف میں تھا وہ ڈر کے مارے پچھلی صف میں چلا گیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خوف لاحق ہوا کہ لشکر کی صفوں میں رعب پھیل جائے گا تو آپ اس کی طرف لپکے اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے اس متکبر شہسوار کو ہزیمت سے دو چار کیا حتیٰ کہ آپ نے تین گھڑ سواروں کو ٹھکانے لگایا' پھر فرمایا: اے لوگو! بلا شک اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَ الْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ﴾

[سورة البقرة: ۱۹٤]

''ماہ حرام کے بدلے ماہ حرام اور ادب کے بدلے ادب ہے''۔

پھر آپ اپنی جگہ پر واپس پلٹ آئے۔

(امیر المومنین علی بن ابی طالب من المیلاد الی الاستشھاد' ص: ۴۴)

واقعہ 99:

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ آدمی

مدینہ کے قریب خیبر یہودیوں کا مضبوط قلعہ تھا' جس کے سامنے لشکروں کے قدم اکھڑ جاتے اور شہسوار دم توڑ جاتے۔ لشکر کے اس قلعہ کی فصیل بہت زیادہ اونچی تھی کہ اس کی بلندی کو تیر بھی نہیں پہنچتے تھے اور اس فصیل کے قریب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لشکر نے پڑاؤ ڈالا۔ پہلے روز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار سونتے ہوئے نکلے اور آپ کے ہاتھ میں جھنڈا تھا اور آپ کے پیچھے مسلمانوں کا ہجوم تھا جو اپنی جانوں کو اپنی ہتھیلیوں پر اٹھائے ہوئے تھے تو انہوں نے سخت لڑائی لڑی یہاں تک کہ سورج افق کے پیچھے بھاگ گیا اور مسلمان قلعہ میں داخل ہوئے بغیر واپس آ گئے دوسرے روز جھنڈا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اٹھایا اور دشمن سے شدید جنگ لڑی' لیکن قلعہ پھر بھی فتح نہیں ہوا

حتیٰ کہ سورج غائب ہوگیا تو ایک بار پھر مسلمان ناکام و نامراد لوٹ آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کل ایک ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا' جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا کریں گے۔

چنانچہ قوم نے اس حالت میں رات گزاری کہ ہر کوئی متمنی تھا کہ یہ شرف اور اعزاز اس کو حاصل ہو اور لوگ آپس میں سرگوشی کر رہے تھے کہ آپ یہ ان میں سے کس کو عطا کریں گے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس دن کے سوا کبھی بھی امارت کی آرزو نہیں کی اس امید پر کہ میں وہ شخص ہوں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ ہے۔ صبح کے وقت لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے' ان کی تعداد پوری ہوگئی اور ان کی صفیں سیدھی ہوگئیں اور ان کی گردنیں خاموشی کے ساتھ امید اور آرزو تمنا کرتے ہوئے لمبی ہونے لگیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نے خاموشی اور سکون کو پھاڑا کہ سیدنا علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟

چنانچہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کی آنکھوں میں آشوبِ چشم تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تجھے کیا ہوا ہے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے آشوب چشم ہوا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نزدیک ہو جاؤ۔

چنانچہ آپ نزدیک ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا تو آپ تندرست ہو گئے اور آپ نے انہیں جھنڈا عطا کیا اور ان سے فرمایا: یہ جھنڈا پکڑو اور اسے لے کر چلو' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تجھے فتح دے دیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ان سے لڑوں یہاں تک کہ وہ ہم جیسے ہو جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑھتے جاؤ حتیٰ کہ تم ان کے میدان میں اترو' پھر انہیں اسلام کی طرف بلاؤ اور انہیں بتاؤ جو اللہ کا حق ان پر فرض ہے' پس اللہ کی قسم!

اگر تیری وجہ سے اللہ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان کے قلعوں کے قریب گئے تو قلعہ کی چوٹی سے ایک یہودی نے جھانکا اور اس نے کہا: تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا: میں علی بن ابی طالب ہوں۔ تو اس یہودی نے کہا: اس کی قسم جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا! تم غالب آ جاؤ گے۔ (صحیح البخاری:۴/ ۷۳۔ صحیح مسلم:۴/ ۱۸۷۔ تاریخ الخلفاء ص : ۲۶۹۔ الرحیق المختوم ' ص :۳۵۲)

واقعہ 100:

میت اپنے قرض کی وجہ سے گروی ہوتی ہے

چاشت کا وقت تھا' لوگ ایک جنازہ اٹھائے آئے' اس کے رشتہ داروں نے نبی کریم ﷺ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ اس پر نماز جنازہ پڑھائیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے اس صاحب پر کوئی قرض ہے؟ انہوں نے کہا: دو دینار۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ اس پر نماز پڑھنے سے رک گئے اور ان سے فرمایا: تم خود ہی اپنے ساتھی کا نماز جنازہ پڑھو۔ نبی کریم ﷺ کسی ایسی میت کا جنازہ نہیں پڑھا کرتے تھے جس کے ذمہ قرض ہو تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ ڈر گئے کہ اس کو نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ کے بغیر ہی دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ تیزی سے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ دو دینار میرے ذمہ ہیں اور میت ان دو دیناروں سے بری ہے تو چنانچہ نبی کریم ﷺ نے میت پر نماز جنازہ پڑھی' پھر آپ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ تجھے بہترین بدلہ دے' اللہ تعالیٰ تیرے رہن (گروی) کو چھڑا دے جیسا کہ تم نے اپنے بھائی کا رہن چھڑایا' کیونکہ ہر میت اپنے پر قرض کے عوض گروی رکھی ہوئی ہوتی ہے تو جو آدمی میت کو اس سے چھڑائے گا اللہ تعالیٰ اس آدمی کو قیامت کے روز اس کے دین سے آزادی دلائیں گے۔ (امام علی بن ابی طالب لمحمد رشید رضا' ص:۱۷)

واقعہ 101:

موت تک لڑائی

''لڑئی یہاں تک کہ موت آ جائے''۔ یہ نعرہ تھا جو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بلند کیا جس وقت آسمان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر گونجی اور یہ خبر بجلی بن کر گری، قریب تھا کہ تلوار آپ کے لرزتے ہاتھ سے گر جاتی، آپ نے انتظار نہیں کیا اور خوف سے ڈرتے ہوئے میدانِ کارزار میں پہنچے اور یہاں مقتولین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا تو آپ نے ان کے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر ڈٹے رہے اور خدشات نے آپ کو گھیر لیا تو آپ نے اپنے سر کو ہلایا تاکہ اس میں گردش وسوسات نکل جائیں، پھر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مقتولوں میں نہیں ہیں اللہ کی قسم! آپ میدان جنگ سے بھاگ نہیں سکتے، لیکن میرا خیال ہے کہ ہمارے اعمال کے باعث اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہوا۔ اس لیے آپ کو اپنی جانب اٹھا لیا ہے، آپ نے اپنی تلوار اپنی نیام سے نکالی، پھر نیام کو توڑ دیا اور فرمایا: اب صرف میرے لیے بھلائی اسی میں ہے کہ میں لڑتا رہوں حتیٰ کہ میں قتل کر دیا جاؤں۔ پھر آپ نے قوم پر ایسے حملہ کیا جیسے شیر ہرنوں پر حملہ آور ہوتا ہے آپ لڑتے رہے یہاں تک کہ ان کی صفیں کشادہ ہو گئیں اور ان کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گئے اور کو گلے لگا لیا اور بوسہ دینے لگے جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو قرب نصیب ہوا تو سارا غم اور پریشانی جاتی رہی۔ (مجمع الزوائد للهیثمی :۶/ ۱۱۵)

سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ بصریٰ کے بازار میں تاجروں کے ہمراہ گیا تو وہاں ایک پادری گرجا گھر میں یہ کہہ رہا تھا: ان تاجروں سے پوچھو کہ کوئی ان میں مکہ معظّمہ کا رہائشی بھی ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ میں مکہ کا رہنے والا ہوں۔ اس نے کہا کیا وہاں احمد کا ظہور ہو چکا ہے؟ میں نے کہا کون احمد؟ اس نے کہا: ابن عبداللہ بن عبدالمطلب' یہ مہینہ اس کے ظہور کا ہے وہ ایک نبی ہے' مکہ کے لوگ اس کو نکال دیں گے' مدینے کی طرف اس کی ہجرت ہو گی' میری مانو تم اس کا دامن ضرور تھام لینا۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پادری کی باتیں میرے دل میں بیٹھ گئیں۔ میں نے واپس مکہ پہنچتے ہی پوچھا کیا میرے بعد یہاں کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ لوگوں نے بتایا ہاں محمد بن عبداللہ الامین نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اور ابن ابی قحافہ یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی پیروی اختیار کر لی ہے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ سیدھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان کو پادری کے تاثرات بتائے وہ بہت خوش ہوئے اور پھر طلحہ بن عبیداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔

سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کر لیا تو ان کے خاندان میں صف ماتم بچھ گئی ان کی والدہ ان سے سخت ناراض ہوئیں۔ طلحہ کے خاندان والوں نے ان پر بہت تشدد کیا لیکن بے سود۔ اسلام کی جو محبت ان کے دل میں رچ بس چکی تھی' اس میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔

واقعہ 1:

سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا پادری سے ملنا

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ بصریٰ کے بازار میں تاجروں

کے ہمراہ گیا تو وہاں ایک پادری گرجا گھر میں یہ کہہ رہا تھا: ان تاجروں سے پوچھو کہ کوئی ان میں مکہ معظمہ کا رہائشی بھی ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ ہاں میں مکہ کا رہنے والا ہوں۔ اس نے کہا کیا وہاں احمد کے ظہور ہو چکا ہے؟ میں نے کہا کون احمد؟ اس نے کہا: ابن عبداللہ بن عبدالمطلب' یہ مبینہ اس کا ظہور کا ہے' وہ ایک نبی ہے' مکہ کے لوگ اس کو نکال دیں گے' مدینے کی طرف اس کی ہجرت ہوگی' میری مانو تم اس کا دامن ضرور تھام لینا۔

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پادری کی باتیں میرے دل میں بیٹھ گئیں۔ میں فوراً وہاں سے روانہ ہوا اور مکہ معظمہ پہنچتے ہی میں نے پوچھا' کیا میرے بعد یہاں کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔لوگوں نے بتایا ہاں! محمد بن عبداللہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اور ابن ابی قحافہ یعنی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی پیروی اختیار کر لی ہے۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے نکلا سیدھا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے پوچھا کیا آپ نے ان کی پیروی اختیار کر لی ہے؟ انہوں نے کہاں ہاں! آپ بھی چلیں اور ان کی پیروی اختیار کر لیں۔ میں نے انہیں پادری کے تاثرات بتائے وہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ملتے ہی اسلام قبول کر لیا اور پادری کے تاثرات کے بارے میں بتایا تو آپ سن کر بہت خوش ہوئے۔ (بحواله مستدرك حاكم)

واقعہ 2:

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے خاندان میں صف ماتم بچھ گئی۔ خاندان کے تمام افراد کبیدہ خاطر ہوئے کہ یہ کیا ہو گیا۔ یہ خبر ان پر بجلی بن کر گری۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا سب سے زیادہ افسوس ان کی والدہ نے کیا' وہ یہ چاہتی تھی کہ اس کا بیٹا اپنے قبیلے کا سردار بنے۔ کیونکہ اس میں سردار

بننے کی ساری خوبیاں پائی جاتی تھیں۔ لیکن اس کے اسلام قبول کرنے سے اس کی والدہ کے سارے ارمان خاک میں مل گئے۔ اس نے یوں سمجھا کہ اس کی متاعِ دنیا لٹ گئی' اس کی ساری خوشیاں ختم ہوگئیں۔ وہ اپنے خاندان میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہی۔ ماں سوچنے لگی کہ اب میرے قبیلے کے لوگ مجھے کیا کہیں گے۔

ہائے یہ میرے ساتھ کیا ہوگیا۔ میری تو دنیا لٹ گئی۔ میرے اچھے بھلے بیٹے کو آخر یہ کس کی نظر لگ گئی۔ یہ ہمارے ساتھ کیا ہوگیا۔ ہائے یہ دن دیکھنے کے لئے میں کیوں زندہ رہی۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر قبیلے کے چیدہ چیدہ افراد سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ سے ملے انھیں اپنے موقف پر نظر ثانی کا مشورہ دیا اور کہا کہ تم اپنی والدہ کی حالتِ زار پر رحم کرو۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ لوگ اب ہمیں کیا کہیں گے۔ تیرے اس اقدام سے ہمارے وقار کو جو دھچکا لگا ہے آپ کو اس کا احساس ہی نہیں ہے۔ لیکن سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ ان لوگوں کی کوئی بات بھی ان کے دل پر اثر انداز نہیں ہوئی۔ ماں کی حالت زار کا سن کر بھی دائرہ اسلام کو چھوڑنے کے لئے ذرا برابر بھی آمادہ نہ ہوئے۔

واقعہ 3:

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ پر سختیاں

مسعود بن خراش بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں صفا و مروہ کے درمیان سعی کر رہا تھا۔ میری نظر ایک نوجوان پر پڑی کہ لوگوں نے اس کے ہاتھوں کو باندھ رکھا ہے۔ عورتیں اور مرد اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں' اسے دھکے دیئے جا رہے ہیں۔ ان لوگوں میں ایک بڑھیا عورت چیختی چلاتی ہوئی اس نوجوان کو گالیاں دیئے جا رہی ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے؟ اور یہ بڑھیا عورت کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ عبیداللہ کا بیٹا طلحہ ہے۔ اس نے اپنے آباء واجداد کا دین چھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے۔ اور یہ بڑھیا اس کی ماں ہے۔ اور اسے سب سے بڑھ کر دکھ ہوا ہے کہ میرے بیٹے نے یہ کیا کر دیا۔ کیوں اس کی قسمت پھوٹ گئی؟

اب یہ لوگ اس کو طرح طرح کی تکالیف اس لئے دے رہے ہیں کہ یہ دوبارہ اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ آئے۔ لیکن اس پر کوئی سختی بھی اثر انداز نہیں ہو رہی۔ یہ ہر سختی کو خندہ پیشانی سے برداشت کیے جا رہا ہے۔ اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی' یہ ہر سختی کو آبِ حیات سمجھ کر قبول کیے جا رہا ہے۔ یہ اپنے حال میں مست ہے' اس کی یہ حالت دیکھ کر خاندان کے افراد اور زیادہ پریشان ہو رہے ہیں' یہ صورتِ حال دیکھ کر قریش کا کڑیل جوان نوفل بن خویلد آگے بڑھا۔ اس نے رسیوں سے اس کے سارے جسم کو جکڑ دیا اور بے تحاشا اس پر تشدد کیا' لیکن یہ سب بے سود تھا کیونکہ اسلام کی جو محبت اس کے دل میں رچ بس چکی تھی' اس میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔

واقعہ 4:

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا لقب

سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ بہت مشہور و معروف اور کامیاب تاجر تھے' ایک دفعہ حضر موت یمن سے سات لاکھ درہم ان کے پاس آئے۔ اتنی بڑی رقم دیکھ کر بہت زیادہ غمگین ہوئے۔ بیوی نے جب دیکھا کہ یہ بہت پریشان ہیں تو اس نے کہا کیا ہوا۔ آپ بہت پریشان دکھائی دے رہے ہیں' کہیں مجھ سے کوئی گستاخی تو نہیں ہو گئی؟ آپ نے فرمایا نہیں آپ تو بہت نیک دل اور سلیقہ شعار رفیقہ حیات ہیں۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اتنی دولت جس کے گھر ساری رات رہے وہ اپنے رب کو کیا جواب دے گا۔ بیوی نے یہ سن کر مسکراتے ہوئے کہا اس میں بھلا غم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ صبح ہوتے ہی اسے اپنے غریب رشتہ داروں میں تقسیم کر دینا اس طرح تمہاری اس دولت سے جان چھوٹ جائے گی۔ آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور آرام سے سو گئے۔ صبح ہوتے ہی ساری رقم تھیلیوں میں ڈالی اور اپنے غریب رشتہ داروں اور دیگر مستحق افراد میں تقسیم کر دی۔ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے اسے طلحہ الخیر اور طلحہ الجود

کے لقب سے ملقب کیا۔
واقعہ 5:

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی سخاوت

ایک دفعہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا آپ تو بڑے ہی رحم دل ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ پہلا شخص میرے پاس آیا جس نے میرے لئے رحم دلی کا وصف بیان کیا ہے۔ آپ نے یہ سن کر کہا: دیکھو میرے پاس ایک پلاٹ ہے جو سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مجھے دیا تھا۔ جس کی قیمت تین لاکھ درہم ہے۔ اگر تم چاہو تو میں وہ پلاٹ تمہیں دے دیتا ہوں اور اگر تم چاہیں تو میں اس کی قیمت ادا کر دیتا ہوں۔ اس نے کہا: مجھے رقم ہی عنایت کر دیں۔ تو آپ نے اسے تین لاکھ درہم عطا کئے۔

یہ ہے سخاوت کی ایک انوکھی مثال۔ واقعی آپ جود وسخا کے پیکر تھے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو "طلحہ الجود" کے لقب سے پکارا یعنی "سخی طلحہ"۔
واقعہ 6:

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی بہادری

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن میں یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہا تھا:

نَحْنُ حُمَاةُ غَالِبٍ وَّمَالِكٍ   نَذُبُّ عَنْ رَّسُوْلِنَا الْمُبَارَكِ

"ہم قبیلہ غالب اور قبیلہ مالک کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ہم اپنے مبارک رسول کی طرف سے دفاع کر رہے ہیں۔

نَضْرِبُ عَنْهُ الْقَوْمَ فِی الْمَعَارِكِ   ضَرْبَ صِفَاحِ الْكُوْمِ فِی الْمَبَارِكِ

اور میدان جنگ میں ہم دشمنوں کو تلوار مار مار کر حضور ﷺ سے پیچھے ہٹا رہے ہیں اور ہم ایسے مار رہے ہیں جیسے کہ اونچے کوہان والی موٹی اونٹنیوں کو بیٹھنے کی جگہ میں کناروں پر مارا جاتا ہے"۔ (یعنی جب انہیں ذبح کر کے گوشت بنایا جاتا ہے)

حضور ﷺ نے غزوۂ احد سے واپس ہوتے ہی سیدنا حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم طلحہ کی تعریف میں کچھ اشعار کہو چنانچہ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

وَطَلْحَةُ يَوْمَ الشِّعْبِ آسٰى مُحَمَّدًا عَلٰى سَاعَةٍ ضَاقَتْ عَلَيْهِ وَشَقَّتِ

''اور گھاٹی کے دن طلحہ نے تنگی اور مشکل کی گھڑی میں حضرت محمد ﷺ کی پوری طرح غم خواری کی اور ان پر جاں نثاری کی۔

يَقِيْهِ بِكَفَّيْهِ الرِّمَاحَ وَاَسْلَمَتْ اَشَاجِعُهٗ تَحْتَ السُّيُوْفِ فَشَلَّتِ

اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعہ وہ حضور ﷺ کو نیزوں سے بچاتے رہے۔ اور (حضور ﷺ کو بچانے کے لیے) انہوں نے اپنے ہاتھوں کے پورے تلواروں کے نیچے کر دیئے جس سے وہ پورے شل ہو گئے۔

وَكَانَ اَمَامَ النَّاسِ اِلَّا مُحَمَّدًا اَقَامَ رَحَى الْاِسْلَامِ حَتّٰى اسْتَقَلَّتِ

حضرت محمد ﷺ کے علاوہ باقی تمام لوگوں سے آگے تھے اور انہوں نے اسلام کی چکی کو ایسا کھڑا کیا کہ وہ مستقل چلنے لگی''۔

اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی تعریف میں) یہ اشعار کہے:

حَمٰى نَبِيَّ الْهُدٰى وَالْخَيْلُ تَتْبَعُهٗ حَتّٰى اِذَا مَا لَقُوْا حَامٰى عَنِ الدِّيْنِ

''طلحہ نے ہدایت والے نبی کریم ﷺ کی حفاظت کی حالانکہ سوار آپ کا پیچھا کر رہے تھے یہاں تک کہ جب وہ سوار قریب آ جاتے تو یہ دین کی خوب حفاظت کرتے۔

صَبْرًا عَلَى الطَّعْنِ اِذْوَلَّتْ حُمَاتُهُمْ وَالنَّاسُ مِنْ بَيْنِ مَهْدِيٍّ وَّ مَفْتُوْنِ

جب لوگوں کی حفاظت کرنے والے پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے تھے اس وقت انہوں نے نیزوں پر صبر کیا۔ اور اس دن لوگ دو طرح کے تھے ہدایت یافتہ مسلمان اور فتنہ میں مبتلا کافر۔

يَاطَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِاللّٰهِ! قَدْ وَجَبَتْ لَكَ الْجِنَانُ وَزُوِّجْتَ الْمَهَا الْعِيْنِ

اے طلحہ بن عبیداللہ! تمہارے لیے جنت واجب ہوگئی اور خوبصورت اور آہو چشم حوروں سے تمہاری شادی ہوگئی''۔

اور (ان کی تعریف میں) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا:

حَمٰی نَبِیَّ الْهُدٰی بِالسَّیْفِ مُنْصَلِتًا لَمَّا تَوَلّٰی جَمِیْعُ النَّاسِ وَانْكَشَفُوْا

''جب تمام لوگوں نے پشت پھیر لی اور شکست کھا گئے اس وقت طلحہ نے ننگی تلوار سے ہدایت والے نبی کی حفاظت کی''۔

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر! تم نے سچ کہا۔

(اخرجه ابن عساکر قال فی منتخب الکنز:ج۵ص۶۸)

واقعہ 7:

سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا سختیاں برداشت کرنا

سیدنا مسعود بن حراش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر رہے تھے کہ ہم نے دیکھا ایک نوجوان آدمی کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں اور لوگوں کا ایک بڑا مجمع اس کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ نوجوان کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ ہیں جو بے دین ہو گئے ہیں' سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک عورت تھی جو بڑے غصہ سے ان کو برا بھلا کہہ رہی تھی میں نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ ان کی والدہ صعبہ بنت الحضرمی ہے۔

(اخرجه البخاری فی التاریخ کذافی الاصابة :ج۳ ص ۴۱۰)

واقعہ 8:

سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا کھانا کھلانا

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے پہاڑ کے کنارے ایک کنواں خریدا اور (اس کی خوشی میں) لوگوں کو کھانا کھلایا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے طلحہ! تم بڑے فیاض اور بہت سخی آدمی ہو۔

(اخرجه الحسن بن سفیان وابو نعیم فی المعرفة کذا فی المنتخب :ج۵ ص ۶۷)

واقعہ 9:

سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا مال تقسیم کرنا

سیدہ سعدیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن میں سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئی تو میں نے ان کی طبیعت پر گرانی محسوس کی۔ میں نے ان سے کہا آپ کو کیا ہوا ہے؟ کیا ہماری طرف سے آپ کو کوئی ناگوار بات پیش آئی ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر ہم اس ناگوار بات کو دور کر کے آپ کو راضی کریں گے۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں' ایسی کوئی بات نہیں ہے تم تو مسلمان مرد کی بہت اچھی بیوی ہو۔ میں اس وجہ سے پریشان ہوں کہ میرے پاس مال جمع ہو گیا ہے' اور مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ میں اس کا کیا کروں؟ میں نے کہا اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے آپ اپنی قوم کو بلائیں اور یہ مال ان میں تقسیم کر دیں' سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے لڑکے سے فرمایا اے لڑکے! میری قوم کو میرے پاس لے آؤ (چنانچہ ان کی قوم والے آ گئے تو سارا مال ان میں تقسیم کر دیا) میں نے خزانچی سے پوچھا کہ انہوں نے کتنا مال تقسیم کیا خزانچی نے کہا چار لاکھ۔

(اخرجه الطبرانی 'کذافی الترغیب (ج ۲ ص ۱۷۶۔ الهیثمی : ج ۹ ص ۱۴۸۔ رجاله ثقات واخرجه ابن سعد: ج ۳ ص ۱۵۷۔ وابونعیم: ج ۱ ص ۸۸)

واقعہ 10:

سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا مال کے خوف سے جاگنا

سیدنا حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک زمین سات لاکھ میں بیچی تو یہ رقم ایک رات ان کے پاس رہ گئی تو انہوں نے وہ ساری رات اس مال کے ڈر سے جاگ کر گزار دی صبح ہوتے ہی وہ ساری رقم تقسیم کر دی۔

(اخرجه ابونعیم ایضا فی الحلیة: ج ۱ ص ۸۹۔ واخرجه ابن سعد: ج ۳ ص ۱۵۷)

❀❀❀

سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے فرزند ارجمند تھے۔ ان کے والد کا نام عوام بن خویلد تھا۔ یہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا بھائی تھا۔ جب یہ فوت ہوا تو اس کا بیٹا زبیر رضی اللہ عنہ ابھی بہت چھوٹا تھا۔ والدہ نے اس کی تربیت عسکری نقطہ نگاہ سے کی۔ کھیلنے کے لیے تیر' تلوار اور کمان مہیا کیے۔ والدہ اسے ہر خوفناک جگہ اور خطرناک مقام میں دھکیل دیتی۔ اگر وہاں جانے سے انکار کرتے تو اسے سخت سزا دیتی۔ ایک دن سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے زبیر رضی اللہ عنہ کی پٹائی کر رہی تھیں' اتنے میں اس کے چچا گھر داخل ہوئے' اس نے صورت حال دیکھتے ہوئے بڑے غصے سے کہا: کیا بچوں کو اس طرح مارا پیٹا جاتا ہے' مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تجھے اپنے بچے سے بالکل پیار نہیں ہے۔ یوں اس کی پٹائی کر رہی ہو' جیسے کسی غیر کا بچہ ہو۔ کیا اس سے کوئی تجھے عناد ہے۔ کیوں اس کی جان کے درپے ہو' یہ تجھ سے کیا مانگتا ہے' کیوں اسے اپنے لیے بوجھ سمجھ رہی ہو؟ کچھ خیال کرو! یہ معصوم بچہ ہے ابھی اس کے کھیلنے کے دن ہیں' کیوں اس پر ہر وقت ڈنڈا چلاتی رہتی ہو؟

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے یہ ساری کڑوی کسیلی باتیں سن کر فرمایا: جو یہ کہتا ہے کہ میں اس بچے سے بغض رکھتی ہوں' وہ جھوٹ بولتا ہے۔ میں اس کی والدہ ہوں۔ میں نے اس کو جنم دیا ہے۔ میں تو اسے اس لیے مارتی ہوں کہ اس کا جسم پختہ ہو جائے اور دشمن کے لشکر کو شکست فاش دے سکے اور کامیاب و کامران ہو کر گھر لوٹے۔ مار کھانے کی بجائے دوسروں کو مارنے کی ہمت و جرأت سے آراستہ ہو۔

میں اس کو ایک کامیاب جنگجو دیکھنا چاہتی ہوں۔ میری پٹائی اس کی عسکری تربیت کا ایک حصہ ہے۔ میرے نقطہ نگاہ کے مطابق جتنی اس کی پٹائی ہوگی اتنی ہی اس کے جسم میں قوت مدافعت پیدا ہوگی

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی شادی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نورِ چشم سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی۔ شادی کے وقت ان کے پاس رہنے کے لیے ایک گھر' ایک تلوار اور ایک گھوڑا تھا۔ گھوڑے کی دیکھ بھال کرنا اور اسے چارہ کھلانا سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے ذمے تھا۔ سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ طبیعت کے بڑے غصیلے تھے۔ ایک روز سیدنا اسماء رضی اللہ عنہا اپنے سر پر چارے کی گٹھڑی اٹھائے پیدل چلی آ رہی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھتے ہی اپنی اونٹنی بٹھا دی لیکن اس نے شرماتے ہوئے اور اپنے خاوند کی غصیلی طبیعت کی بنا پر پیدل چلنے کو ہی بہتر سمجھا۔ جب سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو انہوں نے فرمایا گٹھڑی سر پر اٹھا کر پیدل چلنے سے تو اونٹنی پر سوار ہونا کہیں بہتر تھا۔

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے چار بیٹے ہوئے مصعب بن زبیر' عروہ بن زبیر' جعفر بن زبیر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم۔

واقعہ 1:

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہیں

مجمع الزوائد اور مسند امام احمد میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج بنو قریظہ کے بارے ہمیں کون معلومات فراہم کرے گا۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلومات فراہم کروں گا۔ چنانچہ۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر گئے اور بنو قریظہ کے بارے میں ساری معلومات لے کر آئے۔ دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی کہا' پھر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی فرمایا۔ پھر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ)).

''ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے' اور میرا حواری یعنی معاون سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ ہیں''۔

واقعہ 2:

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی تربیت

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے فرزند ارجمند تھے' ان کے والد کا نام عوام بن خویلد تھا' یہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا بھائی تھا' جب یہ فوت ہوا تو اس کا بیٹا سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ ابھی بہت چھوٹا تھا۔ والدہ نے اس کی تربیت عسکری نقطہ نگاہ سے کی' کھیلنے کے لئے تیر' تلوار اور کمان مہیا کی۔ ان کی والدہ انھیں ہر خوفناک جگہ اور خطرناک مقام میں دھکیل دیتی' اگر آپ رضی اللہ عنہ وہاں جانے سے انکار کرتے تو انھیں سخت سزا دیتی' ایک دن سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی پٹائی کر رہی تھی' اتنے میں ان کے چچا گھر میں داخل ہوئے' اس نے یہ منظر دیکھ کر بڑے غصے سے کہا: کیا بچوں کو اس طرح مارا پیٹا جاتا ہے' مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ تجھے اپنے بچے سے بالکل پیار نہیں ہے۔ یوں اس کی پٹائی کر رہی ہو' جیسے کسی غیر کا بچہ ہو۔ کیا اس سے تجھے نفرت ہے؟ کیوں اس کی جان کے درپے ہو' یہ تجھ سے کیا مانگتا ہے' کیوں اسے اپنے پر بوجھ سمجھ رہی ہو؟ کچھ خیال کرو! یہ معصوم بچہ ہے ابھی اس کے کھیلنے کے دن ہیں' کیوں اس پر ہر وقت ڈنڈا چلاتی رہتی ہو؟ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے یہ ساری کڑوی کسیلی باتیں سن کر فرمایا: جو یہ کہتا ہے کہ میں اپنے بچے سے بغض رکھتی ہوں' وہ جھوٹ بولتا ہے' میں اس کی والدہ ہوں' میں نے اس کو جنم دیا ہے' میں تو اسے اس لئے مارتی ہوں کہ اس کا جسم پختہ ہو جائے تاکہ یہ دشمن کے لشکر کو شکست فاش دے کر کامیاب و کامران گھر کو لوٹے' مار کھانے کی بجائے دوسروں کو مارنے کی ہمت و جرأت سے آراستہ ہو۔

میں اس کو ایک کامیاب جنگجو دیکھنا چاہتی ہوں' میری پٹائی اس کی عسکری تربیت کا ایک حصہ ہے' میرے نقطہ نگاہ کے مطابق جتنی اس کی پٹائی ہوگی اتنی ہی اس کے جسم میں قوت مدافعت پیدا ہوگی۔

واقعہ 3:

سیدہ زبیر رضی اللہ عنہ کی غصیلی طبیعت

سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے فرزند ارجمند سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی شادی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نورچشم سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی' شادی کے وقت ان کے پاس رہنے کے لئے ایک گھر' ایک تلوار' اور ایک گھوڑا تھا۔ گھوڑے کی دیکھ بھال کرنا اور اسے چارہ کھلانا سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے ذمے تھا' سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ طبیعت کے بڑے غصیلے تھے' ایک روز سیدہ اسما رضی اللہ عنہا اپنے سر پر چارے کی گٹھڑی اٹھائے پیدل چلی آ رہیں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھتے ہی اپنی اونٹنی بٹھا دی لیکن انھوں نے حیا اور اپنے خاوند کی غصیلی طبیعت کی بنا پر پیدل چلنے کو ہی بہتر سمجھا۔ جب سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو انہوں نے فرمایا گٹھڑی سر پر اٹھا کر پیدل چلنے سے تو اونٹنی پر سوار ہونا کہیں بہتر تھا۔

واقعہ 4:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو گھٹی دینا

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے چار بیٹے تھے' مصعب بن زبیر' عروہ بن زبیر' جعفر بن زبیر اور عبداللہ بن زبیر۔

جب سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے وادی قباء میں پہنچیں تو عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے' ان کی پیدائش سے مسلمانوں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی' کیونکہ کافی عرصے سے مسلمانوں کے ہاں نرینہ اولاد نہیں ہو رہی تھی' گھر گھر یہ باتیں ہونے لگیں کہ اب مسلمانوں کے ہاں بیٹوں کا پیدا ہونا بند ہو چکا ہے' لہٰذا یہ اب از خود ختم ہو جائیں گے' جب سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو مسلمانوں کے چہرے فرطِ مسرت سے کھلکھلا اٹھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس نومولود کی خبر سن کر بہت خوش ہوئے' اسے گود میں لیا' اہل خانہ کو مبارک باد دی' اپنے دہن مبارک سے اسے گھٹی دی' اس طرح رسول

اللہ ﷺ کا لعاب دہن سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں گیا' انہیں یہ ایک ایسی سعادت ملی اس پر وہ جتنا ناز کریں کم ہے۔

واقعہ 5:

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ

جنگ اُحد میں جب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ ایک دشمن پیچھے سے رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنے کے لئے بالکل تیار ہے' اس نے بپھری ہوئی غضبناک شیرنی کی طرح اس پر اچانک حملہ کر کے اسے بھاگنے پر مجبور کر دیا اور پھر ایک زخمی مجاہد سے نیزہ چھین کر دیوانہ وار دشمن کی طرف پیش قدمی کی' رسول اللہ ﷺ نے اسے غضبناک حالت میں دیکھ کر اس کے بیٹے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اپنی والدہ کو روکو۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا: امی جان رک جائیں' اس نے اپنے بیٹے کو بھرپور جوش سے کہا پیچھے ہٹ جاؤ۔ بیٹے نے کہا: امی جان رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے' آپ رک جائیں۔ اس نے کہا مجھے پتا چلا ہے کہ میرے بھائی حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ناک کان کاٹ دیئے گئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھ کر سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اسے نہ روکو' اس کو تو اپنے بھائی کے بارے میں علم ہو چکا ہے' سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو دیکھا کہ ان کا پیٹ چاک کیا ہوا ہے' ان کے ناک کان کاٹ دیئے گئے ہیں' ان کا جگر نکال لیا گیا ہے اور چہرے پر گہرے زخم لگائے گئے ہیں۔ بہادر بہن نے شہید بھائی کے حق میں مغفرت کی دعا کی اور بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگی:

''بھائی جان یہ سب کچھ اللہ کی راہ میں ہے' میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہوں' اللہ کی قسم! میں صبر کروں گی اور اللہ کے ہاں ثواب کی امید رکھوں گی''۔

واقعہ 6:

سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا سختیاں برداشت کرنا

سیدنا ابوالاسود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ آٹھ سال کی عمر

میں مسلمان ہوئے اور اٹھارہ سال کی عمر میں انہوں نے ہجرت کی۔ ان کے چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ دیتے اور ان کو آگ کی دھونی دیتے اور کہتے کفر کی طرف لوٹ آؤ۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کہتے میں اب کبھی بھی کفر کی طرف نہیں لوٹوں گا۔
(اخرجه ابونعيم فى الحلية :ج ۳ ص ۸۹)

واقعہ 7:

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے جسم پر اللہ کی رہ میں زخم لگنا

حضرت حفص بن خالد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ موصل سے ایک بڑی عمر کے بزرگ ہمارے پاس آئے اور انہوں نے ہمیں بتایا کہ میں ایک سفر میں سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا' ایک چٹیل میدان میں ان کو نہانے کی ضرورت پیش آ گئی جہاں نہ پانی تھا نہ گھاس اور نہ کوئی انسان' انہوں نے کہا (میرے نہانے کے دوران) اچانک میری نگاہ ان کے جسم پر پڑ گئی تو میں نے دیکھا کہ ان کے سارے جسم پر تلوار کے زخموں کے نشان ہیں میں نے ان سے کہا میں نے آپ کے جسم پر اتنے زخموں کے نشان دیکھے ہیں کہ اتنے میں نے کسی کے جسم پر نہیں دیکھے۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم نے دیکھ لیا؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! ان میں سے ہر زخم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور اللہ کے راستہ میں لگا ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس آدمی نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اس نے مجھے بتایا کہ ان کے سینے پر نیزے اور تیر کے زخموں کے نشان تھے۔ (اخرجه ابونعيم ايضاً واخرجه الطبرانى :ج ۹ ص ۱۵۱۔ عند ابى نعيم ايضاً كذافى الحلية:ج ا ص ۹۰)

واقعہ 8:

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی بہادری

سیدنا سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی خاطر سب سے پہلے تلوار سونتنے والے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہیں۔ ایک دن وہ دوپہر کو قیلولہ کر رہے تھے (یعنی

آرام کر رہے تھے) کہ اچانک انہوں نے یہ آواز سنی کہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ (یہ سنتے ہی فوراً) سونتی ہوئی ننگی تلوار لے کر باہر نکلے' یہ اور نبی مکرم ﷺ دونوں ایک دوسرے کو بالکل آمنے سامنے آ کر ملے' نبی اکرم ﷺ نے پوچھا اے زبیر! تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کیا میں نے سنا کہ آپ شہید کر دیئے گئے ہیں نبی کریم ﷺ نے پوچھا پھر تمہارا کیا کرنے کا ارادہ تھا؟ انہوں نے عرض کیا میرا یہ ارادہ تھا کہ میں (آنکھ بند کر کے) مکہ والوں پر ٹوٹ پڑوں' نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ انہی کے بارے میں اسدی شاعر نے یہ اشعار کہے ہیں:

هٰذَاكَ اَوَّلَ سَيْفٍ سُلَّ فِيْ غَضَبٍ لِلّٰهِ سَيْفُ الزُّبَيْرِ الْمُرْتَضٰى اَنَفَا

''سیدنا زبیر مرتضٰی رضی اللہ عنہ سردار کی تلوار ہی وہ تلوار ہے جو اللہ کی خاطر غصہ کرنے میں سب سے پہلے سونتی گئی ہے۔

حَمِيَّةٌ سَبَقَتْ مِنْ فَضْلِ نَجْدَتِهٖ قَدْيَحْبِسُ النَّجْدَاتِ الْمُحْبِسُ الْاَرْفَا

یہ دینی حمیت ہے جو ان کے زیادہ بہادر ہونے کی وجہ سے ظاہر ہوئی ہے اور کبھی زیادہ سننے والا کئی قسم کی بہادریوں کو جمع کر لیا کرتا ہے''۔

سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہونے کے بعد یہ شیطانی آواز سنی کہ حضرت محمد ﷺ گرفتار کر لیے گئے ہیں۔ اس وقت سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی عمر بارہ سال تھی۔ یہ سنتے ہی انہوں نے اپنی تلوار سونت لی اور (حضور ﷺ کی تلاش میں) گلیوں میں بھاگنے لگے۔ نبی کریم ﷺ اس وقت مکہ کے بالائی حصہ میں تھے یہ وہاں ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے' نبی پاک ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے' نبی اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے یہ بات سنی کہ آپ کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا تمہارا کیا ارادہ تھا؟ انہوں نے کہا کہ آپ کو گرفتار کرنے والوں کو اپنی اس تلوار سے مارنے کا ارادہ تھا اس پر نبی کریم ﷺ نے آپ کے لیے اور آپ کی تلوار کے لیے دعا فرمائی۔ اور ان سے فرمایا کہ واپس لوٹ جاؤ یہ سب سے پہلی تلوار ہے جو اللہ کے راستہ میں سونتی گئی تھی۔

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ جنگ احد کے دن طلحہ بن ابی طلحہ عبدری مشرکوں کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھا اس نے مسلمانوں کو اپنے مقابلہ پر میدان میں نکلنے کی دعوت دی۔ چنانچہ لوگ ایک دفعہ تو اس کے ڈر کی وجہ سے رک گئے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لیے نکلے اور چھلانگ لگا کر اس کے اونٹ پر اس کے ساتھ جا بیٹھے۔ (اور اونٹ پر ہی لڑائی شروع ہوگئی) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے طلحہ کو اوپر سے نیچے زمین پر پھینک کر اسے اپنی تلوار سے ذبح کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف فرمائی اور فرمایا ''کہ ہر نبی کا ایک حواری (جان نثار) ہوتا ہے میرے حواری زبیر ہیں۔'' اور فرمایا چونکہ میں نے دیکھا تھا کہ لوگ اس کے مقابلہ میں جانے سے رک گئے تھے اس وجہ سے اگر یہ زبیر اس کے مقابلہ میں نہ جاتے تو میں خود جاتا۔

ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی نے غزوۂ خندق کے دن دشمن کی صف سے باہر نکل کر مسلمانوں کو اپنے مقابلہ کے لیے نکلنے کی دعوت دی۔ چنانچہ اس کے مقابلہ کے لیے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نکلے اور اس پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیئے' اس کی وجہ سے ان کی تلوار میں دندانے پڑ گئے' اور وہ واپس آتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

اِنِّی امْرُؤٌ اَحْمِیْ وَ اَحْتَمِیْ عَنِ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی الْاُمِّیْ

''میں ایسا آدمی ہوں کہ (دشمن سے) اپنی بھی حفاظت کرتا ہوں اور نبی امی حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی حفاظت کرتا ہوں''۔

سیدنا اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مشرک ہتھیار لگائے ہوئے آیا اور ایک اونچی جگہ چڑھ کر کہنے لگا کہ میرے مقابلے کے لیے کون آئے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں سے ایک آدمی سے کہا کیا تم اس کے مقابلہ کے لیے جاؤ گے؟ اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ کی منشاء ہو تو (میں جانے کے لیے تیار ہوں) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ (نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کی طرف) دیکھنے لگے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور ان سے فرمایا (میری پھوپھی) صفیہ کے بیٹے' تم (مقابلہ کے لیے)

کھڑے ہو جاؤ' سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اس کی طرف چل پڑے اور جا کر اس کے برابر کھڑے ہو گئے' پھر دونوں ایک دوسرے پر تلوار کے وار کرنے لگے۔ پھر دونوں آپس میں گتھم گتھا ہو گئے' پھر دونوں نیچے کو لڑھکنے لگے' اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: جو بھی گڑھے میں پہلے گرے گا وہی مارا جائے گا' چنانچہ حضور ﷺ نے اور مسلمانوں نے (سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے) دعا کی۔ چنانچہ وہ کافر (گڑھے) میں پہلے گرا' پھر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اس کے سینے پر جا گرے اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے دن مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ قلعہ میں رکھا گیا اور میرے ساتھ عمر بن ابی سلمہ بھی تھے (یہ دونوں بچے تھے) وہ میرے سامنے جھک کر کھڑے ہو جاتے اور میں ان کی کمر پر چڑھ کر (قلعہ سے باہر لڑائی کا منظر) دیکھنے لگ جاتا۔ چنانچہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ کبھی یہاں حملہ کرتے اور کبھی وہاں۔ جو چیز بھی ان کے سامنے آتی وہ لپک کر اس کی طرف جاتے۔ شام کو جب وہ ہمارے پاس قلعہ میں آئے تو میں نے کہا اے ابا جان! آج آپ جو کچھ کرتے رہے ہیں میں اسے دیکھتا رہا۔ انہوں نے کہا اے میرے بیٹے! کیا تم نے مجھے دیکھا؟ میں نے کہا جی ہاں انہوں نے کہا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے غزوۂ یرموک کے دن سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم (کافروں پر) حملہ نہیں کرتے تا کہ ہم بھی تمہارے ساتھ حملہ کریں۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں نے حملہ کیا تو تم اپنی بات پوری نہیں کر سکو گے اور میرا ساتھ نہیں دے سکو گے۔ انہوں نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے (بلکہ آپ کا ساتھ دیں گے) چنانچہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کافروں پر اس زور سے حملہ کیا کہ ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے دوسری طرف نکل گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی ان کے ساتھ نہ تھا' پھر وہ اسی طرح دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے واپس آئے تو کافروں نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر ان کے کندھے پر تلوار کے دو وار

اس جگہ پر کیے جوان کو جنگ بدر والے زخم کے دائیں بائیں لگے۔

سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں چھوٹا تھا اور ان زخموں کے نشانات میں انگلیاں دے کر کھیلا کرتا تھا اور (غزوۂ یرموک کے) اس دن سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی ان کے ساتھ تھے۔ اور ان کی عمر اس وقت دس سال تھی اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک گھوڑے پر سوار کر کے ایک آدمی کے سپرد کر دیا تھا۔

البدایۃ میں اس جیسی روایت ہے جس میں یہ ہے کہ حضرات صحابہ دوبارہ وہی درخواست لے کر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے وہی کارنامہ کر دکھایا جو پہلے دکھایا تھا۔(ذکرہ فی البدایۃ :ج۸ص۱۱)

واقعہ 9:

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا مال تقسیم کرنا

حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ہزار غلام تھے جو انہیں مال کما کر دیا کرتے تھے' وہ ہر شام کو ان سے مال لے کر رات ہی کو سارا تقسیم کر دیتے اور جب گھر واپس جاتے تو اس میں سے کچھ بھی بچا ہوا نہ ہوتا۔

(اخرجه ابو نعیم فی الحلیۃ : ج ۱ ص ۹۰)

واقعہ 10:

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی وصیت

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنگ جمل کے دن (میرے والد) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو مجھے بلایا میں ان کے پہلو میں آکر کھڑا ہو گیا تو انہوں نے کہا اے میرے بیٹے! آج جو بھی قتل ہو گا اسے فریق مخالف ظالم سمجھے گا اور وہ خود اپنے آپ کو مظلوم سمجھے گا اور مجھے ایسا نظر آرہا ہے کہ میں بھی آج ظلماً قتل ہو جاؤں گا اور مجھے سب سے زیادہ فکر اپنے قرضے کی ہے' تمہارا کیا خیال ہے قرضہ ادا کرنے کے بعد ہمارے مال میں سے کچھ بچے گا' اے میرے بیٹے! میرا مال بیچ کر قرضہ ادا کر دینا پھر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت فرمائی کہ قرضہ ادا کرنے کے بعد جو مال بچے اس کا

ایک تہائی (ورثاء کے علاوہ) دوسروں کو دے دیا جائے اور اس ایک تہائی کا ایک تہائی (یعنی بچے ہوئے مال کا نواں حصہ) سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی اولاد کو دے دیا جائے (کیونکہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بچے بڑے تھے بلکہ ان کی شادیاں بھی ہو چکی تھیں) چنانچہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے کچھ بیٹے حضرت خبیب اور حضرت عباد (عمر میں یا مال کے حصہ میں) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے بعض بیٹوں کے برابر تھے اور خود سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے قرضہ کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! اگر میرے قرض کی ادائیگی میں کچھ مشکل پیش آئے تو میرے مولیٰ سے مدد لے لینا' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے آپ سے پوچھا: آپ کے مولیٰ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ' چنانچہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب بھی مجھے ان کے قرضے کے بارے میں کوئی مشکل پیش آتی تو میں کہتا اے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے مولیٰ! سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کا قرضہ ادا کرا دے' اللہ تعالیٰ فوراً اس کا انتظام فرما دیتے۔ چنانچہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اس دن شہید ہو گئے انہوں نے ترکہ میں کوئی دینار یا درہم نہ چھوڑا' البتہ چند زمینیں' مدینہ میں گیارہ گھر' بصرہ میں دو گھر' کوفہ میں ایک گھر اور مصر میں ایک گھر چھوڑا۔ ان چند زمینوں میں سے ایک زمین (مدینہ سے چند میل دور) غابہ کی تھی سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ پر اتنا قرضہ اس وجہ سے ہوا کہ ان کے پاس جو آدمی اپنا مال بطور امانت رکھوانے آتا اس سے فرماتے میرے پاس امانت نہ رکھواؤ' مجھے ڈر ہے کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے اس لیے مجھے بطورِ قرض دے دو (جب ضرورت ہو لے لینا اور لوگوں سے لے کر دوسروں پر خرچ کر دیتے) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نہ کبھی امیر بنے اور نہ کبھی خراج زکوٰۃ وغیرہ وصول کرنے کی ذمہ داری لی۔

البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' سیدنا ابوبکرؓ سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے رہے (اور ان غزوات سے جو مال غنیمت ملا اس سے ان کی اتنی جائیداد ہو گئی تھی) بہرحال میں نے اپنے والد کے قرض کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ نکلا۔

ایک دن سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: اے میرے بھتیجے! میرے بھائی (سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ) پر کتنا قرض ہے؟ میں نے چھپاتے ہوئے کہا ایک لاکھ (جتنا بتایا اس میں تو سچے ہیں) سیدنا حکیم رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! میرے خیال میں تو تمہارا سارا مال اس قرضہ کی ادائیگی کے لیے کافی نہیں ہوگا' میں نے کہا اگر بائیس لاکھ قرضے کی ادائیگی ہوسکتی ہے' انہوں نے کہا میرے خیال میں تو تم اسے ادا نہیں کر سکتے' اس لیے اگر تمہیں قرضہ کی ادائیگی میں کوئی مشکل پیش آئے تو مجھ سے مدد لے لینا سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی' میں نے اس کی قیمت لگوائی تو سولہ لاکھ قیمت لگی (میں نے ساری زمین کے سولہ حصے بنائے تھے ایک حصہ کی قیمت ایک لاکھ لگی) پھر میں نے کھڑے ہو کر اعلان کیا جس کا سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ذمہ کوئی حق ہو وہ ہمیں غابہ میں آ کر مل لے تاکہ اس کا قرض اسے دیا جائے' سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ذمہ چار لاکھ درہم تھے انہوں نے مجھ سے آ کر کہا اگر تم کہو تو میں تمہاری خاطر یہ قرضہ چھوڑ دیتا ہوں! میں نے کہا نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے پھر انہوں نے کہا اگر تم چاہو تو میرا قرضہ آخر میں ادا کر دینا' میں نے کہا نہیں آپ ابھی لے لیں۔

انہوں نے کہا اچھا پھر مجھے اس زمین میں سے میرے قرضے کے بقدر ٹکڑا دے دو' میں نے کہا یہاں سے لے کر وہاں تک آپ کی زمین ہے۔ چنانچہ غابہ کی زمین کو بیچ کر میں قرضہ ادا کرتا رہا یہاں تک کہ سارا قرضہ ادا ہو گیا اور غابہ کی زمین (کے سولہ حصوں) میں سے ساڑھے چار حصے بچ گئے۔ میں بعد میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ (کے زمانہ خلافت میں ان) کے پاس گیا۔ اس وقت ان کے پاس سیدنا عمرو بن عثمان' سیدنا منذر بن زبیر اور سیدنا ابن زمعہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: تم نے غابہ کی زمین کی کیا قیمت لگائی؟ میں نے کہا (اس کے سولہ حصے کیے تھے اور) ہر حصہ ایک لاکھ کا بنا تھا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا اب کتنے حصے باقی ہیں؟ میں نے کہا ساڑھے چار حصے۔ سیدنا منذر بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ایک حصہ میں نے ایک لاکھ میں خرید لیا' پھر سیدنا عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا ایک حصہ میں نے ایک لاکھ میں خرید لیا'

پھر سیدنا ابن زمعہ رضی اللہ عنہ نے کہا ایک حصہ میں نے ایک لاکھ میں خرید لیا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا اب کتنے حصے رہ گئے؟ میں نے کہا ڈیڑھ انہوں نے کہا ڈیڑھ لاکھ میں میں نے اسے خرید لیا۔ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے اپنا حصہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چھ لاکھ میں بیچا۔ جب میں سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے قرضے کی ادائیگی سے فارغ ہوا تو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی اولاد یعنی میرے بہن بھائیوں نے کہا اب میراث ہمارے درمیان تقسیم کر دیں۔

میں نے کہا نہیں اللہ کی قسم! میں تم لوگوں کے درمیان میراث اس وقت تک تقسیم نہیں کروں گا۔ جب تک میں چار سال ایامِ حج میں یہ اعلان نہیں کر لیتا کہ جس کا سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ذمہ کوئی قرضہ ہو وہ ہمارے پاس آ جائے ہم اس کا قرضہ ادا کریں گے۔ چنانچہ میں ہر سال موسم حج میں یہ اعلان کرتا رہا جب چار سال گزر گئے تو پھر میں نے ان کے درمیان میراث تقسیم کی سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک تہائی مال کی وصیت کی تھی وہ تہائی مال دینے کے بعد ہر بیوی کو بارہ لاکھ ملے لہٰذا ان کا سارا مال پانچ کروڑ دو لاکھ ہوا۔ (اخرجہ البخاری)

❀❀❀

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی مرحلے میں اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ یہ اسلام قبول کرنے کے حوالے سے تقریباً چوتھے نمبر پر تھے۔ اسلام قبول کرنے کے سلسلے میں وہ خود بیان کرتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے سے تین راتیں پہلے میں نے خواب دیکھا کہ میں خوفناک تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہوں۔ میں تاریخ اور پر آشوب سمندر میں ہچکولے کھا رہا ہوں' اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چاند جگمگا رہا ہے' میں اس کی طرف لپکا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مجھ سے پہلے کچھ لوگ چاند کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ میں نے غور سے دیکھا تو مجھے زید بن حارثہ' علی بن ابی طالب اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم دکھائی دیئے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کب تشریف لائے' انہوں نے بتایا بس ابھی آئے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو مجھے پتہ چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طور پر دین کی دعوت دے رہے ہیں' میں بھانپ گیا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے فضل و کرم سے مجھے کفر و ضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر رشد و ہدایت کی روشنیوں تک پہنچا دیں۔ میں اسی وقت آپ کی تلاش میں چل نکلا۔ محلہ جیاد ایک گھاٹی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر سے فارغ ہو چکے تھے۔ میں نے اسلام قبول کرنے کی تمنا کی۔ آپ نے کمال محبت و شفقت سے مجھے دائرہ اسلام میں داخل کر لیا۔ اس وقت وہی عالی مقام تین حضرات میرے سامنے آئے جنہیں میں نے خواب میں دیکھا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میری والدہ کو میرے اسلام قبول

کرنے کا پتہ چلا تو وہ غصہ سے بے قابو ہوگئیں۔

مجھے اپنی والدہ سے بڑی عقیدت اور محبت تھی۔ میں اس کی خدمت اپنے لیے بہت بڑا اعزاز سمجھتا تھا۔ اس نے مجھ سے خفا ہو کر پوچھا: اے سعد! یہ کیسا دین ہے کہ جس نے تجھے اپنے ماں باپ کے دین سے منحرف کر دیا۔ تم اس دین کو چھوڑ دو ورنہ میں ساری عمر کچھ نہ کھاؤں گی اور نہ ہی پانی پیوں گی اور اسی حالت میں میری موت واقع ہو جائے گی۔ غم سے تیرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ ندامت و شرمندگی تیرا مقدر بن جائے گی۔ اور زندگی بھر لوگ تجھے طعنے دیتے رہیں گے۔ یہ اپنی والدہ کا قاتل ہے۔ اس کی وجہ سے اس کی ماں اس دنیا سے رخصت ہوگئی۔ میں نے اس کی باتیں سن کر کہا امی جان اللہ کے لیے ایسا نہ کرنا' مجھے آپ کے ساتھ والہانہ محبت وعقیدت ہے۔ لیکن یہ دین مجھے آپ سے بھی زیادہ پیارا ہے۔ میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ لیکن وہ اپنی ضد پر قائم رہی۔ اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ کئی روز اس نے کھائے پیے بغیر گزار دیئے۔ جس سے اس کا جسم لاغر ہو گیا' ہڈیاں کمزور ہوگئیں۔ میں تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد اس کے پاس جاتا اور التجا کرتا کہ کچھ کھا پی لے' لیکن وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت سے انکار کر دیتی اور بڑے وثوق سے کہتی کہ میں مرتے دم تک نہ کچھ کھاؤں گی اور نہ پانی پیوں گی۔

ہاں اگر تجھے میری زندگی عزیز ہے تو میری ایک ہی شرط ہے تو اس دین کو چھوڑ دے۔ جب میں نے یہ صورت حال دیکھی تو میں نے پوری وضاحت کے ساتھ کہہ دیا: امی جان بلاشبہ مجھے آپ سے محبت ہے۔ لیکن آپ سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ مجھے محبوب ہیں۔ اللہ کی قسم! تیرے جسم میں ہزار جان بھی ہو اور وہ قفس عنصری سے پرواز کر جائے' تب بھی میں اپنے اس دین کو نہیں چھوڑوں گا۔ جب ماں نے میرا یہ پختہ عزم دیکھا تو اسے یقین آ گیا کہ میں اس نازک ترین صورت حال سے متاثر ہو کر اپنا دین قطعاً نہیں چھوڑوں گا۔ تو اس نے بادل نخواستہ کھانے کے

چند لقمے لیے اور تھوڑا سا پانی پیا۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کو بہت تقویت ملی۔

واقعہ 1:

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

المعجم الکبیر طبرانی میں عامر الشعبی سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تیری دعا کو شرفِ قبولیت کب ملا؟ فرمایا: اُحد کے دن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تیر چلا رہا تھا' تیر کمان میں رکھ کر یہ دعا مانگتا' الٰہی ان کے قدم لڑکھڑا دے' الٰہی ان کے دلوں پر رعب طاری کر دے' الٰہی انہیں تباہ و برباد کر دے۔ تو اس موقعے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

((اَللّٰھُمَّ اِسْتَجِبْ لِسَعْدٍ)).

''الٰہی! سعد کی دعاء کو قبول کرو''۔

واقعہ 2:

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دینا

المعجم الاوسط طبرانی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھی' تو رات کے وقت مجھے خوف لاحق ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے کیا ہوا؟ میں نے کہا اندھیری رات میں مجھے ڈر لگتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایک ایسے شخص کو ہمارے پاس بھیجے گا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ وہ رات بھر ہمارا پہرہ دے گا۔ یہ باتیں ابھی ہو ہی رہی تھیں کہ ہماری طرف ایک سایہ بڑھتا ہوا دکھائی دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں سعد بن ابی وقاص ہوں اور پہرہ دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تکیے پر سر رکھ کر سو گئے۔

واقعہ 3:

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کا خواب

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے پہلی دعوت میں اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لی' یہ اسلام قبول کرنے والے چوتھے شخص ہیں۔ اسلام قبول کرنے کے واقعے کو وہ خود بیان کرتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے سے تین راتیں پہلے میں نے خواب دیکھا کہ میں خوفناک تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہوں اور میں تاریک اور پر آشوب سمندر میں ہچکولے کھا رہا ہوں' اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چاند جگمگا رہا ہے' میں اس کی طرف لپکا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مجھ سے پہلے کچھ لوگ چاند کے قریب پہنچ چکے ہیں' میں نے غور سے دیکھا تو مجھے سیدنا زید بن سیدنا حارثہ' علی بن ابی طالب اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم دکھائی دیئے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کب تشریف لائے' انہوں نے بتایا بس ابھی آئے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو مجھے پتہ چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طور پر دین کی دعوت دے رہے ہیں' میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں' اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے فضل و کرم سے مجھے کفر و ضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر رشد و ہدایت کی روشنیوں میں داخل کر دیں۔ چنانچہ میں اسی وقت آپ کی تلاش میں چل نکلا۔ محلہ جیاد ایک گھاٹی میں میری آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر سے فارغ ہو چکے تھے۔ میں نے اسلام قبول کرنے کی تمنا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال محبت و شفقت سے مجھے دائرہ اسلام میں داخل کر لیا۔ اس وقت وہی تین عظیم المرتبت حضرات میرے سامنے آئے جنہیں میں نے خواب میں دیکھا تھا۔

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میری والدہ کو میرے اسلام قبول

کرنے کا پتہ چلا تو وہ غصہ سے بے قابو ہو گئیں۔

مجھے اپنی والدہ سے بڑی عقیدت اور محبت تھی' میں ان کی خدمت اپنے لئے بہت بڑا اعزاز سمجھتا تھا۔ اس نے مجھ سے نالاں ہو کر پوچھا: اے سعد! یہ کیسا دین ہے کہ جس نے تجھے اپنے ماں باپ کے دین سے منحرف کر دیا' تم اس دین کو چھوڑ دو ورنہ میں ساری عمر کچھ نہ کھاؤں گی اور نہ ہی کچھ پیوں گی اور اسی حالت میں میری موت واقع ہو جائے گی' غم سے تیرا کلیجہ پھٹ جائے گا' ندامت و شرمندگی تیرا مقدر بن جائے گی' اور زندگی بھر لوگ تجھے طعنے دیتے رہیں گے' کہ یہ اپنی والدہ کا قاتل ہے۔ اس کی وجہ سے اس کی ماں اس دنیا سے رخصت ہو گئی۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ان کی باتیں سن کر کہا امی جان اللہ کے لئے ایسا نہ کرنا' مجھے آپ کے ساتھ والہانہ محبت وعقیدت ہے۔ لیکن یہ دین مجھے آپ سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ لیکن وہ اپنی ضد پر قائم رہی۔ میری والدہ نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ کئی روز اس نے کھائے پئے بغیر گزار دیئے۔ جس سے اس کا جسم لاغر ہو گیا' ہڈیاں کمزور ہو گئیں۔ میں تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد اس کے پاس جاتا اور التجا کرتا کہ کچھ کھا پی لیں' لیکن وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت سے انکار کر دیتی اور بڑے وثوق سے کہتی کہ میں مرتے دم تک نہ کچھ کھاؤں گی اور نہ کچھ پیئوں گی۔

ہاں اگر تجھے میری زندگی عزیز ہے تو میری ایک ہی شرط ہے تو اس دین کو چھوڑ دے۔ جب میں نے یہ صورت حال دیکھی تو میں نے انھیں پوری وضاحت کے ساتھ کہہ دیا: امی جان بلاشبہ مجھے آپ سے محبت ہے۔ لیکن آپ سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول علیہ السلام مجھے محبوب ہیں۔ اللہ کی قسم آپ کے جسم میں ہزار جان بھی ہو اور وہ قفس عنصری سے پرواز کر جائے' تب بھی میں اپنے اس دین کو نہیں چھوڑوں گا۔

جب میری ماں نے میرا یہ پختہ عزم دیکھا تو اسے یقین آ گیا کہ میں اس

نازک ترین صورت حال سے متاثر ہو کر اپنا دین قطعاً نہیں چھوڑوں گا۔ تو اس نے بادل نخواستہ کھانے کے چند لقمے لئے اور تھوڑا سا پانی پیا۔ یہ منظر دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آیت نازل کر دی:

﴿ وَ اِن جَاهَدَاكَ عَلٰى ان تُشْرِكْ بِى مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ﴾ [سورہ لقمان : ۱۵]

''اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتے رہنا''۔

واقعہ 4:

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی تیراندازی

جنگ احد میں جب درہ خالی ہو جانے کی وجہ سے دشمن نے مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کر دیا' تو رسول اللہ ﷺ کے پاس چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی رہ گئے' باقی اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ اس نازک ترین موقع پر سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے کمال جرأت' شجاعت اور مہارت سے تیراندازی کی کہ دشمنوں میں سے جس کو تیر لگتا وہ وہیں ڈھیر ہو جاتا' اس میدان میں ان کا کوئی نشانہ بھی خطا نہ گیا' جب رسول اللہ ﷺ نے یہ ماہرانہ تیراندازی دیکھی تو انھیں حوصلہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''سعد تیراندازی جاری رکھو' میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں''۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ساری عمر اس بات پر فخر کرتے رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے بارے میں "فداك اُمّی و اَبی" کے الفاظ فرمائے ہیں۔ میرے علاوہ کسی کے لئے یہ الفاظ استعمال نہیں کئے' مجھے اپنے اس اعزاز پر ناز ہے۔

واقعہ 5:

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی وفات

جب آپ کی عمر اسی برس کی ہوئی' آپ اس وقت گھر میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہے تھے کہ موت کا پیغام آ گیا۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند بیان کرتے ہیں کہ ابا جان کا سر میری گود میں تھا' میں یہ منظر دیکھ کر آبدیدہ ہو گیا' انہوں نے مجھ سے فرمایا' بیٹا کیوں رو رہے ہو' مطمئن رہو یقیناً اللہ مجھے عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا۔ میں اللہ کے فضل و کرم سے جنت میں جاؤں گا' کیونکہ اپنے جنتی ہونے کی بشارت میں نے خود رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنی ہے۔ پھر انہوں نے ایک الماری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں ایک چادر پڑی ہے یہ بابرکت چادر میں نے سنبھال کر رکھی ہے' غزوہ بدر کے دوران یہ چادر میں نے اپنے جسم پر لپیٹی ہوئی تھی' یہ چادر میرے کفن میں شامل کر دینا اگرچہ پرانی ہے لیکن کوئی بات نہیں' یہ چادر بڑی بابرکت ہے' میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ تاریخی اور بابرکت چادر میرے ساتھ قبر میں جائے' آپ نے یہ کہا کہ آپ کی پاکیزہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

واقعہ 6:

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے' ان کے بیٹے سیدنا عامر بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ابا جان نے ایک شخص کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ' سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے ہوئے سنا تو آپ نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا' لیکن وہ اپنی حرکت سے باز نہ آیا۔ آپ نے غصے سے کہا: باز آ جاؤ ورنہ میں تیرے خلاف بددعا کروں گا۔ وہ یہ سن کر کہنے لگا: میں اس سے باز نہیں آؤں گا بھلے آپ میرے خلاف بددعا کہہ دیں اس کی تلخ اور درشت باتیں سن کر آپ واپس آئے'

وضو کیا اور دو رکعت نماز کر کے ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی: الٰہی تو جانتا ہے کہ یہ شخص ایسے پاکباز لوگوں کو گالیاں دے رہا ہے جن کی نیکیوں سے تو راضی ہے۔ الٰہی تو اس شخص کو دوسرے لوگوں کے لئے عبرت بنا دے۔

سیدنا عامر بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابا جان ابھی دعا سے فارغ ہی ہوئے تھے' کہ ایک اونٹنی رسی تڑا کر بھاگتی ہوئی لوگوں کے ہجوم میں داخل ہوئی اور ان میں سے ایک شخص کے سر کو اپنے منہ میں دبوچ کر اوپر اٹھایا اور اسے جھٹکے دینے لگی جس سے اس کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا' وہ دیکھتے ہی دیکھتے لقمہ اجل اور نشان عبرت بن گیا۔ لوگ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ وہی شخص تھا جو جنت کی بشارت پانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تھوڑی دیر پہلے برا بھلا کہہ رہا تھا۔ اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف بد دعا کی تھی کہ الٰہی اسے دوسرے لوگوں کے لئے عبرت بنا دے۔ واقعی وہ دیکھتے ہی دیکھتے عبرت کا نشان بن گیا۔

واقعہ 7:

نبی کریم ﷺ کی دعا سے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کا بیماری سے شفا پانا

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بڑے مالدار اور صاحب جائداد تھے۔ حجۃ الوداع میں یہ بیمار ہو گئے' رسول اللہ ﷺ ان کی تیمار داری کے لئے تشریف لائے تو آپ نے رسول پاک ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں مالدار ہوں' میرے پاس اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا بہت کچھ ہے' کیا میں اپنے مال کا دو تہائی اللہ کی راہ میں دے دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! دو تہائی بہت زیادہ ہے۔ آپ نے فرمایا: آدھا مال اللہ کی راہ میں دے دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں آدھا بھی زیادہ ہے۔ پھر عرض کیا' ایک تہائی یعنی پورے کا تیسرا حصہ اللہ کی راہ میں دے دوں۔ آپ نے فرمایا ہاں تیسرا حصہ کافی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے سعد! یاد رکھو وارثوں کو مالدار چھوڑ کر دنیا سے

جانا' اس سے کہیں بہتر ہے کہ انہیں مفلس و کنگال چھوڑ کر جائے' اور وہ لوگوں سے دست سوال دراز کرتے پھریں۔ سیدنا سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی بیماری دن بدن پیچیدہ ہوتی چلی جارہی تھی' انہیں مدینہ منورہ سے بہت زیادہ محبت تھی' ان کی یہ دلی خواہش تھی کہ موت مدینہ منورہ میں آئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بے چینی و اضطراب دیکھ کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھا' اور تین مرتبہ یہ دعا کی۔

الٰہی سعد کو شفا عطا فرما۔ آپ کا یہ دعا کرنا تھا کہ بیماری کافور ہوگئی۔ اس کے بعد طویل زندگی پائی اور اسلام کی سر بلندی کے لئے بڑے گرانقدر کارنامے سر انجام دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دن یہ بشارت بھی دی' اے سعد! تم اس وقت تک فوت نہیں ہوگے جب تک تیرے ذریعے ایک قوم کو فائدہ اور ایک قوم کو نقصان نہیں ہوگا۔ آپ کی یہ پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی' اہل عجم کو ان کے ہاتھوں نقصان اٹھانا پڑا اور عربوں کو ان سے خاطر خواہ فائدہ ہوا۔ صحت یاب ہونے کے بعد انہوں نے اور شادیاں بھی کیں جن سے کثیر اولاد ہوئی' ان کے چونتیس بیٹے بیٹیاں تھیں۔

واقعہ 8:

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کیلئے جنت کی بشارت

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ خشیت الٰہی کے باعث بہت زیادہ رویا کرتے تھے' جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سنتے تو بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محفل میں رونق افروز تھے' آپ نے اوپر دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: ابھی تمہارے پاس ایک جنتی شخص آ رہا ہے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس خوش نصیب کو دیکھنے کے مشتاق ہوئے' اتنے میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کافی دیر تک ٹکٹکی لگا کر انھیں دیکھتے رہے۔ کہ یہ کس قدر خوش نصیب ہیں کہ جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔

واقعہ 9:

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضرت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجاز کے علاقہ ''رابغ'' کی جانب ایک جماعت کو بھیجا جس میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ مشرکین نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اس دن سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے تیروں سے مسلمانوں کی خوب حفاظت کی' سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے اللہ کے راستے میں تیر چلایا اور یہ اسلام کی سب سے پہلی جنگ تھی' اور سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے تیر چلانے کے بارے میں یہ اشعار کہے:

اَلَا هَلْ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنِّیْ　　　حَمَیْتُ اَصْحَابِیْ بِصُدُوْرِ نَبْلِیْ

''ذرا غور سے سنو! کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچ گئی ہے کہ میں نے اپنے تیروں کی نوک سے اپنے ساتھیوں کی حفاظت کی ہے؟

اَذُوْدُ بِهَا عَدُوَّهُمْ زِیَادًا　　　بِکُلِّ حَزُوْنَةٍ وَ بِکُلِّ سَهْلٍ

ہر سخت اور ہر نرم زمین میں' میں نے مسلمانوں کے دشمن کو تیروں کے ذریعہ خوب اچھی طرح بھگایا ہے۔

فَمَا یُعْتَدُّ رَامٍ فِیْ عُدُوٍّ　　　بِسَهْمٍ یَّارَسُوْلَ اللّٰهِ قَبْلِیْ

یا رسول اللہ! کوئی بھی مسلمان مجھ سے پہلے دشمن پر تیر چلانے والا شمار نہیں کیا جاتا (کیونکہ میں نے سب سے پہلے تیر چلایا ہے)''۔

حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد کے دن ایک تیر سے تین کافروں کو قتل کیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ دشمن نے ان کی طرف تیر پھینکا انہوں نے وہ تیر کافروں پر چلایا اور ایک کو قتل کر دیا۔ کافروں نے وہ تیر پھر ان پر چلایا۔ انہوں نے اس تیر کو لے کر کافروں پر دوبارہ چلا دیا۔ اور ایک اور کافر کو قتل کر دیا۔ کافروں نے وہ تیر ان پر تیسری مرتبہ چلایا انہوں نے پھر وہ تیر لے کر ان کافروں

پر چلایا اور تیسرے کافر کو قتل کر دیا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے اس کارنامے سے مسلمان بہت خوش ہوئے اور بڑے حیران ہوئے۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یہ تیر مجھے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ (کافروں کی طرف سے آیا ہوا یہ تیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکڑایا ہوگا)
راوی کہتے ہیں کہ (اس دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن سیدنا سعد رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کبھی سوار ہو کر لڑتے اور کبھی پیادہ پا۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ تھے تو پیادہ لیکن دوڑتے سوار کی طرح تھے۔ (اخرجہ ابن عساکر کذا فی منتخب الکنز: ج۵ص۷۲)

واقعہ 10:

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جہاد کے لیے ترغیب دینا

حضرت محمد، سیدنا طلحہ اور سیدنا زیاد رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جنگ قادسیہ کے دن سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا سب سے پہلے انہوں نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴾

''اور ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں نصیحت کے پیچھے۔ کہ زمین پر مالک ہوں گے میرے نیک بندے''۔

یہ زمین تمہاری میراث ہے اور تمہارے رب نے تمہیں یہ دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اور تین سال سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس زمین کو استعمال کرنے کا موقع دیا ہوا ہے۔ تم خود بھی اس میں سے کھا رہے ہو اور دوسروں کو بھی کھلا رہے ہو اور یہاں کے رہنے والوں کو قتل کر رہے ہو اور ان کا مال سمیٹ رہے ہو اور آج تک ان کی عورتوں

اور بچوں کو قید کر رہے ہو۔

غرضیکہ گزشتہ تمام جنگوں میں تمہارے جری لوگوں نے ان کو بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ اور اب تمہارے سامنے ان کا یہ بہت بڑا لشکر جمع ہو کر آ گیا ہے (اس لشکر کی تعداد دو لاکھ بتائی جاتی ہے) اور تم عرب کے سردار اور معزز لوگ ہو اور تم میں سے ہر ایک اپنے قبیلہ کا بہترین آدمی ہے اور تمہارے پیچھے رہ جانے والوں کی عزت تم سے ہی وابستہ ہے۔ اگر تم دنیا کی بے رغبتی اور آخرت کا شوق اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا اور آخرت دونوں دیں گے، اور دشمن سے لڑنے سے موت واقع نہیں ہوتی۔ اگر تم بزدل بن گئے اور تم نے کمزوری دکھائی تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور تم اپنی آخرت برباد کر لو گے۔

ان کے بعد سیدنا عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: یہ عراق وہ علاقہ ہے کہ جس کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مغلوب کر دیا ہے اور تین سال سے تم ان کا بہت زیادہ نقصان کر رہے ہو، تم ہی کامیاب و کامران ہو کیونکہ اللہ تمہارے ساتھ ہے، اگر تم ثابت قدم رہے اور تم نے اچھی طرح تلوار اور نیزے کو چلایا تو ان کے مال ان کے بیوی بچے اور ان کے علاقے سب تمہارے زیرنگیں ہو جائیں گے اور اگر تم نے کمزوری دکھائی اور بزدل بنے تو دشمن تم پر غالب آ جائے گا۔

اللہ تمہاری ان باتوں سے حفاظت فرمائے، اگر تم نے بزدلی کا مظاہرہ کیا تو یہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے، اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو اور گزشتہ جنگوں میں جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد اور نصرت کی ہے اسے یاد کرو۔

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ تمہارے پیچھے سرزمین عرب تو بس بیابان اور چٹیل میدان ہی ہے، نہ تو اس میں کوئی ایسی سایہ کی جگہ ہے جس میں پناہ لی جا سکے اور نہ کوئی ایسی پناہ گاہ ہے جس کے ذریعہ اپنی حفاظت کی جا سکے، تم تو اپنا مقصود آخرت کو بناؤ۔ (اخرجه ابن جرير الطبري ج ۴ ص ۴۴)

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دو روز بعد ہی اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لی تھی۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد تمام تر سختیاں انتہائی صبر و تحمل سے برداشت کیں۔ یہ ان مہاجرین میں شامل تھے جنہوں نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کا سفر اختیار کیا تھا۔ حبشہ سے واپس آنے کے بعد جب قریش مکہ نے مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تو سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے۔

مدینہ منورہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان دینی اخوت کا رشتہ قائم کیا' جب یہ آپس میں دینی بھائی قرار دے دیئے گئے تو سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے اپنے دینی بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا' بھائی جان اہل مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار ہوں' میرے دو باغ ہیں اور دو بیویاں ان میں سے جو باغ آپ کو پسند ہے میں اسے آپ کے نام ہبہ کر دیتا ہوں' میں ایک بیوی کو طلاق دے دیتا ہوں' آپ اس سے نکاح کر کے اپنا گھر بسائیں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ پیش کش سن کر فرمایا: اللہ آپ کے اہل وعیال اور مال و دولت میں برکت عطا کرے' آپ مجھے منڈی کا پتہ بتا دیں' میں وہاں محنت کر کے کماؤں گا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے مدینہ منورہ کی منڈی میں تجارت کا پیشہ اختیار کیا اور اس کے کاروبار میں اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ برکت عطا کی'

تھوڑے ہی عرصے میں اس کے پاس اچھی خاصی رقم جمع ہوگئی۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان سے عطر کی مہک آ رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ خوشبو کیسی ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے شادی کر لی ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ بیوی کو کتنا مہر دیا ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے اسے سونے کی ایک ڈلی دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ہی ذبح کرو' اللہ تعالیٰ تیرے مال و دولت میں برکت عطا کرے۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں اپنے مقابلے میں آنے والے عمیر بن عثمان بن کعب کا تلوار سے سر قلم کر دیا۔

جنگ اُحد میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے جسم پر اکیس گہرے زخم لگے' ایک زخم ٹانگ پر لگا جس کی وجہ سے ساری عمر لنگڑا کر چلتے رہے۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں دل کھول کر مال دیا' ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے لشکر ترتیب دیا اور یہ اعلان کیا کہ میں لشکر روانہ کرنا چاہتا ہوں' لہٰذا جہاد فنڈ میں چندہ دو۔ یہ اعلان سنتے ہی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنے گھر گئے اور واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ گھر میں چار ہزار دینار تھے' ان میں سے دو ہزار جہاد فنڈ کے لیے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں قبول کیجیے۔ اور دو ہزار دینار گھر کے اخراجات کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔ آپ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: جو تو نے اللہ کی راہ میں پیش کیے وہ اللہ قبول فرمائے اور جو اہل و عیال کے لیے گھر میں چھوڑ آئے اللہ تعالیٰ ان میں برکت عطا کرے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ امہات المومنین کی بہت زیادہ خدمت کیا کرتے تھے۔ جب ان میں سے کوئی حج کے لیے جانا چاہتی تو اس کے لیے سواری کا انتظام کرتے' آرام دہ ہودج تیار کرواتے' خود سفر میں ساتھ جاتے۔ راستے میں جہاں

پڑاؤ کرنا ہوتا وہاں قیام کے لیے انتظام کرتے۔ امہات المومنین حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حسن سلوک سے بہت متاثر تھیں اور وہ ان کے حق میں دعا کرتیں۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو زندگی میں جنت کی بشارت دے دی۔ جب فوت ہوئے تو سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ رسول اللہ ﷺ کے ماموں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے انہیں قبر میں اتارا۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے انہیں خراج تحسین پیش کیا۔

واقعہ 1:

فرشتے سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے لڑتے ہیں

المعجم الکبیر طبرانی میں حارث انصاری سے مروی ہے' کہتے ہیں غزوۂ اُحد کے دوران نبی کریم ﷺ نے پہاڑ کی ایک گھاٹی میں مجھ سے پوچھا' کیا تو نے سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے' میں نے عرض کی ہاں میں نے اسے پہاڑ پر دیکھا کہ مشرکین اس پر حملہ آور ہیں' میں نے انھیں مشرکین سے بچانے کا ارادہ کیا تو میری نظر آپ پر پڑی' لہٰذا میں ادھر آ گیا' آپ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

((أَمَا إِنّ الملائكة لتقَاتِلُ مَعَهٗ)).

''فرشتے اس کی مدد کے لئے لڑتے ہیں''۔

حارث کہتے ہیں کہ جب میں سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں سات لاشیں ان کے اردگرد پڑی ہیں۔ میں نے کہا ان سب کو آپ نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا ان دو کو تو میں نے قتل کیا باقی لوگوں کو جنہوں نے قتل کیا ہے میں نے انہیں نہیں دیکھا' ۔ میں نے یہ سن کر کہا: اللہ کے رسول نے سچ کہا' واقعی فرشتے ان کی مدد کے لئے لڑ رہے تھے۔

واقعہ 2:

نبی کریم ﷺ کا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کیلئے مال میں برکت کی دعا کرنا

سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دو روز بعد

ہی اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لی تھی۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد تمام تر سختیاں انتہائی صبر و تحمل سے برداشت کیں۔ یہ ان مہاجرین میں شامل تھے جنہوں نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کا سفر اختیار کیا تھا۔ حبشہ سے واپس آنے کے بعد جب قریش مکہ نے مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تو سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے۔

مدینہ منورہ میں سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ اور سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان دینی اخوت کا رشتہ قائم کیا' جب یہ آپس میں دینی بھائی قرار دے دیئے گئے تو سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے اپنے دینی بھائی سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا: اے میرے بھائی! میں اہل مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار ہوں' میرے دو باغ ہیں اور دو بیویاں ہیں' ان میں سے جو باغ آپ کو پسند ہے میں اسے آپ کے نام ہبہ کر دیتا ہوں' میں ایک بیوی کو طلاق دے دیتا ہوں' تاکہ آپ اس سے نکاح کر کے اپنا گھر بسا لیں۔

سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ پیش کش سن کر فرمایا: اللہ آپ کے اہل و عیال اور مال و دولت میں برکت عطا کرے' آپ مجھے منڈی کا پتہ بتا دیں' میں وہاں محنت کر کے کماؤں گا۔ سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی منڈی میں تجارت کا پیشہ اختیار کیا اور ان کے کاروبار میں اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ برکت عطا کی' تھوڑے ہی عرصے میں ان کے پاس اچھی خاصی رقم جمع ہو گئی۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اقدس حاضر ہوئے تو ان کے کپڑوں سے خوشبو آ رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: یہ خوشبو کیسی ہے؟ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے شادی کر لی ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ بیوی کو کتنا مہر دیا ہے۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے اسے سونے کی ایک ڈلی دی ہے۔ آپ ﷺ نے انھیں فرمایا: ''ولیمہ کرو خواہ ایک

بکری ہی ولیمے میں ذبح کرو' اللہ تعالیٰ تیرے مال و دولت میں برکت عطا کرے''۔

سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت ہے کہ دنیا مجھ پر فریفتہ ہے' میں جس پتھر کو بھی اٹھاتا ہوں تو اس کے نیچے سے سونا اور چاندی ہاتھ لگتا ہے۔

واقعہ 3:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کیلئے دعا

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا تجارتی قافلہ داخل ہوا' تو وہ سات سو اونٹنیوں پر مشتمل تھا۔ سب کی سب اونٹنیاں مال و متاع سے لدی ہوئی تھیں۔ اتنے بڑے قافلے سے مدینہ منورہ کی فضا میں تھرتھراہٹ پیدا ہوگئی۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تھرتھراہٹ محسوس ہوئی تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے۔ آپ کو بتایا گیا کہ سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا تجارتی قافلہ ہے۔ یہ سن کر بہت خوش ہوئیں اور یہ دعا کی:

''الٰہی! جو کچھ تو نے اسے دنیا میں دیا ہے اس میں برکت عطا فرما' اور آخرت میں اسے اس سے بڑھ کر اجر وثواب عطا کرنا''۔

واقعہ 4:

سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ جنت میں گھٹنوں کے بل داخل ہوں گے

ایک دفعہ سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک زمین کا ٹکڑا چالیس ہزار دینار میں فروخت کیا اور یہ ساری رقم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے خاندان بنی زُہرہ' مدینہ منورہ کے مساکین اور امہات المومنین میں تقسیم کر دی' جب ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کا حصہ پہنچا تو انہوں نے پوچھا کہ یہ رقم کس نے بھیجی ہے۔ انہیں بتایا گیا کہ سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے' تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ میرے بعد صبر

کرنے والا تمہاری خدمت بجا لائے گا۔

پھر فرمانے لگیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہے کہ سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ جنت میں گھٹنوں کے بل داخل ہوں گے۔

واقعہ 5:

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی عاجزی

ایک دفعہ سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا' آپ کا روزہ تھا' افطاری کا وقت قریب تھا۔ عمدہ کھانا دیکھ کر فرمانے لگے: سیدنا وہب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے' وہ مجھ سے کہیں زیادہ افضل تھے' لیکن ان کے کفن کے لئے ایسا کپڑا تھا کہ اگر اس کپڑے سے ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے' پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا' اس کے بعد ہمارے پاس مال و دولت کی فراوانی ہو گئی' مجھے اندیشہ ہے کہیں دنیا میں ہی ہمیں بدلہ نہ دیا گیا ہو' اور آخرت میں ہم محروم رہ جائیں۔ یہ کہا اور زار و قطار رونے لگے۔

واقعہ 6:

سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی سخاوت

۹ ھ ہجری کو رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک کا اعلان کیا' مقام تبوک پر پہنچ کر شامی فوج کا مقابلہ کرنا تھا' سفر بڑا کٹھن' طویل اور دشوار گزار تھا' حالات بڑے نامساعد تھے' گرمی شدت کی تھی' تبوک کے لئے روانہ ہونے والے لشکر کو رسول اللہ ﷺ ''جیش العسرۃ'' کا نام دیا یعنی تنگ حال لشکر' رسول اللہ ﷺ نے اس سفر کے لیے چندے کا اعلان کیا۔ سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر مالی تعاون میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا' سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ عبدالرحمان بن عوف نے آج گھر کا سارا اثاثہ جہاد کے لیے رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں لا کر رکھ دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی یہی محسوس ہوا تو آپ نے سیدنا

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عبدالرحمان! گھر والوں کے لیے کچھ باقی رہنے دیا ہو۔ انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں اہل اعیال کے لیے اس سے زیادہ مال چھوڑ کر آیا ہوں آپ نے پوچھا کتنا۔ مال چھوڑا ہے۔ سیدنا عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا اللہ نے وعدہ نہیں کیا کہ جو اس کی راہ میں خرچ کرے اللہ اسے دوگنا عطا فرمائیں گے۔ اس لیے میں اس سے دوگنا گھر میں چھوڑ کر آیا ہوں۔

واقعی آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا اعلان سنتے ہی گھر کا سارا سامان جہاد کے لیے پیش کر دیا۔

واقعہ 7:

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا مال خرچ کرنا

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں تھیں کہ انہوں نے مدینہ میں ایک شور سنا انہوں نے پوچھا کہ یہ کیسا شور ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا تجارتی قافلہ ملک شام سے ضرورت کی ہر چیز لے کر آ رہا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (اس قافلہ میں) سات سو اونٹ تھے اور سارا مدینہ اس شور کی آواز سے گونج اٹھا۔ اس پر سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میں نے دیکھا ہے کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے جنت میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ بات سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا میں پوری کوشش کروں گا کہ میں جنت میں (قدموں پر) چل کر داخل ہوں اور یہ کہہ کر اپنا سارا قافلہ مع سارے سامان تجارت اور کجاووں کے' اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیا۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے زمانے میں اپنا آدھا مال چار ہزار درہم اللہ کے راستہ میں صدقہ کیے' پھر چالیس ہزار صدقہ کیے' پھر چالیس ہزار دینار صدقہ کیے' پھر پانچ سو گھوڑے اللہ کے راستے میں

دیئے۔ پھر ڈیڑھ ہزار اونٹ اللہ کے راستہ میں دیئے ان کا اکثر مال تجارت کے ذریعہ کمایا ہوا تھا۔

واقعہ 8:

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا مال تقسیم کرنا

حضرت ام بکر بنت مسور رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک زمین چالیس ہزار دینار میں بیچی اور یہ ساری رقم قبیلہ ''بنو زہرہ'' فقراءُ مہاجرین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں تقسیم کر دی۔ اس میں سے کچھ رقم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجی۔ انہوں نے پوچھا یہ مال کس نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے۔ پھر مال لے جانے والے نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے زمین بیچنے اور اس کی قیمت ساری تقسیم کر دینے کا قصہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیان کیا۔ اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے بعد تو ازواج مطہرات کے ساتھ شفقت کا معاملہ صرف صابر لوگ ہی کریں گے (پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دعا دی) اللہ تعالیٰ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جنت کے سلسبیل چشمے سے پلائے۔ حضرت جعفر بن برقان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار گھرانے آزاد کیے۔

واقعہ 9:

سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا تجارتی قافلہ جو سات سو اونٹنیوں پر مشتمل تھا داخل ہوا' تجارتی قافلے کے پڑاؤ کرنے سے پہلے کسی نے سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے لئے جنت کی بشارت کی خبر دی ہے۔ یہ سن کر ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی' فوراً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اماں جان کیا آپ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

میرے جنتی ہونے کے بارے میں خود سنا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاں! میں نے خود سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے جنت کی بشارت دی ہے۔

یہ سن کر سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ بے حد مسرور ہوئے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض پرداز ہوئے: اماں جان گواہ رہنا' میں نے اس خوشی میں یہ سات اونٹنیاں جو مال سے لدی ہوئی ہیں اللہ کی راہ میں پیش کر دیں۔ **سبحان اللّٰہ و بحمدہ سبحان العظیم۔**

واقعہ 10:

سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا نماز پڑھنا

مسند امام احمد' مجمع الزوائد اور مسند ابویعلی میں سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی ضرورت کے لئے تشریف لے گئے' نماز کا وقت ہو گیا تو سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے امامت کرائی' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور لوگوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھی' جب سلام پھیرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَصَبْتُمْ وَ اَحْسَنْتُمْ)).

''تم نے درست کیا اور اچھا کیا''۔

سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا نام عامر بن عبداللہ بن جراح الفہری القرشی ہے۔لیکن وہ اپنی کنیت ابوعبیدہ سے مشہور ومعروف ہوئے۔کنیت نام پر غالب آ گئی۔

سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شریک ہوئے' لیکن جنگ میں انہیں ایک حیرت انگیز صورت حال سے دو چار ہونا پڑا' جب پورے جوش و جذبے سے میدان جنگ میں اترے تو دشمن کے پرخچے اڑاتے ہوئے دائیں بائیں آگے پیچھے چکر لگانے لگے' ایک موقع پر یہ حیرت انگیز صورت حال پیش آئی کہ جس طرف بھی قدم بڑھاتے تو ایک شخص ان کے سامنے آ کھڑا ہوتا' آپ اس سے کنی کترا جاتے لیکن وہ مسلسل آپ کے سامنے آتا رہا' ایک دفعہ تو اس نے سارے راستے بند کر دیئے اب ان کے لیے کوئی چارہ کار باقی نہ رہا' انہوں نے اس کا سر قلم کر دیا۔آپ یہ جان کر حیران رہ جائیں گے کہ میدان جنگ میں مسلسل ان کے سامنے آنے والا ان کا باپ تھا۔آپ کی کوشش تھی کہ کسی طرح وہ ٹل جائے' لیکن جب وہ باز نہ آیا تو انہوں نے اپنے باپ کا کام تمام کر دیا۔ دراصل ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے باپ کی صورت میں شرک پر تلوار چلائی اوران کی یہ ادا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی۔

میدان بدر میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مشرک باپ پر تلوار چلا کر یہ ثابت کر دیا کہ اللہ اور رسول کے مقابلے میں راستے میں کوئی بھی آ جائے' اسے ہٹا دیا جائے گا۔اس کی پرواہ نہیں کی جائے گی کہ راستے میں آنے والا کون ہے؟ باپ ہو' بیٹا ہو' بھائی ہو' یا کوئی اور قریبی رشتہ دار اللہ اور رسول کے مقابلے میں سب قریبی رشتے ہیچ

ہیں۔ بہرصورت اللہ کے دین کو سر بلند کیا جائے گا۔

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا یہ کارنامہ اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند آیا کہ اسے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں محفوظ کر دیا گیا' تاکہ قیامت تک لوگ اسے پڑھ کر عبرت حاصل کرتے رہیں۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ باپ کی کفر کی نمائندگی کرتے ہوئے خم ٹھونک کر سامنے آ گیا ہے اور ادھر ادھر ہونے کا نام نہیں لیتا تو انہوں نے کفر کو نیست و نابود کرنے کے لیے تلوار کے ایک ہی وار سے اسے ڈھیر کر دیا۔

واقعہ 1:

سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا حیرت انگیز واقعہ

سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شریک ہوئے' لیکن جنگ میں انہیں ایک حیرت انگیز صورت حال سے دو چار ہونا پڑا' جب پورے جوش و جذبے سے میدان جنگ میں اترے تو دشمن کے پرخچے اڑاتے ہوئے دائیں بائیں آگے پیچھے چکر لگانے لگے' ایک موقع پر یہ حیرت انگیز صورت حال پیش آئی کہ جس طرف بھی قدم بڑھاتے اس طرف ایک شخص ان کے سامنے آ کھڑا ہوتا' آپ اس سے کنی کترا جاتے لیکن وہ مسلسل آپ کے سامنے آتا رہا' ایک دفعہ وہ ایسے موقع پر آپ کے سامنے آیا کہ اب ان کے لئے کوئی چارہ کار باقی نہ رہا' انہوں نے اس کا سر قلم کر دیا۔ اور یہ بات نہایت حیران کن اور حیرت انگیز ہے کہ میدان جنگ میں مسلسل ان کے سامنے آنے والا ان کا باپ تھا۔ آپ کی کوشش تھی کہ کسی طرح وہ ٹل جائے' لیکن جب وہ باز نہ آیا تو انہوں نے اپنے باپ کا کام تمام کر دیا۔ دراصل سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے باپ کی صورت میں شرک پر تلوار چلائی اور ان کی یہ ادا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی جس کی وجہ سے یہ آیات نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْإِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

[المجادله : ۲۲]

''تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جولوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں' وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں' جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے' خواہ وہ ان کے باپ ہوں' یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی' یا ان کے اہل خاندان' یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے' اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے' وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی' ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہوئے' یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں' خبردار رہو! اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے''۔

واقعہ 2:

سیدنا ابوعبید بن جراح رضی اللہ عنہ بطورِ امیر لشکر

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے قریش کے ایک قافلے کی سرکوبی کے لئے اسلامی لشکر ترتیب دیا اور سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر نامزد کیا۔ آپ ﷺ نے ان کو زاد راہ کے لئے کھجوروں کی ایک بوری عنایت کی' لشکر کے افراد زیادہ تھے' لیکن کھجوریں تھوڑی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ہر فرد کو روزانہ ایک کھجور دیتے' وہ اسے کھا کر پانی پی لیتا اور دن بھر اسی پر اکتفاء کرتا' سارا سفر اسی طرح گزارا گیا۔ ان کی امانت و دیانت کا نبی کریم ﷺ نے کئی مرتبہ اعتراف کیا۔

آپ نے سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ''کہ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہے۔''

واقعہ 3:

سیدنا ابوعبید بن جراح رضی اللہ عنہ اس امت کے امین ہیں

ایک دفعہ یمن سے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ دینی تعلیم کے لئے ہمارے ساتھ کسی کو روانہ کریں تو آپ ﷺ نے سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

''یہ میری امت کا امین ہے۔ یہ تمہارے ساتھ دینی تعلیم دینے کے لئے جائے گا''۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا: کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

''ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہے''۔

واقعہ 4:

سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے دو دانتوں کا نکلنا

غزوۂ اُحد میں جب مسلمانوں پر نازک وقت آیا' مجاہدین کے پاؤں اکھڑ گئے' چند صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کا دفاع کرنے کے لئے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رہ گئے' ان میں سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ زخمی ہو گئے۔ آپ کی خود کی کڑیاں آپ کے چہرہ مبارک میں پیوست ہوگئیں' جس سے آپ رضی اللہ عنہ کا چہرہ لہولہان ہوگیا' تو اس موقع پر سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ان کڑیوں کو اپنے دانتوں سے بڑی احتیاط کے ساتھ نکالا جس سے ان کے اگلے دو دانت نکل گئے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ دو دانت نکل جانے کے باوجود سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بڑے خوبصورت دکھائی دیتے تھے۔

واقعہ 5:

سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی وفات

سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پورے خلافت میں ان کے معاون رہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں عسکری تاریخ کے عظیم جرنیل سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو لشکر اسلام کا سپہ سالار بنا دیا۔ ان کی قیادت میں لشکر اسلام نے حیرت انگیز انداز میں پیش قدمی کی' یہ سرزمین شام میں جنگی حالات سے دو چار تھے کہ وہاں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی۔ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو خط دے کر قاصد کو بھیجا' اس میں یہ پیغام تھا: خط ملتے ہی میری طرف لوٹ کر آ جائیں' اگر دن کو خط ملے تو رات کا انتظار نہ کریں اور اگر رات کو ملے تو دن کا انتظار نہ کریں۔

سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ امیر المومنین مجھے کیوں بلا رہے ہیں' میرے ساتھ انہیں کیا ضروری کام ہے۔ انہوں نے خط کا جواب لکھا جس میں تحریر تھا کہ امیر المومنین مجھے پتہ ہے کہ آپ مجھے کیوں بلا رہے ہیں۔ آپ سے میری مؤدبانہ درخواست ہے کہ مجھے اپنے ساتھیوں میں رہنے کی اجازت دیں' میں اس مصیبت کی گھڑی میں انہیں چھوڑ کر نہیں آ سکتا۔

یہ خط جب امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو وہ یہ پڑھ کر رونے لگے۔ وہاں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے پوچھا کیا بات ہے؟ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ فوت ہو چکے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں وہ فوت تو نہیں ہوئے' البتہ موت ان کے بہت قریب پہنچ چکی ہے۔ تھوڑے ہی دن بعد وہ طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

واقعہ 6:

سیدنا ابوعبیدہ بن جراح اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کا مال تقسیم کرنا

سیدنا مالک الدار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چار سو دینار لے کر ایک تھیلی میں ڈالے اور غلام سے کہا یہ سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ اور انہیں دینے کے بعد گھر میں تھوڑی دیر کے لیے کام میں مشغول ہو جانا اور دیکھنا کہ وہ ان دیناروں کا کیا کرتے ہیں۔

چنانچہ وہ غلام اس تھیلی کو ان کے پاس لے گیا اور ان سے عرض کیا کہ امیرالمومنین آپ سے فرما رہے ہیں کہ آپ یہ دینار اپنی ضرورت میں خرچ کر لیں۔ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ انہیں اس کا صلہ عطا فرمائے اور ان پر رحم فرمائے پھر فرمایا اے باندی! ادھر آؤ۔ یہ سات دینار فلاں کے پاس لے جاؤ یہ پانچ دینار فلاں کے پاس اور یہ پانچ دینار فلاں کے پاس لے جاؤ۔ اس طرح انہوں نے سارے دینار تقسیم کر دیئے۔

اس غلام نے واپس آ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ساری بات بتائی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اتنے ہی دینار سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لیے رکھے ہوئے تھے' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس غلام سے فرمایا یہ دینار سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ اور انہیں دینے کے بعد گھر میں کسی کام میں مشغول ہو جانا اور دیکھنا کہ وہ ان دیناروں کا کیا کرتے ہیں۔

چنانچہ وہ غلام دینار لے کر سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا اور ان سے عرض کیا! کہ امیرالمومنین فرما رہے ہیں کہ آپ یہ دینار اپنی ضرورت میں خرچ کر لیں۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور انہیں اس کا صلہ عطا فرمائے' پھر فرمایا: اے باندی! ادھر آؤ فلاں کے گھر میں اتنے لے جاؤ' فلاں کے گھر میں اتنے اور فلاں کے گھر میں اتنے لے جاؤ۔ اتنے میں ان کی بیوی آ گئی اور انہوں نے کہا اللہ

کی قسم! ہم بھی مسکین ہیں ہمیں بھی کچھ دیں تھیلی میں صرف دو دینار بچے ہوئے تھے۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے وہ دینار ان کو دے دیے' غلام نے واپس آ کر سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے دیناروں کی تقسیم کا سارا قصہ سنایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو سنایا اس سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور (دوسروں پر سارا مال خرچ کرنے میں) یہ سب ایک جیسے مزاج کے ہیں۔

واقعہ 7:

سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا مال واپس کرنا

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں رمادہ والے سال (۱۸ھ میں حجاز میں زبردست قحط پڑا تھا جو نو ماہ رہا تھا' اس سال کو عام الرمادہ یعنی راکھ والا سال کہا جاتا ہے۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے مٹی راکھ کی طرح ہوگئی تھی' رنگ بھی ایسا ہوگیا تھا) عربوں کا سارا علاقہ قحط کی لپیٹ میں آگیا تھا اس وقت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بلایا اور قحط زدہ لوگوں میں غلہ وغیرہ تقسیم کرنے کے لیے بھیجا جب وہ اپنے کام سے فارغ ہوکر واپس آئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے۔ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن الخطاب رضی اللہ عنہ! میں نے آپ کے لیے یہ کام نہیں کیا تھا بلکہ صرف اللہ کے لیے کیا تھا اور میں اس کام پر کچھ نہیں لوں گا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بہت سے کاموں کے لیے بھیجا کرتے تھے اور واپسی پر ہمیں کچھ دیا کرتے تھے تو ہمارا لینے کو بالکل دل نہیں چاہتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں فرماتے انکار نہ کرو! اسے لے لو اور اسے اپنے دینی یا دنیاوی کاموں میں خرچ کرلو۔ یہ سن کر سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے وہ دینار لے لیے۔

(اخرجه البیهقی :ج٦ ص ۳۵۴)

واقعہ 8:

سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا دنیا کی کثرت پر رونا

سیدنا عبداللہ بن عامر کے آزاد کردہ غلام سیدنا ابوحسنہ مسلم بن اکیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک صاحب سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں تشریف لائے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں تو انہوں نے کہا اے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ ایک دن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فتوحات اور مال غنیمت کا تذکرہ کیا جو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عطا فرمائیں گے۔ اس میں ملک شام فتح ہونے کا بھی ذکر فرمایا اور فرمایا اے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ! اگر تم (ان فتوحات تک) زندہ رہے تو تمہیں تین خادم کافی ہیں' ایک تمہاری روز مرہ کی خدمت کے لیے اور دوسرا تمہارے ساتھ سفر کرنے کے لیے اور تیسرا تمہارے گھر والوں کی خدمت کے لیے جو ان کے کام کرتا رہے اور تین سواریاں تمہیں کافی ہیں۔ ایک سواری تمہارے گھر کے لیے دوسری سواری تمہارے اِدھر اُدھر جانے کے لیے تیسری سواری تمہارے غلام کے لیے' اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تین خادم اور تین سواریاں رکھنے کو فرمایا تھا) اور میں اپنے گھر کو دیکھتا ہوں تو وہ غلاموں سے بھرا ہوا ہے اور اپنے اصطبل کو دیکھتا ہوں تو وہ گھوڑوں اور جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔ اب میں اس کے بعد نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس منہ سے ملاقات کروں گا؟ جب کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ تاکید فرمائی تھی کہ تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جو (قیامت کے دن) مجھے اسی حال میں ملے جس حال میں مجھ سے جدا ہوا تھا۔

(اخرجه احمد قال الهیثمی :ج۱۰ ص ۲۵۳)

واقعہ 9:

سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا زہد

سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سیدنا ابوعبیدہ بن

جراح رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے تو انھوں نے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ کجاوے کی چادر پر لیٹے ہوئے تھے اور گھوڑے کو دانہ کھلانے والے تھیلے کو تکیہ بنایا ہوا ہے۔ ان سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کے ساتھیوں نے مکان بنائے اور سامان اکٹھا کیا آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ انہوں نے کہا اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! قبر تک پہنچے کے لیے یہ سامان بھی کافی ہے۔ اور حضرت معمر راوی کی حدیث میں یہ ہے کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لے گئے تو وہاں کے سرداروں اور لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کا پرتپاک استقبال کیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا بھائی کہاں ہے؟ لوگوں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ' لوگوں نے کہا وہ ابھی آپ کے پاس آجائیں گے چنانچہ جب سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے تو سواری سے نیچے اتر کر آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں گلے لگایا۔ پھر ان کے گھر تشریف لے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ لے کر آپ کے پاس گھر میں دیکھا کہ ان کے پاس صرف ایک تلوار' ایک ڈھال اور کجاوہ تھا۔

واقعہ 10:

سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

سیدنا نمران بن مخمر ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ لشکر میں جا رہے تھے اس دوران آپ نے فرمایا: بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جو اپنے کپڑوں کو تو خوب اجلا اور سفید کر رہے ہیں' لیکن اپنے دین کو میلا کر رہے ہیں۔ یعنی دین کا نقصان کر کے دنیا اور ظاہری شان و شوکت حاصل کر رہے ہیں۔ غور سے سنو! بہت سے لوگ دیکھنے میں تو اپنے نفس کا اکرام کرنے والے ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ اپنے نفس کی بے عزتی کرنے والے ہوتے ہیں' گذشتہ گناہوں کو نیکیاں کر کے محو کرو' اگر تم میں سے کوئی اتنے گناہ کر لے جس سے زمین آسمان کے درمیان کا خلاء بھر جائے

اور پھر وہ ایک نیکی کر لے تو یہ نیکی ان سب گناہوں پر غالب آ جائے گی۔

سیدنا سعید بن ابی سعید مقبری ؓ فرماتے ہیں: سیدنا ابوعبیدہ بن جراح ؓ کی قبر اردن میں ہے۔ جب وہ طاعون میں مبتلا ہوئے تو وہاں جتنے مسلمان تھے ان سب کو بلا کر فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں' اگر تم اس پر عمل پیرا ہو گے' تم ہمیشہ خیر پر رہو گے' نماز کو قائم کرو' زکوٰۃ ادا کرو' رمضان کے روزے رکھو' صدقہ خیرات کرو' حج اور عمرہ کرتے رہو' ایک دوسرے کو وصیت کرو' اپنے امیروں کی خیر خواہی کرو' ان کو دھوکہ نہ دو اور دنیا تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائے۔ اگر کسی آدمی کو ہزار برس کی زندگی بھی مل جائے تو آخر اسے اسی جگہ جانا ہوگا جہاں آج تم مجھے جاتا ہوا دیکھ رہے ہو اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم پر موت کو لکھ دیا ہے۔ لہٰذا ان سب کو مرنا ہے اور ان میں سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا اور اپنی آخرت کے لیے سب سے زیادہ عمل کرنے والا ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ اے معاذ بن جبل! آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور پھر سیدنا ابوعبیدہ ؓ کا انتقال ہو گیا۔ پھر سیدنا معاذ ؓ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کے سامنے اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرو کیونکہ جو بندہ بھی گناہوں سے توبہ کر کے اللہ کے سامنے حاضر ہوگا تو اس کا اللہ پر یہ حق ہوگا کہ اللہ اس کے سارے گناہ معاف کر دے لیکن اس توبہ سے قرض معاف نہیں ہوگا وہ تو ادا ہی کرنا ہوگا کیونکہ بندہ اپنے قرضے کے عوض گروی رکھ دیا جائے گا تم میں سے جس نے اپنے بھائی سے قطع تعلق کیا ہو اسے چاہیے کہ وہ خود جا کر اپنے بھائی سے ملاقات کرے اور اس سے مصافحہ کرے کسی مسلمان کے مناسب نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے تعلقات منقطع کرے کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

(اخرجه ابن عساكر كذافی منتخب الكنز :ج۵ ص ۷۴)

❀❀❀

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ نے قریش مکہ کو توحید کی دعوت دی تو سعید بن زید رضی اللہ عنہ پہلے مرحلے میں اسلام کی دعوت قبول کرنے والے لوگوں میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ وہ خود ہی نہیں بلکہ ان کی رفیقہ حیات فاطمہ بنت خطاب نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ یہ جلیل القدر خاتون عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔

قبول اسلام کے وقت حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی عمر بیس سال تھی۔ غزوۂ بدر کے علاوہ تمام جنگوں میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہے۔ غزوۂ بدر میں بھی اس لیے شریک نہ ہو سکے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خاص کام کے لیے انہیں سرزمین شام کی طرف بھیجا ہوا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ جنگ بدر میں کامیاب ہوکر مدینہ واپس پہنچے تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت میں سے باقاعدہ انہیں حصہ دیا' اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا اجر وثواب؟ آپ نے فرمایا: آپ کو اتنا ہی اجر وثواب ملے گا جتنا جنگ بدر میں شریک ہونے والوں کو اجر وثواب ملے گا۔ کیونکہ شام میں یہ اپنی مرضی سے نہیں گئے' وہاں خاص مہم کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ہی بھیجا تھا۔ اس لیے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو مال غنیمت سے بھی پورا حصہ ملا اور اجر وثواب میں بھی انہیں برابر کا شریک قرار دیا گیا۔

واقعہ 1:

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے والد کا واقعہ

ایک دفعہ رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سعید کے والد زید مکہ

معظمہ میں داخل ہوئے' وہاں ان کی ملاقات ورقہ بن نوفل' عبداللہ بن جحش اور عثمان بن حارث سے ہوئی' اس نے انہیں جھنجوڑتے ہوئے کہا کہ تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا' قریش جہالت کے سمندر میں غرق ہیں' ساری قوم گمراہ ہو چکی ہے' سب لوگ دین ابراہیم سے منحرف ہو چکے ہیں' ہمیں چاہیے کہ ہم دین ابراہیم کی تلاش کریں اور اسے اختیار کر کے سیدھے راستے پر چلنے کی کوشش کریں' ورقہ بن نوفل نے تو عیسائیت اختیار کر لی' عبداللہ بن جحش اور عثمان بن حارث تذبذبکیفیت کا شکار ہو گئے' لیکن زید بن عمرو بن نفیل نے یہودیت اور عیسائیت کی تحقیق شروع کر دی۔ لیکن یہ ان دونوں مذاہب سے مطمئن نہ ہوئے' پھر اس نے دین ابراہیم کی تلاش میں شام کا سفر اختیار کیا۔ وہاں ایک پادری سے ملاقات ہوئی' اس کے سامنے ساری روئیداد بیان کی' اس نے کہا میرا خیال ہے کہ تجھے دین ابراہیم کی تلاش ہے' میں نے کہا ہاں میری یہی دلی خواہش ہے۔

اس نے کہا کہ اس وقت دین ابراہیم اپنی اصل شکل میں دنیا میں نہیں پایا جاتا' البتہ تم مکہ معظمہ چلے جاؤ' وہاں ایک نبی کا ظہور ہوگا' وہ دین ابراہیم کی تجدید کرے گا' وہ اپنے دل میں نبی کریم ﷺ کی زیارت اور ان سے ملاقات کا شوق لے کر واپس ہوئے۔ لیکن راستے میں چند لٹیروں نے انھیں قتل کر دیا' مرنے سے پہلے انھوں نے یہ دعا کی: الٰہی میں تو تیرے نبی علیہ السلام کا دیدار نہ کر سکا لیکن میرے بیٹے سعید کو اس سے محروم نہ کرنا۔

واقعہ 2:

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ

ایک دن سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غیظ و غضب سے اپنی تلوار لے کر گھر سے اس لئے نکلے تا کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کا سر قلم کر دے تا کہ یہ گھر گھر میں جو اختلافات پیدا ہو چکے ہیں' ان کا یکسر خاتمہ ہو جائے۔ تلوار لئے ہوئے وہ مکہ کی گلی میں جا رہے تھے کہ راستے میں اس سے کسی نے پوچھا عمر کہاں جا رہے ہوں؟ کہاں کا ارادہ ہے؟ انھوں نے کہا: میں آج عبدالمطلب کے پوتے کا سر قلم کرنے جا رہا ہوں' جس کی وجہ سے گھر گھر میں فساد برپا ہو گیا ہے۔ اس شخص نے آپ سے کہا: کہ پہلے اپنے گھر کی خبر

تو انھوں نے کہا کیوں میرے گھر کو کیا ہوا ہے؟ اس شخص نے کہا: تیری بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید بن زید مسلمان ہو چکے ہیں۔ آپ نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس شخص نے کہا یہ ہو چکا ہے۔ آپ نے وہیں سے اپنی بہن کے گھر کا رخ کیا' دروازے پر پہنچے گھر کے اندر سے کچھ ایسی آوازیں آ رہی تھیں' جیسے چند افراد مل کر کچھ پڑھ رہے ہوں۔ آپ نے دروازے پر دستک دی اور بآواز بلند کہا دروازہ کھولو۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی گرجدار آواز فضا میں گونجی' اندر سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ دونوں میاں بیوی کو قرآن مجید پڑھا رہے تھے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ دیوار کی اوٹ میں چھپ گئے۔ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھولا۔ عمر بن خطاب نے بڑے غصے سے آپ سے کہا سے بولے اندر سے مجھے کیسی آوازیں آ رہی تھیں' اور ساتھ ہی آپ کا گریبان پکڑ کر نیچے گرا لیا اور خود ان کے سینے پر بیٹھ گئے' فاطمہ بن خطاب نے جب اپنے خاوند کی یہ حالت دیکھی تو جوش و جذبے سے اسے چھڑانے کے لئے آگے بڑھی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کے بھی زوردار تھپڑ رسید کیا۔ لیکن انھوں نے مرعوب ہونے کی بجائے گرجدار آواز میں کہا: کیا تم ہمیں اس لئے مار دینا چاہتے ہو کہ ہم نے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کا دامن پکڑ لیا ہے۔ سنو! میں ببانگ دہل کہتی ہوں:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

لو مارو جتنا تم میں زور ہے' اگر تم ہمارے ٹکڑے بھی کر دو گے تو ہمارے جسم کے ٹکڑے بھی کلمہ شہادت پڑھیں گے۔ ہم تجھ سے نہیں ڈرتے' تم ہمیں جتنا مارو گے اتنا ہی ہمارے ایمان میں اضافہ ہوگا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب اپنی بہن کی یہ باتیں سنیں تو آپ کا دل پسیج گیا' اور سوچنے لگے کہ میری یہ بہن تو میرے سامنے کبھی اونچا بولی نہیں' آج یہ بے خطر بولے جا رہی ہے۔ اس میں یہ جرأت کہاں سے آ گئی؟ ہوسکتا ہے یہ بہادری' یہ جرأت اس نئے دین کی وجہ سے ہو۔ آپ نے اپنی بہت سے کہا مجھے بھی وہ کتاب دکھاؤ جس کو تم پڑھ رہی تھی۔ سیدہ فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا نے کہا: جب تک تم غسل نہیں کرتے میں یہ کتاب تمہیں نہیں دوں گی۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے

غسل کیا' آپ نے کتاب الٰہی کے اوراق انھیں دیے۔ سورہ طٰہٰ کی آیات پڑھیں۔ تو پکار اُٹھے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں' مجھے بھی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ملاؤ' میں یہ دین قبول کرنا چاہتا ہوں' جب سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے یہ سنا جو گھر کے ایک کونے میں چھپے ہوئے تھے سامنے آئے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خوشخبری سنائی کہ آپ کے لئے رسول اللہ ﷺ نے دعا کی تھی۔ جو میں نے خود سنی۔ آپ نے آج ہی یہ دعا کی تھی: کہ اے اللہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ذریعے اسلام کو غلبہ عطا کر۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کو قبول کر لیا۔

واقعہ 3:

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی غزوۂ بدر میں شامل نہ ہونے کی وجہ

قبول اسلام کے وقت سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی عمر بیس سال تھی' آپ رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہے۔ غزوۂ بدر میں بھی اس لئے شریک نہ ہو سکے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خاص کام کے لئے انہیں سرزمین شام کی طرف بھیجا ہوا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ جنگ بدر میں کامیاب ہو کر مدینہ واپس پہنچے تو سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت میں سے باقاعدہ انہیں حصہ دیا' انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے اس کا اجر وثواب بھی ملے گا؟ آپ نے فرمایا: آپ کو اتنا ہی اجر و ثواب ملے گا جتنا جنگ بدر میں شریک ہونے والوں کو اجر وثواب ملے گا' کیونکہ شام میں آپ اپنی مرضی سے نہیں گئے' بلکہ میں نے آپ کو کسی خاص مہم کے لیے وہاں بھیجا تھا۔ اس لئے سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو مال غنیمت سے بھی پورا حصہ ملا' اور اجر وثواب میں بھی انہیں برابر کا شریک قرار دیا گیا۔

واقعہ 4:

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا جہاد

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لشکر اسلام میں سے ایک مجاہد

سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں کہنے لگا: بس میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے' اگر آپ کا کوئی پیغام ہے تو مجھے دے دو' میں ان تک پہنچا دوں گا۔

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو بچشم خود دیکھا کہ وہ رومی فوج کی صفوں میں گھس گیا اور داد شجاعت دیتا ہوا جام شہادت نوش کر گیا۔

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ اس کے اس جوش و جذبے کو دیکھ کر میں بھی جوش و ولولے سے میدان میں اترا اور میرے دل سے رومی فوج کا خوف نکل گیا اور پوری لڑائی کے دوران میرا جوش و جذبہ قائم و دائم رہا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کیا۔

واقعہ 5:

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا جنگِ بدر کے مال غنیمت میں سے حصہ

المعجم الکبیر طبرانی میں سیدنا عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس روایت کی سند حسن ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ جنگ بدر سے فتحیاب ہو کر واپس مدینے آئے تو سعید بن زید بن عمرو بن نفیل شام سے مدینہ منورہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور جنگ بدر میں عدم شرکت کا تذکرہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں مالِ غنیمت میں سے ان کو حصہ دیا' آپ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! مجھے اس کا اجر وثواب بھی ملے گا' آپؐ نے فرمایا: تجھے اجر وثواب بھی اتنا ہی ملے گا جتنا جنگ بدر میں شرکت کرنے والوں کو ملا ہے۔

❀❀❀

حیاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے درخشندہ واقعات

آسمانِ رسالت کے چمکتے ستارے اور آغوشِ نبوت کی پروردہ ہستیاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنہیں ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ جو آپ ﷺ کے چشمہ علم سے فیض یاب ہوئے۔

جن کے رگ و ریشے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول مقبول ﷺ کی محبت رچ بس چکی تھی، جو کفار پر بھاری اور آپس میں رحم دل تھے۔ جنہوں نے زندگی کے ہر شعبے میں قابل رشک کارنامے سرانجام دیے۔ جنہوں نے اپنی پوری زندگی دن کو شہسواری اور رات کو عبادت گزاری میں بسر کی۔ صحابہ کرام کی سیرت کا مطالعہ شخصیت سازی میں بڑااہم کردارادا کرتا ہے۔ مسلم معاشرے کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے طرز عمل کو اجاگر کیا جائے۔ ان کے نقوش حیات کو مشعل راہ بنایا جائے۔ ان کی زندگی کے ایک ایک پہلو کو نمایاں کیا جائے۔ جو اشاعتی ادارے رسول اللہ ﷺ کے پروردہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی سوانح حیات کو دیدہ زیب انداز میں شائع کرنے کا اہتمام کرنے میں وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ان کا یہ کارنامہ لائق تحسین ہے۔ موجودہ دور میں ان چراغوں کو روشن کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

جس قدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت دلوں میں جاگزیں ہوگی اسی مقدار میں اسلام کی سربلندی کے لیے جذبہ عمل پیدا ہوگا۔ حدیبیہ پبلی کیشنز کی طرف سے ''حیات صحابہ کے درخشندہ واقعات'' کے نام سے کتاب منظر عام پر آئی ہے جسے ڈاکٹر عدیل الرحمان صاحب نے عمدہ، دلکش، دلربا اور دل آویز انداز میں ترتیب دیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوف کی اس خدمت کو شرف قبولیت عطا کرے۔

امید ہے یہ کتاب علمی، ادبی اور روحانی حلقوں میں بنظر استحسان دیکھی جائے گی۔

وصلی اللہ علی النبی محمد و علی آلہ و اصحابہ وسلم

ابوضیاء محمود احمد غضنفر

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Ph: 042-37242604,0322-4017894